گلستان علم وادب

سلسلہ نمبر 1

مرتب

محمد گل ریز رضا مصباحی

بریلی شریف

استاذ. جامعۃ المدینہ فیضان عطار

ناگ پور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

گلستانِ علم وادب

[illegible]

استاذ: جامعۃ المدینہ فیضان عطار ناگ پور، مہاراشٹر

☆☆☆ناشر☆☆☆

مصباحی لائبریری مدناپور، بہیڑی بریلی شریف

نام کتاب	:	گلستانِ علم وادب
مرتب	:	محمد گل ریز رضا مصباحی، مدنا پوری، بریلی شریف یوپی
صفحات	:	181
کمپوزنگ	:	کمال احمد قادری مرادآباد
ناشر	:	مصباحی لائبریری مدنا پور، بہیڑی، بریلی شریف
تعداد	:	گیارہ سو
سال اشاعت	:	۲۰۱۹ء
رابطہ نمبر	:	8057889427,9458201735

ملنے کے پتے

- قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ، بریلی شریف
- حق اکیڈمی مبارک پور، اعظم گڑھ
- المجمع الاسلامی، مبارک پور، اعظم گڑھ
- مکتبہ حافظ ملت، مبارک پور اعظم گڑھ
- قادری بک ڈپو، اسلامیہ مارکیٹ مسجد بریلی شریف یوپی
- برکاتی بکڈپو، اسلامیہ مارکیٹ بریلی شریف یوپی
- مکتبۃ المصطفیٰ، اسلامیہ مارکیٹ، بریلی شریف
- مکتبہ رحمانیہ رضویہ، درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف

فہرست مضامین

شرفِ انتساب

میں اپنی اس کاوش کو خلاصۂ کائنات رحمت عالم حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں نذر کرتے ہوئے:

صحابۂ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کرام۔ مذاہب اربعہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی سلف وصالحین۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے امت کو روشناس کرانے والے مجددین اسلام۔ سلاسل اربعہ قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ کے مشائخ عظام۔ محدثین خانوادۂ ولی اللہ، علمائے فرنگی محل، بزرگان کچھوچھہ مقدسہ، سادات مارہرہ مطہرہ، اکابر بریلی ومشائخ بدایوں۔ بالخصوص شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، بحر العلوم علامہ عبد العلی فرنگی محلی، تارک سلطنت سید اشرف جہاں سمنانی، شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محقق بریلوی اور معین الحق علامہ فضل رسول قادری بدایونی۔ اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی، مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری، سید العلما شاہ آل مصطفیٰ مارہروی، احسن العلما سید مصطفیٰ حیدر حسن مارہروی، محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی اور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن قادری عباسی۔ جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی، نائب حافظ ملت حضرت علامہ عبد الرؤف بلیاوی، شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی، ورئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری اور بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی۔ کے افکار ونظریات اور مسلک حق وصداقت کا ترجمان...

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے نام
منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔
محمد گل ریز رضا مصباحی مدنا پوری،
بھیڑی، بریلی شریف یوپی

تحدیہ

والدین کریمین کے نام

جنھوں نے مجھے تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے کی
خاطر مدارس اسلامیہ کے حوالے کیا
قدم قدم پر میری رہنمائی کی
اور دعاؤں سے نوازتے رہے

محمد گل ریز رضا مصباحی، مدناپوری
بریلی شریف (یوپی)

نوٹ
اگر اس کتاب میں کسی طرح کی کوئی غلطی پائیں تو کتاب کو ہدف تنقید نہ بنائیں بلکہ خلوص نیت کے ساتھ ہمیں مطلع کریں، ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔

مقدمہ

ترجمہ:- تمام تعریفیں اس اللہ رب العزت کے لیے جس نے ادب کی کتابوں کو مطالعہ کرنے والوں کی روح کا گلدستہ اور ایسا نور بنایا جس سے پڑھنے والے طلبہ کے ذہن روشن ہو جائیں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد ہم کہتے ہیں کہ جب ہم قدیم قلم کاروں کی مشہور کتابوں کے مطالعہ کے دلدادہ ادب سیکھنے والے نو عمر طلبہ کو دیکھتے ہیں، تو وہ اس بات پر افسوس کرتے ہیں کہ عربی مدارس ادب کی ایسی کتاب سے خالی ہیں جو سارے لوگوں کے لیے جامع ہو، کلام کی خوبیوں کو سکھنے والی ہو، اور ایسے واقعہ والی ہو جو عمدہ لوگوں کے طریقے سے آراستہ ہو، پھر ہم نے خیال کیا کہ قدیم لوگوں کی کتابوں سے ہر مشابہ مفہوم کو جمع کرلیں اور یہ نیا طریقہ ہے جس کو ہم سے پہلے جمع کرنے والوں نے نہیں کیا، کیا ہی اچھا مقصد ہے جو انھوں نے کیا۔ اللہ تعالی انہیں بدلہ عطا فرمائے۔کہ ان مطالب و مفاہیم کو باب در باب کردیا جو لوگوں کے درمیان رائج تھے۔

اور (یہ اس لیے بھی نیا طریقہ ہے) کہ اس طرح کا یہ مجموعہ قدیم لوگوں کی بڑی بڑی کتابوں پر مشتمل ہے تو ہم نے وہ تمام چیزیں جمع کرلیں جن کو آپ نے ادبی مصنفین کے کالج کی کتابوں میں نہیں پایا تو ہم نے ایک زمانے تک ان تمام بڑی بڑی کتابوں میں چھان بین کی نظر سے نظر دوڑائی اور جب ہم نے سب سے خوشبو والے پھول کو چن لیا اور اس مجموعہ کو امانت کے طور پر رکھ دیا اور اس کو عمدہ کھجور کے درخت کی طرح پایا، تو ہم نے اس کا نام "مجانی الادب من حدائق العرب "(عرب کے باغات سے چنا ہوا میوہ) رکھا اور جب کہ نیت اس کو نمونہ بنانے کے طور پر منعقد ہوگی اس شخص کے لیے جو انشا پردازی کی قوت کا ارادہ کرے اور اسی غرض سے ہم نے ہر جز کو چند ابواب میں تقسیم کردیا ہے جس سے عقل

والے مراد کو پہنچ سکتے ہیں اور ہم نے ہر باب کے تحت ان اہم فصلوں کو رکھا ہے جن میں نامہ نگاری ہوتی ہے اور جن کے ذریعہ بات چیت ہوتی ہے۔

فائدہ: (۱)۔ معرف باللام کو أیُّ کے بعد صفت بنایا جائے۔

(۲) معرف باللام کو بدل قرار دیا جائے۔

(۳) معرف باللام کو عطف بیان قرار دیا جائے، تینوں کی مثال "أَيُّهَا الْإِنْسَانُ" کافیۃ النحو ص:۱۲۹

پہلا باب دین داری اور پرہیز گاری کے بیان میں

اللہ تعالیٰ کے وجود کے اعتقاد کا بیان

(۱) **ترجمہ:**۔ اے انسان جان لے، کہ تو پیدا کیا گیا ہے، اور تجھے کوئی پیدا کرنے والا ہے، دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے وہی سب کا پیدا کرنے والا ہے، اور وہ ایک ہے، وہ ہمیشہ سے ہے، اور اُس کے وجود کے لیے زوال نہیں، اور وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کی بقا کے لیے فنا ہونا نہیں، اس کا وجود ازل اور ابد میں ضروری ہے، اور عدم کو اس کی طرف کوئی راہ نہیں، اور وہ خود سے موجود ہے اور ہر کوئی اس کا محتاج ہے، اور اسے کسی کی حاجت نہیں، اس کا وجود اسی سے ہے، اور ہر چیز کا وجود اسی سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان

(۲) **ترجمہ:**- بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور بلا شبہ اس کا ملک اور اس کی قدرت انتہائی کامل ہے، عاجزی اور کمی کو اس کی طرف راہ نہیں، اور بلا شبہ ساتوں آسمان اس کے قبضۂ اختیار میں ہیں، اس کے غلبہ اس کے اختیار اور اس کی مشیئت کے تحت ہیں، اور وہ تمام ملک کا بادشاہ ہے، اور اس کی بادشاہت کے علاوہ کسی کی بادشاہت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علم کا بیان

(۳) ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جانتا ہے جسے جانا جا سکتا ہے، اور اس کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، اور بلندی سے پستی تک کوئی ایسی چیز نہیں جسے اس کا علم گھیرے ہوئے نہ ہو، اس لیے کہ تمام چیزیں اسی کے علم سے ظاہر ہوئیں اور اسی کی قدرت سے پھیلیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ ریت کے ذروں، چٹیل میدانوں، بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کی تعداد کو جانتا ہے، اور افکار و خیالات کی باریکیاں اور ہواؤں اور فضاؤں کے ذرات اس کے علم میں آسمانوں کے ستاروں کی طرح ظاہر ہیں۔

برعی شاعر نے کہا:

(۱)— وہ اندھیری رات کی تاریکیوں میں چیونٹیوں کی حرکتوں کو دیکھتا ہے، اور کوئی ظاہر یا چھپی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

(۲)— وہ چیونٹیوں، بارش کے قطروں اور کنکریوں کی تعداد کو جانتا ہے اور ان چیزوں کو (بھی جانتا ہے) جن پر سمندر اور دریا مشتمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کی تدبیر کا بیان:

(۴)— ترجمہ: کم ہو یا زیادہ، چھوٹی ہو یا بڑی، آرام دہ ہو، یا تکلیف دہ، صحت یا مرض کوئی چیز نہیں ہے مگر اس (اللہ) کی حکمت اور اس کی تدبیر اور اس کے ارادے سے، اور اگر تمام انسان فرشتے اور شیاطین اکٹھا ہو جائیں اس بات پر کہ دنیا میں کوئی ذرہ ہلا دیں یا اس کو ساکن کر دیں یا اس میں سے کچھ کم کر دیں یا اس میں کچھ زیادہ کر دیں بغیر اس کے ارادے اور طاقت و قوت کے تو یقیناً وہ سب اس سے عاجز ہوں گے اور (اس پر) قادر نہ ہوں گے، جو اس نے چاہا ہوا اور جو نہیں چاہتا ہے نہیں ہوتا ہے، اس کے ارادے کو کوئی چیز بدل نہیں سکتی، جو بھی ہوا اور ہوگا تو وہ اسی کی تدبیر اور اسی کے حکم اور اس کے اختیار سے ہے۔

اللہ سے ڈرنے کا بیان

(۵)—ترجمہ:۔بستی شاعر نے کہا ہے۔

اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اللہ کی رسّی سے مضبوط باندھ لو، کیونکہ وہی سہارا ہے اگر تمام سہارے تمہیں دھوکہ دے دیں۔

اور ابن وردی نے کہا:

(۱)—اور اللہ سے ڈرو اس لیے کہ اللہ کا خوف کسی شخص کے دل کے قریب نہیں ہوا مگر وہ (اللہ تک) پہنچ گیا۔(۲) جو ڈاکہ ڈالتا ہے وہ بہادر نہیں ہے (بلکہ) بہادر وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔

(۶)—ابن عمران نے کہا ہے:

اللہ سے مانگ اور اس کی پناہ میں آ اور اسے مت بھول، کیونکہ اللہ اپنے بندے کو یاد کرتا ہے اگر وہ اسے یاد کرے۔

(۷)—اور دوسرے شاعر نے کہا ہے:

صرف مال کو اپنی کمائی ہرگز نہ بناؤ، (بلکہ) اپنے خدا سے ڈرنے کو کمائی بناؤ۔

ابو نواس نے ہارون رشید سے کتنی اچھی بات کہی جب ہارون رشید نے اسے سزا دینے کا ارادہ کیا:

(۱)—بے شک میں تجھ سے ڈرتا تھا لیکن خدا سے تیرے ڈرنے نے مجھے مطمئن کر دیا اس بات سے کہ میں تجھ سے ڈروں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد کا بیان

(۷)۔ترجمہ:۔(۱)تمام خوبیاں تیرے ہی لیے ہیں ایسی خوبیاں جن کو یاد کرکے ہم لذت حاصل کرتے ہیں، اگرچہ میں تعریف اور شکر بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں۔ (شمار نہیں کرسکتا)

(۲)تمام حمد تیرے ہی لیے ہے ایسی پاکیزہ حمد جو آسمان اور اس کے کناروں اور زمین اور خشک و تر کو بھرے ہوئے ہے۔

(۳)تمام حمد ہمیشہ تیرے ہی لیے ہے جو ہمیشہ ہمیشہ تیرے شکر کے ساتھ ملی ہوئی ہے، تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں دنیا میں اور تمام خوبیاں تیرے ہی لیے ہیں آخرت میں۔

نماز کی پابندی کا بیان

(۸)۔ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دن نماز کا ذکر کیا تو فرمایا کہ جس نے اس (نماز) کی پابندی کی تو وہ (نماز) اس کے لیے روشنی، دلیل اور دوزخ سے نجات دینے والی ہوگی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو لکھا کہ میرے نزدیک تمھارے سارے کاموں میں سب سے اہم نماز ہے تو جس نے اس کی حفاظت کی اور اس کی پابندی کی تو اس نے اپنے دین کی حفاظت کی، اور جس نے اسے ضائع کیا تو وہ اس (نماز) کے علاوہ (باقی چیزوں) کو زیادہ ضائع کرنے والا ہے۔ (شرح بشی)

آخرت کی یاد کا بیان

(۹)۔ترجمہ:۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قسم (کی چیزوں) بدن اور روح سے بنایا، اور جسم کو روح کا گھر بنایا تاکہ وہ (روح) اپنی آخرت کا توشہ اس دنیا سے لے لے، اور ہر روح کے لئے ایک متعین مدت ٹھہرائی کہ وہ جسم میں رہے، اور اس مدت کا آخر وہی اس روح کی موت

ہے بغیر کمی اور زیادتی کے اور جب موت آئے گی تو روح اور جسم میں جدائی کر دی جائے گی۔(امام غزالی)

(۱۰)۔حضرت امام علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آدمی کے لیے مرنے کے بعد کوئی گھر نہیں جس میں وہ رہے علاوہ اس گھر کے جسے وہ موت سے پہلے بناتا ہے۔

اور دوسرے (شاعر) نے کہا ہے:

(۱)۔کوئی لکھنے والا نہیں ہے مگر عن قریب وہ فنا ہو جائے گا، زمانہ باقی رکھے گا جو اس کے ہاتھوں نے لکھا۔

(۲)۔لہذا تو اپنے ہاتھ سے اس چیز کے علاوہ مت لکھ جس کا دیکھنا تجھے قیامت میں خوش کرے۔(الف لیلہ ولیلہ)

(۱۱)۔جیسے چاہو زندگی گزار لو اس لیے کہ تمہیں مرنا ہے، اور جس سے چاہو محبت کر لو اس لیے کہ تمہیں اس سے جدا ہونا ہے، اور جو چاہو کام کر لو اس لیے کہ تمہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

اور ابو محفوظ کرخی نے کہا ہے:

پرہیزگار کی موت ایسی زندگی ہے جس کے لیے ختم ہونا نہیں ہے ایک قوم مرگئی حالانکہ وہ (اپنے اچھے کاموں کی وجہ سے) لوگوں میں زندہ ہے۔

اور شبراوی نے کہا:

(۱)جب تم کسی حالت کے بارے میں حیرت میں پڑ جاؤ اور اس میں غلط اور صحیح کو نہ جان سکو

(۲)تو اپنی خواہش نفس کی مخالفت کرو اس لیے کہ خواہش نفس لوگوں کو اس چیز کی طرف لے جاتی ہے جو اسے عیب لگائے۔

(۱۲)۔بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی نے اپنا جائزہ لیا، تو اس نے اپنی زندگی کا حساب لگایا، تو وہ ساٹھ سال کا تھا، پھر اس کے دنوں کو شمار کیا تو وہ اکیس ہزار نو سو (۲۱۹۰۰) دن ہوئے، تو وہ

(اس پر) چیخ پڑا، ہائے بربادی! اگر مجھ سے ہر دن ایک گناہ ہوا ہو تو گناہوں کی اس تعداد کے ساتھ میں اللہ تعالی سے کس طرح ملوں گا، پھر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور جب اسے ہوش آیا تو اپنے دل میں وہی بات دہرائی، اور کہا، تو کیا ہوگا اس شخص کا جس سے ہر دن میں دس ہزار گناہ ہوئے ہیں، پھر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، اس پر جب اسے لوگوں نے ہلایا، تو وہ مر چکا تھا۔ (قلیوبی)

(۳)۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا، کہ آپ کی توبہ کی ابتدا کا سبب کیا تھا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں ایک دن اپنے غلام کو مار رہا تھا تو اس نے کہا: اس رات کو یاد کرو جس کی صبح قیامت ہوگی تو (اس کی) یہ بات میرے دل میں اثر کر گئی (اور یہی بات میری توبہ کا سبب بنی)۔ (غزالی)

دنیا کی ذلت کا بیان

(۴)۔ ترجمہ:۔ کسی نے کہا ہے، کہ شیطان ہر دن لوگوں کے سامنے دنیا کو پیش کرتا ہے، تو کہتا ہے، ایسی چیز کون خریدے گا جو اسے نقصان پہنچائے اور فائدہ نہ دے، اور اسے تکلیف پہنچائے اور خوش نہ کرے، تو دنیا کے دوست اور اس کے عاشق کہتے ہیں، ہم خریدیں گے تو وہ (شیطان) کہتا ہے اس کی قیمت درہم و دنانیر نہیں ہیں، وہ (اس کی قیمت) جنت میں سے تمھارا حصہ ہے، اس لیے کہ میں نے اسے چار چیزوں کے بدلے میں خریدا ہے، اللہ تعالی کی لعنت اس کے غضب اور اس کی ناراضگی اور اس کے عذاب کے بدلے، اور انھیں چار چیزوں کے عوض میں نے جنت کو بیچا ہے، تو وہ لوگ (دنیا کے چاہنے والے) کہتے ہیں ہم اس پر راضی ہیں، تو پھر (شیطان) کہتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس میں سے تم سے کچھ نفع لوں، اس پر وہ لوگ کہتے ہیں ہاں (ہم اس پر بھی راضی ہیں) تو وہ (شیطان) اس (دنیا) کو ان لوگوں سے بیچ دیتا ہے، پھر کہتا ہے، کیا ہی بری تجارت ہے۔

(۱۵)—اور کسی نے کہا ہے:

(۱)—زندگی والے (دنیا والے) ہمارے رشتہ دار نہیں، اور فنا کا گھر ہمارا گھر نہیں۔

(۲)—اور ہمارے اموال صرف منگنی لیے ہوئے ہیں، عن قریب منگنی دینے والا منگنی دئے ہوئے شخص سے لے لے گا۔

اور فقیہ باجی نے کہا ہے:

(۱)—اور جب میں پورے یقین سے جانتا ہوں، کہ میری تمام زندگی ایک گھنٹہ کی طرح ہے۔

(۲)—تو کیوں نہ میں بخیل رہوں اس (زندگی) کے سلسلہ میں، اور کیوں نہ اسے بھلائی اور فرمانبرداری کے کاموں میں لگاؤں۔

اور دوسرے (شاعر) نے کہا ہے:

اللہ ان دنوں کو نیک بخت نہ بنائے جن دنوں میں میں ایک مدت تک عزت والا رہا ہوں جبکہ اس عزت کی تہ میں ذلت ہو۔

حضرت ابراہیم بن ادہم کی دنیا سے بے رغبتی کا بیان

(۱۶)—ترجمہ:۔ابراہیم بن بشار نے بیان کیا، انہوں نے کہا، کہ میں ملک شام میں ابراہیم بن ادہم بن منصور بن اسحاق بلخی کی صحبت میں تھا، تو میں نے ان سے کہا، اے ابو اسحاق مجھے اپنے معاملے کی ابتدا کے بارے میں بتائیے کیسے ہوا؟ تو انہوں نے کہا: "میرے باپ خراسان کے ایک بادشاہ تھے اور میں جوان تھا، ایک دن میں ایک جانور (گھوڑے) پر سوار ہوا اور میرے ساتھ ایک کتا تھا، اور میں شکار کے لیے نکلا، تو میں نے ایک لومڑی کا پیچھا کیا، اسی دوران جب کہ میں اس کی تلاش میں تھا، تو اچانک غیب سے آواز دینے والے نے مجھے آواز دی، کیا تو اسی کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ یا تجھے اس کام کا حکم دیا گیا ہے؟ تو (اس بات پر) میں گھبرا گیا اور ٹھہر گیا، پھر میں واپس ہوا تو دوبارہ ایڑ لگائی، تو اسی کے مثل تین مرتبہ کیا گیا، (یعنی آواز آنے پر میں ٹھہر جاتا پھر سکون کے بعد ایڑ لگاتا اور ایسا تین بار ہوا) تو میں نے

اپنے دل میں سوچا (اور کہا) نہیں اللہ کی قسم میں اس کے لیے نہیں پیدا کیا گیا اور نہ مجھے اس کا حکم دیا گیا، پھر میں (جانور سے) اترا اور اپنے باپ کے ایک چرواہے سے ملا، تو اس سے اون کا ایک جبہ لیا، پھر اسے پہن لیا، اور گھوڑا اور جو کچھ میرے پاس تھا اسے (والد کے چرواہے کو) دے دیا، پھر جنگل میں داخل ہوا (اور یادِ خدا میں مشغول ہو گیا) (قشیری)

(۱۷)۔ لقمان حکیم نے کہا ہے کہ جو شخص آخرت کو دنیا کے عوض بیچتا ہے وہ دونوں میں نقصان اٹھاتا ہے (ثعالبی)

(۱۸)۔ کہا گیا ہے کہ دنیا کی مثال راستے کے اس مسافر کی طرح ہے جس کی ابتدا گہوارہ اور جس کی انتہا قبر ہے، اور ان دونوں کے درمیان کافی منزلیں ہیں، اور بلاشبہ ہر سال ایک منزل کی طرح اور ہر مہینہ ایک فرسخ کی طرح اور ہر دن ایک میل کے مانند ہے، اور ہر سانس دو قدموں کے درمیان کے فاصلے کے مثل ہے، اور وہ (مسافر) برابر چل رہا ہے، تو کسی (مسافر) کے لیے اس کے راستے سے ایک فرسخ باقی رہ گیا ہے، اور دوسرے (مسافر) کے لیے اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ (باقی رہ گیا ہے) (غزالی)

(۱۹) ترجمہ:۔ ابو عبد الرحمٰن خلیل نے کہا ہے، دنیا ختم اور فنا ہو جانے والی ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے، اور انھوں نے مزید کہا ہے کہ دنیا (چند ایسی چیزوں کا نام ہے) جو (حقیقت میں) ایک دوسرے سے متضاد اور (بظاہر) ایک دوسری سے ملی ہوئی ہیں، اور چند چیزیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی اور (حقیقت میں) ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں، اور (دنیا میں) چند ایسی چیزیں ہیں جو (بظاہر) ایک دوسرے سے قریب اور (حقیقت میں) دور ہیں، اور ایک دوسرے سے دور (لیکن حقیقت میں) قریب ہیں۔ (قشیری)

(۱)۔ بے شک دنیا فنا ہونے والی ہے دنیا کے لیے ثبوت نہیں، بلاشبہ دنیا اس گھر کی طرح ہے جسے مکڑی نے بنا ہو۔

(۲)—میری زندگی کی قسم جو کچھ اس (دنیا) میں ہے تھوڑے زمانے میں ختم ہو جائے گی، اور اے عقلمند تجھے اس (دنیا) سے گزارے کی مقدار کافی ہے۔

(۲۰)— ابو العتاہیہ نے کہا ہے (۱) تو اگر (صرف) موت کا خوف ہوتا اس کے بعد کچھ نہ ہوتا، تو ضرور ہم پر معاملہ آسان اور حقیر ہوتا۔ (۲) لیکن (صرف موت ہی کا خوف نہیں بلکہ اس کے ساتھ) حشر و نشر جنت اور جہنم ہے اور وہ چیزیں ہیں جن کی داستان لمبی ہے۔

(۲۱)—کسی فلسفی سے پوچھا گیا وہ ذات کون ہے جس کے اندر کوئی عیب نہیں تو اس نے جواب دیا وہ ذات جس کو مرنا نہیں ہے۔

میدانی نے کہا ہے: (۱) زندگی مہمان یا خیال کی طرح ہے جس کے لیے ہمیشہ رہنا نہیں۔ (۲) اور عقلمند تمام حالتوں میں اپنی موت کا منتظر رہتا ہے۔ (۳) اور جاہل دھوکا کھانے والا وہ شخص ہے جو پرہیزگاری کو غنیمت نہ سمجھے۔

دوسرا باب حکمتوں کے بیان میں

(۲۲)—ترجمہ: کسی شخص نے اس عقل سے اچھی کوئی چیز حاصل نہیں کی جو اسے ہدایت کی طرف لے جائے اور ہلاک ہونے سے باز رکھے (مستطرف)

(۲۳)—مہلب بن ابی صفرہ نے کہا ہے: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اپنے مال سے غلاموں کو خریدتا ہے، اور اچھے کام سے آزادوں کو نہیں خریدتا، کہا گیا ہے کہ سخی اللہ سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، اور بخیل اللہ سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، اور جہنم سے قریب ہے۔ (مستطرف)

(۲۴)—نصر بن سیار کے اچھے کلام میں سے یہ ہے کہ، ہر چیز چھوٹی ظاہر ہوتی ہے پھر بڑی ہوتی ہے سوائے مصیبت کے اس لیے کہ وہ بڑی ہو کر ظاہر ہوتی ہے پھر چھوٹی ہو جاتی ہے، اور ہر چیز سستی ہوتی ہے جب زیادہ ہو جاتی ہے مگر ادب کیونکہ جب وہ زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ زیادہ مہنگا ہو جاتا ہے۔ (من لطائف الملوک)

(۲۵)۔نوشرواں نے کہا ہے کہ کامل مردانگی یہ ہے کہ تو پوشیدہ طور پر ایسا کام نہ کرے جسے علانیہ کرنے میں تجھے شرم آئے۔ (شریشی)

(۲۶)۔ترجمہ:۔سلف میں سے کسی نے کہا ہے:علم چار ہیں،(۱)فقہ مذاہب کے لیے، (۲)اور طب بدنوں کے لیے،(۳) اور نجوم اوقات کے لیے،(۴)اور بلاغت زبان کے لیے۔(ابشیہی)

(۲۷)۔کسی دانشور نے کہا ہے:بلاشبہ علماء زمانے کے چراغ ہیں،ہر عالم اپنے زمانے کا چراغ ہے جس سے اس کے زمانے والے روشنی حاصل کرتے ہیں۔(ایضا)

(۲۸)۔حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے کسی عالم کو علم نہیں دیا مگر اس سے وعدہ لیا کہ وہ اسے نہیں چھپائے گا،اور یہ بھی فرمایا،اللہ تعالی نے جاہلوں سے (وعدہ)نہیں لیا کہ وہ سیکھیں یہاں تک کہ علماء سے (وعدہ) لیا کہ وہ علم سکھائیں۔ (شریشی)

(۲۹)۔افلاطون سے کہا گیا،کہ وہ کونسی چیز ہے جس کا کہنا اچھا نہیں ہے اگرچہ وہ سچ ہو،اس نے جواب دیا،آدمی کا خود اپنی تعریف کرنا(اچھا نہیں ہے اگرچہ سچ ہو)۔(ابشیہی)

(۳۰)۔ابن قرہ نے کہا ہے:جسم کا آرام کم کھانے میں ہے،نفس کا آرام کم گناہ کرنے میں ہے،دل کا آرام کم اہتمام کرنے میں ہے،اور زبان کا آرام کم بولنے میں ہے۔(من لطائف الوزراء)

(۳۱)۔ترجمہ:۔حکیم افلاطون نے کہا ہے،کام میں جلدی مت چاہو(بلکہ)اس کے عمدہ بنانے کو چاہو،اس لیے کہ لوگ نہیں پوچھتے ہیں کہ وہ کتنے وقت میں فارغ ہوا،(بلکہ)لوگ اس کام کی مضبوطی اور اس کی بناوٹ کی عمدگی کو دیکھتے ہیں۔(امثال العرب)۔

(۳۲)۔اس آدمی کی مثال جو لوگوں کو بھلائی کی تعلیم دیتا ہے اور اس پر (خود) عمل نہیں کرتا ہے اس اندھے کی طرح ہے جس کے ہاتھ میں چراغ ہو اس (چراغ) سے اس کے علاوہ روشنی حاصل کرتے ہیں اور وہ اس کو نہیں دیکھتا۔ (امثال العرب)

(۳۳)۔عامر بن عبدالقیس نے کہا ہے: کہ جب بات دل سے نکلتی ہے تو دل میں داخل (اثر کرتی ہے) ہوتی ہے اور جب زبان سے نکلتی ہے تو کانوں سے آگے نہیں بڑھتی۔

(۳۴)۔اصمعی نے کہا ہے: میں نے کسی عرب کو کہتے ہوئے سنا، کہ غریبی وطن میں (بھی) مسافرت ہے، اور مالداری پردیس میں (بھی) وطن ہے، اور دوسرے شخص نے کہا ایسا وطن اختیار کر جو تجھے خوش کرے کیونکہ آزاد اپنے شہر میں گمنام ہوتا ہے اور اس کی قدر نہیں پہچانی جاتی۔ (شریشی)

(۳۵)۔کہا گیا ہے کہ دس (چیزیں) دس (قسم کے لوگوں) میں بری ہوتی ہیں، بادشاہوں میں تنگ دلی، شریفوں میں عذر خواہی، قاضیوں میں جھوٹ، علماء میں فریب، نیک لوگوں میں غصہ، مالداروں میں لالچ، سرداروں، بزرگوں میں بے وقوفی، ڈاکٹروں میں مرض، محتاجوں میں ہنسی مذاق، اور فخر اس آدمی میں جس کی کوئی اولاد نہ ہو۔

(۳۶)۔ترجمہ: ۔ایک فلسفی نے ایک خوب صورت بچے کو دیکھا کہ وہ علم حاصل کر رہا ہے تو اس سے کہا، اگر تو اپنی خوب صورتی کے ساتھ اپنی عادت کی اچھائی کو ملالے تو اچھا ہوگا۔ (ثعالبی)

(۳۷)۔عرب والوں نے کہا ہے، روئے زمین پر کوئی بد صورت نہیں ہے مگر اس کا چہرہ سب سے خوبصورت ہے۔

(۳۸)۔لوگوں میں سب سے کمزور وہ شخص ہے جو اپنا راز چھپانے میں کمزور ہو، اور لوگوں میں طاقتور وہ شخص ہے جو اپنے غصہ پر قابو پالے، اور لوگوں میں سب سے زیادہ صابر وہ شخص ہے جو اپنے فاقہ کو چھپالے، اور لوگوں میں سب سے مالدار وہ شخص ہے جو اسے میسر آئے

اس پر مطمئن ہوجائے۔ (امثال العرب)

(۳۹)۔ کہا گیا ہے، کہ قس بن ساعدہ قیصر سے ملاقات کرنے آتا تھا تو وہ (قیصر) اس کی تعظیم و توقیر کرتا، قیصر نے (ایک دن) اس سے کہا، سب سے افضل علم کیا ہے؟ اس نے کہا، انسان کا اپنے آپ کو پہچان لینا، اس (قیصر) نے کہا، اور سب سے بڑھ کر عقل کیا ہے؟ کہا، آدمی کا اپنے علم پر ٹھہر جانا، اس (قیصر) نے کہا، تو مال (میں سب سے افضل) کون ہے؟ اس نے کہا، وہ جس کا انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا گیا ہو۔ (اصبہانی)

(۴۰)۔ کسی دانشور نے کہا ہے، کون ہے وہ شخص جو کسی بلند مرتبہ پر پہنچا تو اترایا نہیں، اور خواہش نفس کی پیروی کی تو رسوا نہیں ہوا، اور کمینوں کی طرف مائل ہوا تو رسوا نہیں ہوا، اور برے لوگوں سے ملا تو شرمندہ نہیں ہوا، اور بادشاہ کی صحبت اختیار کی تو اس کی سلامتی برقرار رہی۔ (مستقصی)

(۴۱)۔ ترجمہ: ایک حکیم نے دوسرے سے کہا: اے میرے بھائی! تو نے کیسے صبح کی اس نے کہا، میں نے صبح کی اس حال میں کہ ہمارے پاس اللہ کی اتنی نعمتیں ہیں جن کو ہم شمار نہیں کر سکتے حالانکہ ہم اس کی بہت زیادہ نافرمانی کرتے ہیں، تو ہم نہیں جانتے کہ ان دونوں میں سے کس پر شکریہ کریں، کیا اس اچھائی پر جسے وہ ظاہر کرتا ہے یا اس برائی پر جسے وہ چھپاتا ہے۔ (امثال العرب)

(۴۲)۔ تو اپنے ایک دن پر اپنے ایک سال کا غم مت لاد، تیرے لیے ہر دن وہی کافی ہے جو تیرے لیے (دن) میں مقرر کیا گیا ہے، تو اگر وہ سال تیری زندگی کا ہے، تو بلاشبہ اللہ سبحانہ ہر نئے آنے والے دن میں تجھے وہ دے گا جو تیرے لیے تقسیم فرما دیا ہے، اگر وہ سال تیری زندگی کا نہیں ہے تو تجھے کیا غم ہے اس چیز کا جو تیری نہیں ہے۔

(۴۳)۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا، جو شخص چار عادتوں سے اپنے آپ کو روکنے کی طاقت رکھے تو وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اسے کوئی ناپسندیدہ چیز پیش نہ آئے (وہ چار عادتیں یہ

ہیں)(۱)جھگڑا کرنا،(۲)جلدی کرنا،(۳)سستی کرنا،(۴)غرور کرنا،تو جھگڑا کرنے کا نتیجہ حیرانی ہے،اور جلدی کرنے کا نتیجہ شرمندگی ہے،اور سستی کرنے کا نتیجہ رسوائی ہے،اور غرور کا نتیجہ سخت دشمنی ہے۔(مستقصی)

(۴۴)۔شریف آدمی کو وہ مرتبہ جس کو اس نے پالیا ہو مغرور نہیں بناتا ہے اگرچہ وہ مرتبہ عظیم ہو اس پہاڑ کی طرح جس کو ہوائیں ہلا نہ سکیں،اور کمینہ کو ادنی مرتبہ مغرور بنا دیتا ہے اس گھاس کی طرح جسے نرم ہوا کا گزرنا بھی ہلا دیتا ہے۔(امثال العرب)

(۱)نوٹ:قدیم نسخہ میں یُخِفُّہٗ ہے جس کا معنی ہلکا ہونا ہوتا ہے اور اس کا صلہ با بھی نہیں ہے حالاں کہ کتاب میں باصلہ کے ساتھ ہے اس لیے یہ معنی موقع کے اعتبار سے درست نہیں ہوتا ہے اور اصل صیغہ باب استفعال سے باصلہ کے ساتھ وَلَا تَسْتَخِفَّنَّ بِذِی الْحُرْمَةِ ہے جس کا معنی حقیر سمجھنا ہوتا ہے واللہ تعالی اعلم۔

(۴۵)۔ترجمہ۔ایک حکیم نے کہا،آٹھ چیزیں وہ ہیں جو اپنے اصحاب پر ذلت کا سبب بنتی ہیں اور وہ(آٹھ چیزیں یہ ہیں)آدمی کا ایسے دسترخوان پر بیٹھنا جس پر اسے بلایا نہیں گیا ہے،اور صاحب خانہ پر حکمرانی کرنا،دشمنوں سے اچھے سلوک کی امید کرنا،آدمی کا ایسے دو شخصوں کی بات میں دخل دینا جنھوں نے اپنے درمیان اسے شامل نہ کیا ہو،بادشاہ کا عہد توڑنا،انسان کا اپنے مرتبہ سے اوپر بیٹھنا،ایسے شخص سے گفتگو کرنا جو بات کو غور سے نہیں سنتا ہو،اور اس شخص سے دوستی کرنا جو اس(دوستی)کا اہل نہ ہو۔(غزالی)

(۴۶)۔ہارون رشید نے اپنے دربان سے کہا:تم مجھ سے اس شخص کو روکو جو بیٹھے تو(بیٹھنا)لمبا کرے،اور جب سوال کرے تو محال بات کا سوال کرے،اور ہرگز عزت والے کو حقیر نہ سمجھو،مبلغین کو(دوسروں پر)مقدم رکھو۔(ثعلبی)

(۴۷)—لوگوں میں سب سے سخت عذاب قیامت کے دن ظالم حاکم کو ہوگا اور اس شخص کو ہوگا جو لوگوں کو دکھائے کہ اس (مجھ) میں بھلائی ہے حالاں کہ اس میں بھلائی نہ ہو۔ (سیوطی)

(۴۸)—کسی آدمی کی ہرگز تعریف مت کر جب تک اس کا تجربہ نہ کر لے، اور بغیر تجربہ کے ہرگز اس کی مذمت مت کر۔ بیشک لوگ بند کیے ہوئے صندوق ہیں، اور تجربات کے علاوہ ان کی کنجیاں نہیں ہیں۔ (شہراوی)

(۴۹)—کہا گیا ہے کہ کتاب وہ ہم نشیں ہے جو دھوکہ نہیں دیتا ہے اور نہ اکتاہٹ میں ڈالتا ہے اور نہ تجھے ملامت کرتا ہے جب تو اس کے ساتھ بدسلوکی کرے اور نہ تیرے راز کو فاش کرتا ہے۔ (ابن الطقطقی)

(۵۰)—ابن احوص نے اس شخص کی مذمت کرتے ہوئے کہا جو قریبی لوگوں کے بجائے دور کے لوگوں کو فائدہ پہنچائے:

(۱)—کچھ لوگ وہ ہیں جن کا نفع دور کے لوگوں کو ڈھانپ لیتا ہے، اور اس کے قریبی لوگ مرنے تک محروم (نامراد) رہتے ہیں۔

(۲)—اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جس کی زندگی سے اس کے گھر والوں کو نفع نہ پہنچے اور اگر وہ مر جائے تو اس کے رشتہ دار اس پر بے تاب و پریشان نہ ہوں۔

ترجمہ: (۵۱)—کہا گیا ہے کہ جس کی بات نرم ہو اس کی محبت ضروری ہو جاتی ہے، اور ہنس مکھ چہرہ دل کا پتہ ہے، ہوشیار آرزومند کا پھندا ہے، اور کہا گیا ہے کہ انسان کی خوبصورتی شہرت کا حاصل کرنا ہے اور ہنس مکھ ہونا دوستی کا جال ہے۔

سفیان بن عیینہ نے کہا: اے میرے بیٹو! بلاشبہ نیکی بہت آسان چیز ہے ہنس مکھ چہرہ اور نرم بات۔

(۵۲)۔ کہا گیا ہے کہ تین (چیزیں) تین (چیزوں) کا سبب بنتی ہیں، چستی مالداری کا سبب ہوتی ہے، سستی محتاجی کا سبب ہوتی ہے، اور کھانے کی خواہش مرض کا سبب ہوتی ہے، شہوت والا غلام ہے، (جب تک وہ مغلوب رہے) اور جب شہوت مغلوب ہو جائے تو وہ بادشاہ ہو جائے گا۔

(۵۳)۔ علم ایک درخت ہے اور عمل اس کا پھل ہے اور اگر میں سو سال تک علم پڑھوں اور ہزاروں کتابیں جمع کرلوں تو پھر (بھی) بغیر عمل کے اللہ تعالی کی رحمت کا حقدار نہ بنوں گا، اس لیے کہ انسان کے لیے نہیں ہے مگر وہی جو اس نے کوشش کی، تو جو اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو تو اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے، اس لیے کہ جو اچھا عمل کرتے ہیں وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرہ بھر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(۵۴)۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو کسی کام کو غلبہ سے طلب کرے حالانکہ وہ دلیل کے ذریعہ اس کو حاصل کرنے پر قادر ہو اور (تعجب ہے) اس شخص پر جو کسی کام کو سختی سے طلب کرے حالانکہ وہ نرمی کے ذریعہ اس کو حاصل کرنے پر قادر ہو۔

(۵۵)۔ جعفر بن سلیمان ایک ایسے آدمی پر مطلع ہوئے جس نے ایک موتی چرایا پھر اسے بیچ دیا جب انھوں نے اس شخص کو دیکھا تو وہ شرمندہ ہوا، تو حضرت جعفر بن سلیمان نے اس (چور) سے کہا، کیا تم نے مجھ سے موتی نہیں طلب کیا تھا تو میں نے اس کو تمہیں دے دیا تھا؟ اس شخص نے کہا، ہاں تو جعفر نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔

(۵۶)۔ تو اپنی عزت کمینوں سے بچا، اس لیے کہ اگر تو ان پر احسان کرے گا تو وہ شکریہ ادا نہیں کریں گے اگر تو ان پر سختی کرے گا تو وہ صبر نہیں کریں گے۔ (ثعالبی)

کسی شاعر نے (حسب ذیل) اشعار پڑھے۔

(۱)۔اگر میرا مال کم ہو جائے تو میرے ساتھ رہنے والا کوئی دوست نہیں اور اگر (میرا مال) زیادہ ہو جائے تو بھی لوگ میرے دوست ہیں۔

(۲)۔تو کتنے دشمن ہیں جو مال خرچ کرنے کی وجہ سے میرے ساتھ رہے، اور کتنے دوست ہیں جنھوں نے مال ختم ہونے کے وقت میرا ساتھ چھوڑ دیا۔(الف لیلہ ولیلہ)۔

(۵۷)۔ترجمہ: ابو العتاہیہ نے موت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: (۱) کاش میں جانتا تو یقیناً میں نہیں جانتا ہوں کہ کون سا دن میری زندگی کا آخری دن ہوگا، (۲) اور کس شہر میں میری روح قبض کی جائے گی اور کس زمین کے حصہ پر میری قبر کھودی جائے گی۔

(۵۸)۔شمس الدین نواجی نے کہا ہے: (۱) انسان کا تنہا رہنا بہتر ہے، اس کے پاس برا ہمنشین ہونے سے۔(۲) اور اچھا ہمنشین بہتر ہے، آدمی کے تنہا بیٹھنے سے۔

(۵۹)۔لوگوں نے کہا ہے کہ سلطنت سخاوت سے سبز و شاداب ہوتی ہے، انصاف سے آباد ہوتی ہے، عقل سے قائم رہتی ہے، بہادری سے حفاظت کی جاتی ہے اور سرداری سے دیکھ بھال کی جاتی ہے مزید کہا ہے کہ بہادری حکومت والے کے لیے ضروری ہے۔(فخری)

(۱)۔جب بادشاہ بخشش کرنے والا نہ ہو تو اسے چھوڑ دو کیونکہ اس کی حکومت جانے والی ہے۔

(۶۰)۔شیطان نے کہا: جب میں انسان پر تین چیزوں کے ذریعہ کامیاب ہو جاتا ہوں تو میں اس سے اس کے علاوہ کا مطالبہ نہیں کرتا ہوں (۱) جب وہ تکبر کرے (۲) اپنے عمل کو زیادہ سمجھے (۳) اور اپنے گناہ کو بھول جائے۔(ثعالبی)

(۶۱)۔سکندر نے ارسطاطالیس (حکیم) سے سوال کیا کہ بادشاہوں کے لیے کونسی چیز افضل ہے بہادری یا انصاف؟ تو ارسطاطالیس نے جواب دیا کہ جب بادشاہ انصاف کرے تو وہ بہادری کا محتاج نہیں ہوگا۔(غزالی)

(۴۲)۔امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ تمام چیزوں میں سب سے زیادہ نفع بخش چیز آدمی کے لیے یہ ہے کہ اپنے مرتبہ کی مقدار اور اپنی عقل کی انتہا کو پہچانے، پھر اس کے مطابق عمل کرے۔(ثعالبی)

(۴۳)۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! زیادہ کھانے سے بچو کیونکہ وہ (بسیار خوری) نماز سے سست بنانے والی ہے، دل کو بگاڑنے والی ہے اور بیماری میں مبتلا کرنے والی ہے۔اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تو کھانے کا حریص (چٹو) بن جائے تو اپنے آپ کو ہمیشہ بیمار شمار کر۔

(۴۴)۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! بدکاروں کے ساتھ مت بیٹھ، نہ ان کے ساتھ چل، اور اس بات سے ڈر کہ ان پر آسمان سے عذاب نازل ہو تو وہ ان کے ساتھ تجھے بھی نہ پہنچ جائے، اور علماو فضلا کے ساتھ بیٹھ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ علم اور فضیلت کی بنیاد پر مردہ دلوں کو زندہ فرمادیتا ہے جس طرح (مردہ) زمین کو تیز بارش سے زندہ فرماتا ہے (شربشی)

(۶۵)۔ ترجمہ:۔ سکندر سے کہا گیا تجھے کیا ہوا کہ تو اپنے استاد کی تعظیم اپنے باپ سے زیادہ کرتا ہے، اس نے جواب دیا، اس لیے کہ میرا باپ میری ختم ہونے والی زندگی کا سبب ہے اور میرا استاد میری باقی رہنے والی زندگی کا سبب ہے۔

کسی کہنے والے کی خوبی اللہ ہی کے لیے ہے:

(۱)۔ میں اپنے استاد کو اپنے والد پر مقدم کرتا ہوں، حالانکہ مجھے فضل و شرف میرے والد کی طرف سے ملا ہے۔

(۲)۔ اس لیے کہ وہ (استاد) روح کی پرورش کرنے والا ہے اور روح موتی ہے، اور یہ (والد) جسم کی پرورش کرنے والا ہے اور جسم سیپ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(۱)۔ تو چاہے جس کا لڑکا ہو ادب حاصل کر اس لیے کہ ادب کی خوبی تجھے نسب سے بے نیاز کر دے گی۔

(۲)۔ بے شک (مکمل) نوجوان وہ ہے جو یہ کہے کہ میں یہ ہوں اور نوجوان وہ نہیں ہے جو یہ کہے کہ میرا باپ وہ تھا۔

(۴۹)۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا: "کہ میں پردیسی ہوں" تو انہوں نے اس سے فرمایا ہرگز نہیں، بلکہ پردیسی وہ ہے جس کے پاس ادب نہ ہو۔

(۶۷)۔ کہا گیا ہے کہ آدمی کی پہچان وہاں سے ہوتی ہے جہاں وہ رہتا ہے نہ کہ وہاں سے جہاں وہ پروان چڑھتا ہے اور آدمی کی پہچان وہاں سے ہوتی ہے جہاں وہ موجود رہتا ہے نہ کہ وہاں سے جہاں وہ پیدا ہوتا ہے۔ (ابشیہی)

ایک شاعر نے کہا ہے:

(۱)۔ ہر چیز کے لیے مخلوق میں ایک زینت ہے اور آدمی کی زینت ادب کا کامل ہونا ہے۔

(۲)۔ آدمی اپنے آداب کی وجہ سے ہم میں معظم ہوتا ہے اگرچہ وہ نسب میں کم تر، خسیس ہو

(۶۸)۔ کہا گیا ہے: کہ فضل و بزرگی عقل اور ادب کی بنیاد پر ہے نہ کہ نسب اور خاندانی شرافت کی وجہ سے، اور کہا گیا ہے کہ آدمی اپنی فضیلت کی وجہ سے (بلند) ہے نہ کہ کنبہ اور گھرانہ کی وجہ سے، اور آدمی (بلند ہے) اپنے کمال کی وجہ سے نہ کہ اپنی خوبصورتی کی وجہ سے، اور ادب کی وجہ سے بلند ہے نہ کہ اپنے کپڑوں کی وجہ سے۔ (ابشیہی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(۱)۔ خوبصورتی ان کپڑوں کی وجہ سے نہیں ہے جو ہمیں زینت دیتے ہیں، بے شک خوبصورتی علم و ادب کی خوبصورتی ہے۔

(۲)۔ یتیم وہ شخص نہیں ہے جس کے والد فوت ہو چکے ہوں بلکہ یتیم وہ ہے جو علم و شرافت کا یتیم ہے (یعنی علم سے ناآشنا ہے)۔

(۶۹)۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: ادب نوجوان کا زیور ہے، ضرورت کے وقت خزانہ ہے، کامل مردانگی پر مددگار ہے، مجلس میں ساتھی ہے، تنہائی میں انسیت دینے والا ہے، کمزور دل اس کے ذریعہ آباد ہوتے ہیں، مردہ عقلیں اس کے ذریعہ زندہ ہوتی ہیں، کمزور آنکھیں اس سے روشن ہوتی ہیں اور اس کے ذریعہ طلب کرنے والے اس چیز کو پالیتے ہیں جس کی وہ کوشش کرتے ہیں۔ (امثال العرب)

(۷۰)۔ ترجمہ:۔ شیرازی نے نوخیز لوگوں کے ادب کے سلسلہ میں کہا ہے:

(۱)۔ بے شک ادب بچوں کو بچپن (کم عمری) میں فائدہ دیتا ہے اور بچپن کے بعد انہیں ادب فائدہ نہیں دیتا ہے۔

(۲)۔ یقیناً شاخوں کو جب تو سیدھا کرے گا تو وہ سیدھی ہو جائیں گی اور اگر تو سوکھی لکڑی کو سیدھا کرے تو وہ نرم (سیدھی) نہیں ہوگی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جاہل مالداروں پر اس بات سے فخر کرتے ہوئے فرمایا:

(۱)۔ ہم اپنے اندر اللہ کی تقسیم پر راضی ہیں کہ ہمارے لیے علم ہے اور جاہلوں کے لیے مال ہے۔

(۲)۔ تو مال جلد ہی ختم ہو جائے گا اور بے شک علم کے لیے زوال (فنا) نہیں۔

اور اللہ ہی کے لیے خوبیاں ہیں جو دوسرے نے کہا ہے:

(۱)۔ علم سینوں میں ایسے ہی ہے جیسے سورج آسمان میں اور عقل آدمی کے لیے ایسے ہی ہے جیسے تاج بادشاہ کے لیے۔

(۲)۔ تو اپنے دونوں ہاتھوں کو علم کی رسی سے مضبوطی سے باندھ لے، کیونکہ علم آدمی کے لیے ایسے ہی ہے جیسے پانی مچھلی کے لیے۔

زبانوں کو یاد رکھنے کے متعلق حضرت علی نے فرمایا ہے:

(۱)۔ زبانوں (کی یادداشت) کے مطابق آدمی کا نفع زیادہ ہوگا اور وہ (جانکاری) اس کے لیے مصیبتوں کے وقت مددگار ہوگی۔

(۲)۔ تو زبانوں کو یاد کرنے کی طرف کوشش کرتے ہوئے جلدی کر، اس لیے کہ ہر زبان حقیقت میں (ایک مستقل) انسان ہے۔

(۷)۔ سکندر نے ایک دن اپنے دانش وروں کی جماعت سے پوچھا جبکہ وہ سفر کا ارادہ کیے ہوئے تھا، تو اس (سکندر) نے کہا، میرے لیے حکمت کا ایسا راستہ بیان کرو جس سے میں اپنے کاموں کو مضبوط کرو اور اس (راستہ) میں اپنی حالتوں کو پختہ کروں، (یہ بات سن کر) ایک بڑے حکیم نے کہا، اے بادشاہ! اپنے دل میں کسی چیز کی محبت اور نہ کسی چیز کی دشمنی داخل کر، کیونکہ دل کی خاصیت اس کے نام کی طرح ہے اور (اس کا) نام قلب رکھا گیا اس کے الٹنے پلٹنے کی وجہ سے، اور غور وفکر کر کے کام کر اور اسے وزیر بنا، عقل کو دوست اور مشیر (مشورہ دینے والا) بنا، تو رات کو بیدار ہونے کی کوشش کر، اور کسی کام کو بغیر مشورہ کے شروع نہ کر، عدل وانصاف کے وقت جھکاؤ اور طرفداری سے بچ، اور جب آپ اسے کریں گے تو تمام کام آپ کی پسند سے جاری ہوں گے، اور آپ اپنے اختیار سے کام کریں گے۔ (غزالی)

کسی نے کہا ہے:

(۱)۔ آدمی کا دنیا میں خوش ہونا دھوکا ہے، اور دنیا میں آدمی کا دھوکا ہی خوشی ہے۔

(۲)۔ آدمی کا دوست تو وہ عقل کی دلیل ہے، اور انسان کی عقل وہ چراغ ہے جو (دوسروں کو) روشن کرتا ہے۔

(۴۷)۔علم مومن کا دوست ہے، بردباری اس کا وزیر ہے، عقل اس کی دلیل ہے، عمل اس کا رہنما ہے، نرمی اس کا باپ ہے، صبر اس کے لشکر کا امیر ہے، تو تیرے لیے ایسی عادت کافی ہے جو اس شریف عادت پر قابض ہو۔(شہر اوی)

تیسرا باب مشہور مثالوں کے بیان میں

(۴۸)۔ترجمہ۔ دو آدمی سیر نہیں ہوتے ہیں ایک علم کا طلب گار اور دوسرا مال کا طلب گار۔تیرا بھائی وہ ہے جو تجھ سے دوستی کرے۔اگر تو چاہتا ہے کہ تیری اطاعت کی جائے تو جتنا لائق ہو سوال کر۔اگر تو نصیحت کرنے میں حد سے مبالغہ کرے گا تو وہ تجھ پر رسوائی لے آئے گی ۔جب تیرا کوئی ناپسندیدہ آدمی مہمان ہو تو صبر کے ساتھ اس کی مہمان نوازی کر۔جب تو سفر سے آئے تو اپنے گھر والوں کو تحفہ بھیج اگر چہ وہ پتھر ہی ہو۔علم کی آفت بھولنا ہے ۔بھائی چارگی کی آفت وعدہ خلافی ہے۔بے شک تیز رفتار گھوڑا کبھی پھسل جاتا ہے۔بے شک لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔بے شک بھلائی کرنے والا بہتر ہے۔بے شک تم کانٹے سے انگور نہیں چن سکتے ۔اگر تم نے تکلیف پر صبر نہ کیا تو کبھی خوش نہ ہوگے۔اگر موافقت نہ ہوئی تو جدائی ہوگی۔اگر مشغولیت محنت اور کوشش ہے تو بے کاری بگاڑ اور فساد ہے۔غصہ کی ابتدا جنون اور پاگل پن ہے اور آخیر شرمندگی ہے۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے تو تو بھی اچھا سلوک کر۔آزاد آدمی (مکمل)آزاد ہے۔اگر چہ اسے کوئی تکلیف بھی پہنچے۔حکمت و دانائی مومن کی گم شدہ چیز ہے۔موت امید کے درمیان حائل ہوگئی ۔دوست کی حفاظت کر اگر چہ وہ آگ میں ہو۔تمہارا اپنے راز کی حفاظت کرنا دوسرے کے حفاظت کرنے سے زیادہ ضروری ہے۔

وہ کام جن میں میانہ روی اختیار کی جائے بہتر ہیں۔زمانہ کی دوا اس پر صبر کرنا ہے۔حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔بہت سی جنگیں ایک ہی بات سے بھڑک اٹھتی ہیں۔بہت سی تنگیاں

کنارے تک پہنچا رہی ہیں۔ بہت سی تھکن آرام لاتی ہیں۔ بہت سی خوشیاں رنج وغم لاتی ہیں۔ بسا اوقات ایک ہی بات نعمت چھین لیتی ہے۔ بسا اوقات خاموشی جواب ہوتا ہے۔

ظالم بادشاہ ہمیشہ رہنے والے فتنہ سے بہتر ہے۔ برے اخلاق برا بنا دیتے ہیں۔

تھوڑی برائی بھی زیادہ ہے۔ لوگوں میں سب سے برا وہ شخص ہے جو اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اسے دیکھیں۔ کاموں کی گواہیاں لوگوں کی گواہیوں سے بہتر ہیں۔ لوگوں پر سب سے مشکل اپنی ذات کو پہچاننا ہے۔ لمبے تجربات عقل میں اضافہ کرتے ہیں۔

ظاہری غصہ وعتاب باطنی کینہ سے بہتر ہے۔

قدم کی لغزش زبان کی لغزش سے درست ہے۔ امتحان کے وقت انسان کی تعظیم یا تحقیر کی جاتی ہے۔ غائب شخص کی دلیل اس کے ساتھ ہے۔ جلدی میں شرمندگی ہے۔ انتظار میں سلامتی ہے۔

ترجمہ: اپنا کھانا کم کر تیری نیند قابل تعریف ہوگی۔ وہ بھٹک گیا جس کی رہنمائی اندھے کرتے ہوں۔ زیادہ ہنسنا رعب کو لے جاتا ہے۔ ہر ناپسندیدہ چیز کی پیروی کی جاتی ہے۔ درہم کی طرح کوئی قاصد نہیں۔ بے وقوف کا دل اس میں منہ میں ہے اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہے۔ اس عادت سے نہ روک جس کو تو کرتا ہے۔ ایسا نرم مت ہو کہ نچوڑ (یعنی بے قدر کر) دیا جائے اور ایسا خشک بھی نہ ہو کہ توڑ (یعنی بالکل اجنبی کر) دیا جائے۔ انعام دینے میں تاخیر کرنا سخی لوگوں کی عادت نہیں ہے۔ بدلہ لینے میں جلدی کرنا شریف لوگوں کی عادت نہیں ہے۔ انسان اپنی دو چھوٹی چیزوں دل اور زبان سے ہے۔ (یعنی اگر یہ دونوں چیزیں اچھی ہیں تو اچھا انسان ہے ورنہ نام کا انسان ہے)۔

بخیل مالداروں کی مثال ان خچروں اور گدھوں کی طرح ہے جو سونے اور چاندی کو اٹھاتے ہیں اور ہنہنا کر بھوسہ اور جو کھاتے ہیں۔ جس نے تجھ سے خالص محبت کی تو اس نے تجھے اپنی چمک دمک عطا کی۔ جس نے کسی چیز کو طلب کیا اور کوشش کی تو پالیا۔ جس نے کسی بری چیز کو

اچھا جانا تو اس نے اسے انجام دیدیا۔ جس نے اپنا راز چھپایا تو وہ اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ جس نے اپنی رائے کو اچھا سمجھا تو وہ بھٹک گیا۔ جس نے غور وفکر کیا تو اس نے اپنی آرزو کو پالیا۔ جو کسی سے محبت کرتا ہے اس کو زیادہ یاد کرتا ہے۔ جس کی بات نرم ہوگئی اس کی محبت ضروری ہوگئی۔ جس کا باطن درست ہوا تو اس کا ظاہر بھی ٹھیک ہوگیا۔ جس نے خوف نہیں جھیلا تو اس نے پسندیدہ چیزوں کو نہیں پایا۔ بستر کی آغوش میں ہوکر امن وامان سے سوجا۔ کیا ہی اچھا ادب سکھانے والا زمانہ ہے۔ احسان کے علاوہ دوسری جگہ احسان کرنا ظلم ہے۔ سخی کا وعدہ قرض ہے۔ ایک ہلاکت دو ہلاکتوں سے زیادہ آسان ہے۔ چغل خور ایک وقت میں ایک مہینے کا فتنہ کرتا ہے۔ عالم کا ایک دن جاہل کی پوری زندگی سے بہتر ہے۔

(۷۴)۔ یہ ۷۴ نمبر بہت زیادہ اشعار پر مشتمل ہونے کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے۔

چوتھا باب جانوروں کی بولیوں کی مثالوں کے بیان میں

کتوں اور لومڑی کا واقعہ

(۷۵)۔ ترجمہ: کچھ کتوں نے ایک مرتبہ ایک درندہ کی کھال پائی تو وہ دانتوں سے اس کی کھال نوچنے لگے، لومڑی نے انھیں دیکھا اور ان سے کہا: خبردار اگر وہ زندہ ہوتا تو ضرور تم اپنے دانتوں کی طرح اس کے لمبے ناخن دیکھتے۔ خلاصہ کلام یہ ہے مرے ہوئے کی مصیبت پر خوش ہونے سے روکنا ہے۔

بلبل اور سیاہ رنگ کے پرندہ کا واقعہ

(۷۶) ترجمہ: بلبل اور سیاہ پرندہ نے ذریعۂ زندگی میں شرکت کی اور ان کی چراگاہ ایک ہی جگہ میں تھی تو ایک دن ان کے پاس سے کچھ شکاری گزرے تو سیاہ پرندہ نے جیسے ہی انھیں دیکھا اڑ گیا اور محفوظ ہوگیا، لیکن بلبل کو پکڑ کر ذبح کردیا گیا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو ایسے کے ساتھ رہے جو اس کے مشابہ نہ ہو تو اس کو مصیبت گھیر لیتی ہے۔

بلے کا واقعہ

(۷۷) ترجمہ۔ ایک بِلّا ایک مرتبہ کسی لوہار کی دکان میں داخل ہوگیا تو اس نے ریتی پائی اور اسے اپنی زبان سے چاٹنے لگا اس حال میں کہ خون زبان سے بہہ رہا تھا اور وہ گمان کر رہا تھا کہ ریتی سے بہہ رہا ہے یہاں تک کہ اس کی زبان ختم ہوگئی اور مرگیا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جاہل انسان اپنی جہالت سے ہوش میں نہیں آتا ہے جب تک لالچ اس پر غالب رہتا ہے۔

ایک بچہ اور بچھو کا واقعہ

(۷۸)۔ ترجمہ۔ ایک بچہ ایک مرتبہ ٹڈیوں کا شکار کر رہا تھا تو اس نے ایک بچھو دیکھا اور اسے ٹڈی گمان کیا پھر اسے پکڑنے کے لیے اپنا ہاتھ پھیلایا پھر اس بچھو سے دور ہوگیا تو بچھو نے اس سے کہا اگر تو مجھے اپنے ہاتھ سے پکڑے گا تو ٹڈیوں کا شکار کرنا چھوڑ دے گا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ انسان کا راستہ یہ ہے کہ وہ اچھائی اور برائی کے درمیان تمیز کرے اور ان میں سے ہر ایک کے لیے علاحدہ تدبیر اختیار کرے۔

بلی نما جانوروں اور مرغیوں کا واقعہ

(۷۹)۔ ترجمہ: بلی نما جانوروں کو یہ خبر ملی کہ مرغیاں بیمار ہوگئی ہیں انہوں نے موروں کی کچھ کھالیں پہنیں اور ان کی ملاقات کے لیے آئے تو انہوں نے مرغیوں سے کہا: تم پر سلامتی ہو اے مرغیوں! تم کیسی ہو اور تمھاری طبیعتیں کیسی ہیں؟ تو مرغیوں نے جواب دیا: بے شک ہم اس دن خیریت سے ہوں گے جب تمھارے چہرے نہیں دیکھیں گے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بہت سے لوگ محبت کا اظہار کرتے ہیں اور دشمنی چھپاتے ہیں۔

انسان اور بت کا واقعہ

(۸۰)۔ترجمہ: کسی انسان کے گھر میں ایک بت تھا جس کی وہ عبادت کرتا تھا اور ہر دن اس کے لیے جانور ذبح کرتا تھا یہاں تک کہ اپنا تمام مال ختم کر دیا آخر کار ایک دن بت ظاہر ہوا اور بت نے اس سے کہا تو مجھ پر اپنا مال ختم مت کر پھر دوسرے معبود کے پاس مجھے ملامت کرے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ انسان کے مناسب یہ ہے کہ اپنا مال برائی میں خرچ نہ کرے پھر دعوی کرے کہ اللہ تعالی نے اسے فقیر کر دیا۔

انسان اور موت کا واقعہ

(۸۱)۔ترجمہ: کسی انسان نے ایک مرتبہ لکڑیوں کا بنڈل اٹھایا تو لکڑیاں اس پر بھاری ہوگئیں ،جب وہ تھک گیا اور انھیں اٹھانے سے پریشان ہوگیا تو انھیں اپنے کندھے سے پھینک دیا اور اپنی موت کو بلایا تو موت اس کے سامنے یہ کہتے ہوئے ظاہر ہوئی ،جی میں حاضر ہوں تو نے مجھے کیوں بلایا ہے ؟ تو انسان نے اس سے کہا میں نے تجھے اس لیے بلایا ہے تاکہ میرے کندھے پر لکڑیوں کے اس بنڈل کو رکھ دے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سارا عالم دنیا سے محبت کرتا ہے کمزوری اور نامرادی سے اکتاتا ہے۔(لقمان)۔

دو بلیوں اور بندر کا واقعہ

(۸۲)۔ترجمہ: دو بلیوں نے پنیر کا ایک ٹکڑا اچک لیا اور اسے لے کر بندر کے پاس گئیں تاکہ وہ اسے ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دے تو اس نے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا اور ان دونوں کو ایک ترازو میں رکھا تو بڑا ٹکڑا غالب ہوگیا تو اس کا کچھ حصہ وہ اپنے دانتوں میں لے کر یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ بڑے والے حصے کی چھوٹے والے حصے سے برابری کرنا چاہتا ہے۔لیکن جب وہ زیادہ والے ٹکڑے سے کچھ لیتا تو چھوٹا والا ٹکڑا غالب آجاتا تو اس نے اس کے ساتھ وہ کیا جو اس کے ساتھ کیا تھا پھر اس کے ساتھ وہ کیا جو اس کے ساتھ کیا تھا یہاں تک کہ پنیر کا ٹکڑا ختم ہونے لگا، تو دونوں بلیوں نے اس سے کہا ہم اس تقسیم سے راضی ہیں تو ہمیں پنیر کا ٹکڑا

دیے، اس نے کہا جب تم دونوں راضی ہو لیکن انصاف کرنے والا راضی نہیں ہوتا ہے، اور وہ اسی طرح ان میں سے غالب ٹکڑے کو دانتوں سے کترتا رہا یہاں تک کہ دونوں کو ختم کر دیا تو دونوں بلیاں رنج وغم اور نامرادی کے ساتھ یہ کہتے ہوئے واپس ہوئیں۔

کوئی ہاتھ نہیں ہے مگر اس کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اور کوئی ظالم نہیں ہے مگر وہ اس سے بڑے ظالم سے آزمایا جائے گا۔

شکاری اور چڑیا کا واقعہ

(۸۳)۔ ترجمہ: ایک شکاری سردی کے دنوں میں چڑیوں کا شکار کرتا تھا وہ انھیں ذبح کرتا تھا اور آنسوں بہہ رہے تھے تو ایک چڑیا نے اپنی ساتھی چڑیا سے کہا آدمی سے تمھیں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے، کیا تم نہیں دیکھتی ہو کہ وہ رو رہا ہے تو دوسری والی نے اس سے کہا: اس کے آنسوؤں کو مت دیکھو بلکہ وہ دیکھو جو اس کے ہاتھ کر رہے ہیں۔

کالے شخص کا واقعہ

(۸۴)۔ ترجمہ: ایک کالا شخص سردی کے موسم میں برف لیتا اور اس سے اپنا بدن رگڑتا تو اس سے کہا گیا وہ ایسا کیوں کرتا ہے تو اس نے کہا: شاید کہ میں گورا ہو جاؤں، تو ایک عقل مند نے اس سے کہا: اے شخص! اپنے آپ کو مت تھکا ہو سکتا ہے کہ برف تیرے جسم سے کالا ہو جائے اور وہ کالا ہی رہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ شرارتی انسان اچھائی کو خراب کر سکتا ہے اور ایسا کم ہوتا ہے کہ اچھائی اسے درست کر دے۔ (لقمان)

لومڑی اور ڈھول کا واقعہ

ترجمہ:اور یہ مثال ہے اس شخص کی جو کسی چیز کو بڑا سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اسے تجربہ ہوجاتا ہے تو اسے چھوٹا سمجھتا ہے۔

(۸۵)۔لوگوں نے کہا ہے کہ ایک لومڑی ایک ایسی گنجان جھاڑی میں آئی جس میں ایک درخت پر ڈھول لٹکا ہوا تھا اور درخت کی شاخوں پر جب ہوا چلتی تو اسے ہلاتی اور ڈھول پہ مارتی تو اس سے ایک بڑی آواز سنائی دیتی تو لومڑی ایک عظیم آواز سن کر اس کی جانب متوجہ ہوئی جب اس کے پاس پہنچی تو اسے زبردست پایا تو اس نے اپنے دل میں اسے زیادہ چربی اور گوشت والا یقین کرلیا اور اسے انجام دیدیا یہاں تک کہ اسے پھاڑ دیا جب اس نے اسے کھوکھلا دیکھا جس میں کوئی چیز نہیں تھی تو کہا میں نہیں جانتی تھی کبھی بے کار چیزیں بلند آواز اور بڑے جسم والی ہوتی ہیں۔

شیر لومڑی اور بھیڑیے کا واقعہ

ترجمہ:۔اور یہ مثال ہے اس کی جو دوسرے سے نصیحت قبول کرے اور اس سے نصیحت حاصل کرے۔

(۸۶)۔ایک شیر،لومڑی اور بھیڑیا ساتھی ہوگئے تو وہ سب شکار کرنے نکلے تو انہوں نے گدھے ،خرگوش اور ہرن کا شکار کیا تو شیر نے بھیڑیے سے کہا:ہمارے درمیان تقسیم کردو۔اس نے کہا معاملہ واضح ہے گدھا شیر کے لیے،خرگوش لومڑی کے لیے اور ہرن میرے لیے ہے۔تو شیر نے اسے زور سے مارا اور اس کا سر کاٹ دیا پھر لومڑی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا تیرا ساتھی تقسیم کے بارے میں کتنا جاہل تھا تو فیصلہ کر،تو لومڑی نے کہا:اے ابوالحارث (یہ شیر کی کنیت ہے)معاملہ ظاہر ہے ،گدھا تمہارے دوپہر کے کھانے کے لیے ،ہرن شام کے کھانے کے لیے اور ان کے درمیان وقت کے لیے خرگوش کا سرکہ بنالیں ،تو شیر نے اس

سے کہا تو نے کتنا اچھا فیصلہ کیا ہے۔ کس نے تمہیں یہ حکمت سکھائی؟ تو اس نے کہا بھیڑیے کے سر کا اس کے جسم سے جدا ہونا (اس نے مجھے یہ حکمت سکھائی ہے)۔ (قلیوبی)۔

گھریلو چوہیا اور جنگلی چوہیا کا واقعہ

(۸۷)۔ ترجمہ۔ کہا گیا ہے کہ گھروں کی چوہیا نے جنگل کی چوہیا کو تنگی اور آزمائش میں دیکھا تو اس سے کہا تم یہاں کیا کر رہی ہو میرے ساتھ ان گھروں میں چلو جن میں قسم قسم کی نعمتیں اور خوش حالی ہے تو وہ اس کے ساتھ گئی اور جب وہ پہنچی تو اس گھر کے مالک نے جس میں وہ رہتی تھی اس کے لیے پکی اینٹ کی ایک تاک تیار کی جس کے نیچے چربی کا ٹکڑا تھا تو وہ چوہیا چربی کا ٹکڑا لینے کے لیے اس میں داخل ہوئی تو اینٹ اس پر گر گئی اور اسے زخمی کر دیا تو جنگلی چوہیا بھاگی اور اپنا سر تعجب سے ہلایا اور بولی میں بہت سی نعمتیں اور سخت مصیبت دیکھتی ہوں بے شک آرام اور تنگ دستی میرے نزدیک اس مالداری سے بہتر ہے جس میں موت ہوتی ہو پھر وہ جنگل کی طرف بھاگ گئی۔ (ابشیہی)۔

گبریلا اور شہد کی مکھی کا واقعہ

(۸۸)۔ ترجمہ۔ گبریلا نے کسی شہد کی مکھی سے کہا اگر تو مجھے اپنے ساتھ رکھ لے تو میں تیری طرح اور زیادہ شہد دوں گا تو شہد کی مکھی نے اس کی بات کو قبول کر لیا جب وہ اپنی کہی ہوئی بات پوری نہ کر سکا تو مکھی نے اپنا ڈنک مارا (ڈنگ) مارتے ہی وہ مرنے لگتا ہے تو اپنے دل میں کہتا ہے یقیناً میں مستحق ہوں اس تکلیف کا جو مجھے پہنچی ہے کیوں کہ جب میں تار کول اچھا نہیں کر سکتا تو شہد کیسے کروں گا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بہت سے لوگ نامناسب دعوے کرتے ہیں پھر ان کا انجام رسوائی ہوتا ہے۔ (لقمان)۔

سور اور گدھی کا واقعہ

(۸۹) ترجمہ: کسی رومی آدمی کے پاس ایک سور تھا تو اس نے اسے ایک ستون سے باندھ دیا اور گھاس اس کے سامنے رکھ دی تاکہ وہ اسے موٹا کر دے اور اس کے برابر میں ایک گدھی تھی جس کا ایک بچہ تھا وہ بچہ بکھری ہوئی گھاس کو اٹھا لیتا تھا، تو اس نے اپنی ماں سے کہا: اے میری ماں یہ گھاس کیا ہی اچھی ہے اگر ہمیشہ رہے تو اس کی ماں نے اس سے کہا اس سے قریب نہ ہو کیوں کہ اس کے پیچھے ایک عام بڑی مصیبت ہے، جب رومی شخص نے سور کو ذبح کرنا چاہا اور چھری اس کے حلق پر رکھ دی تو سور بے چین ہونے لگا اور پیر مارتا تھا، تو وحشی کا بچہ بھاگا اور اپنی ماں کے پاس آیا اور اس کے سامنے اپنے دانتوں کو نکالا اور کہا تیرے اوپر رحم ہوا اے میری ماں! تو دیکھ اگر میرے دانتوں میں اس گھاس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے تو اسے نکال دے ، سلامتی کے ساتھ قناعت کرنا کیا ہی اچھا ہے ۔ (ابشیہی)

کتے اور چیل کا واقعہ

(۹۰) ترجمہ: ایک مرتبہ کسی کتے نے کھال سے گوشت کا ایک ٹکڑا اچک لیا اور دریا میں گھس کر اترا تو گوشت کے ٹکڑے کا سایہ پانی میں دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ ٹکڑا اس کے پاس والے ٹکڑے سے بڑا ہے تو اپنے پاس کے ٹکڑے کو پھینک دیا، ایک چیل اتری اور اس ٹکڑے کو لے گئی اور کتا بڑے ٹکڑے کی طلب میں دوڑنے لگا اور کچھ بھی نہیں پایا پھر اپنے پاس والے ٹکڑے کی طلب میں لوٹ آیا پھر اسے بھی نہیں پایا تو بولا: میری ہلاکت، میں وہ ہوں جس نے خود کو ہلاکت میں ڈالا اس لیے کہ میں نے اس چیز کو ضائع کر دیا جو میرے قبضے میں تھی اور میں نے ایسی چیز کی طلب میں کوشش کی جو میرے قبضے میں نہیں تھی اور میرے لیے ٹھیک بھی نہیں ہوتی ہے۔ اس کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ انسان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ تھوڑی سی موجود چیز کو چھوڑ دے اور غیر موجود زیادہ چیز کو طلب کرے۔

لومڑیوں اور خرگوشوں کا واقعہ

(۹۱)۔ترجمہ:ایک مرتبہ گدھوں اور خرگوشوں کے درمیان لڑائی ہوگئی تو خرگوش ان لومڑیوں کے پاس گئے وہ ان سے عہدوپیمان کرتے ہیں اور گدھوں پر مدد طلب کرتے ہیں، تولومڑیوں نے ان سے کہا:اگر ہم تمہیں پہچانتے اور جانتے کہ تم کس سے لڑرہے ہو تو ہم بھی ضرور ایسا کرتے ۔اس کا معنی یہ ہے کہ انسان کا راستہ یہ ہے کہ وہ اپنے سے زیادہ طاقت وقوت والے سے جنگ نہ کرے۔

ہرن اور لومڑی کا واقعہ

(۹۲)۔ترجمہ:ایک مرتبہ کوئی ہرن پیاسہ ہوگیا تو وہ پانی پینے کے لیے پانی کے چشمہ کے قریب آیا اور پانی کبھرے کنوئیں میں تھا پھر جب اس نے نکلنے کی کوشش کی تو نہ نکل سکا ،لومڑی نے اسے دیکھا تو اس سے کہا:اے میرے بھائی!تو نے خود کا کام برا کیا کہ جب تو نے اترنے سے پہلے نکلنے کو نہ سمجھا۔

بیل اور شیر کا واقعہ

(۹۳)۔ترجمہ:ایک مرتبہ کسی شیر نے ایک بیل کا شکار کرنا چاہا،لیکن اس کی طاقت کی وجہ سے اس کی ہمت نہ کرسکا تو اس کے پاس گیا اور چاپلوسی کرتے ہوئے کہا:آج میں نے ایک موٹا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور میری خواہش ہے کہ تم اسے اس رات میرے پاس کھاؤ،تو بیل نے اس کی بات کو قبول کیا،جب (شیر کے) ٹھکانہ پر پہنچا اور اسے دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ شیر نے بہت سی لکڑیاں اور بڑی دیگیں تیار کررکھی ہیں،تو وہ بھاگتے ہوئے واپس ہوا،تو شیر نے اس سے کہا تم یہاں آنے کے بعد واپس کیوں جارہے ہو؟تو بیل نے کہا:اس لیے کہ میں نے جان لیا کہ یہ تیاری بکری کے بچہ سے بڑے جانور کے لیے ہے۔اس کا معنی یہ ہے کہ عقل مند کے لیے مناسب یہ ہے کہ اپنے دشمن کی تصدیق نہ کرے۔

دو کتوں کا واقعہ

(۹۴)۔ ترجمہ: ایک مرتبہ کسی کتے کی اس کے ساتھیوں کے گھر میں دعوت تھی وہ بازار کی طرف نکلا تو اسے ایک دوسرا کتا ملا اس نے اس سے کہا تمہیں معلوم ہے کہ آج ہمارے پاس ایک دعوت ہے ہمارے ساتھ چلو تاکہ آج ہم سب کھانے پینے میں مشغول رہیں، تو وہ اس کے ساتھ چلا گیا اور اس کے ساتھ باورچی کھانے میں داخل ہو گیا، جب اسے خادموں نے دیکھا تو کسی خادم نے اس کی دُم پکڑی اور اسے دیوار سے گھر کے باہر پھینک دیا اس پہ بیہوشی طاری ہو گئی جب وہ ہوش میں آیا تو مٹی جھڑی اس کے ساتھیوں نے اسے دیکھ لیا تو کہا: آج تم کہاں تھے؟ کیا تم کھانے پینے میں مشغول تھے جبکہ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آج آپ نکل گئے آپ نہیں جانتے راستہ کیسا ہے؟۔ اس کا معنی یہ ہے کہ بہت سے لوگ طفیلی (بے بلائے دعوت میں شریک ہونے والا) ہوتے ہیں پھر ذلت ورسوائی کے بعد دھتکارے ہوئے نکلتے ہیں۔

عابد اور دھوکا بازی کرنے والوں کا واقعہ

(۹۵)۔ ترجمہ: اور یہ مثال ہے اس شخص کی جو دھوکا بازی کرنے والے جھوٹے کی تصدیق کرے تو وہ گھاٹا اٹھانے میں سے ہو گئے۔

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ایک عابد نے ایک موٹی بکری خریدی تاکہ اسے قربان کرے اور اسے کھینچتے ہوئے لے کر چلا، ایک فریب دینے والی قوم نے اسے دیکھ لیا، تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اسے اس سے حاصل کر لیں، پھر ان میں سے ایک ظاہر ہوا اور کہا: یہ کتا کیسا ہے جو آپ کے ساتھ ہے پھر ایک دوسرا ظاہر ہوا تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ شخص عابد نہیں ہے اس لیے کہ عابد کتے کو نہیں چلاتا ہے تو وہ لگاتار اس کے ساتھ اسی طرح کی باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ اسے شک نہیں رہا کہ جسے وہ کھینچ رہا ہے وہ کتا ہے اور بیچنے

والے نے اِس کی آنکھوں پر جادو کر دیا ہے، تو اس نے اسے اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا، دھوکہ باز و نے اسے پکڑ لیا اور لے کر چلے گئے۔ (کلیلہ ودمنہ)۔

ایک کنوئیں میں انسان، شیر اور ریچھ کا واقعہ

(۹۶)۔ ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ ایک انسان شیر سے بھاگا اور کنوئیں میں گر گیا، اس میں ایک ریچھ پایا، پھر ان دونوں کے بعد شیر گر گیا، تو شیر نے ریچھ سے کہا تم یہاں کتنے دن سے ہو؟ تو ریچھ نے شیر سے کہا: چند دن سے اور مجھے بھوک نے مار ڈالا ہے، تو شیر نے ریچھ سے کہا ہم اس انسان کو کھا لیتے ہیں جبکہ ہمیں کافی بھوک ہے تو ریچھ نے شیر سے کہا: جب ہمیں دوبارہ بھوک لگے گی تو ہم کیا کریں گے ؟لیکن بہتر یہ ہے کہ ہم اس کے لیے حلف اٹھائیں کہ ہم اسے تکلیف نہ دیں گے تو وہ ہماری نجات کے بارے میں کوئی حیلہ کرے کیوں کہ حیلہ پر وہ ہم سے زیادہ طاقت رکھتا ہے تو انہوں نے اس کے لیے قسم اٹھائی تو اس نے حیلہ کیا یہاں تک کہ خود بھی نجات پائی اور ان کو بھی بچا لیا تو ریچھ کی نظر شیر کی نظر سے زیادہ کامل تھی۔ (قلیوبی)

لومڑی اور بجو کا واقعہ

(۹۷)۔ ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ لومڑی نے کنوئیں میں جھانکا جبکہ وہ پیاسی تھی اس پر ایک رسی تھی جس کے دونوں کناروں میں دو ڈول تھے، تو وہ اونچے والے ڈول میں بیٹھی اور نیچے اتر گئی اور پانی پیا، پھر بجو آیا اور کنوئیں میں جھانکا تو اس نے پانی میں چاند کو آدھا دیکھا اور لومڑی کنوئیں کی گہرائی میں بیٹھی ہوئی ہے، تو بجو نے اس سے کہا تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ تو اس نے بجو سے کہا میں نے اس پنیر کا آدھا حصہ کھا لیا ہے اور باقی آدھا حصہ تمہارے لیے بچا ہے اتر جاؤ اور اسے کھا لو تو بجو نے کہا: اور میں کیسے اتروں؟ لومڑی نے کہا تم ڈول میں بیٹھ جاؤ تو وہ اس میں بیٹھ کر نیچے اتر گیا اور لومڑی دوسرے والے ڈول میں اوپر ہو گئی جب وہ دونوں کنوئیں کے بیچ میں ملے تو بجو نے لومڑی سے کہا یہ کیا ہے؟ لومڑی نے کہا اسی طرح

بڑھتی بدلتا رہتا ہے۔ تو ان دونوں کے ذریعہ دو مختلف چیزوں کے بارے میں عرب میں مثال بیان کی جانے لگی۔ (شریشی)۔

انسان، شیر اور ریچھ کا واقعہ

(۹۸)۔ ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ ایک انسان شیر سے بھاگا، اس نے ایک درخت کی پناہ لی اور اس پر چڑھ گیا تو اچانک کیا دیکھا کہ اس کے اوپر ایک ریچھ ہے جو درخت کے پھل چن رہا ہے تو شیر درخت کے نیچے آیا پھر انسان کے اترنے کا انتظار کرتے ہوئے (بازو پھیلا دیے، تو مرد ریچھ کی جانب متوجہ ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ اپنے منھ پر انگلی سے اشارہ کر رہا ہے ابھی خاموش ہو جا تاکہ شیر کو احساس نہ ہو کہ میں یہاں ہوں تو مرد حیرت میں پڑ گیا، اس کے پاس ایک عمدہ چھری تھی تو وہ اس شاخ کو کاٹنے لگا جس پر ریچھ تھا یہاں تک کہ اسے ختم کر دیا (شاخ کٹتے ہی) ریچھ زمین پر گر گیا تو شیر اس پر کود پڑا اور دونوں نے باہم کشتی لڑی، تو شیر نے ریچھ کو پچھاڑ دیا اور بار بار حملہ کیا اور مرد نے اللہ کے حکم سے نجات پائی۔ (قلیوبی)۔

گدھے اور بیل کا واقعہ

(۹۹)۔ ترجمہ: لوگوں نے بیان کیا ہے کہ کسی آدمی کا ایک گدھا تھا جسے آرام نے ناشکر گزار بنا دیا تھا اور ایک بیل تھا جسے مشقت نے ذلیل کر دیا تھا تو بیل نے ایک دن اپنے معاملہ کی گدھے سے شکایت کی اور اس سے کہا اے میرے بھائی! کیا تیرے پاس ایسی کوئی چیز ہے کہ تو مجھے نصیحت کرے جو مجھے اس سخت مشقت سے آرام دے، تو گدھے نے اس سے کہا: بیمار ہو جا اور اپنی گھاس مت کھا، جب صبح ہوگی اور ہمارا مالک تمہیں اسی طرح دیکھے گا تو تمہیں چھوڑ دے گا اور تمہیں کاشت کاری کے لیے نہیں لے جائے گا تو اس طرح تم آرام پا جاؤ گے، لوگوں نے بیان کیا ہے کہ ان دونوں کا مالک جانوروں کی زبان سمجھتا تھا تو وہ ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو کو سمجھ گیا، پھر اس بیل نے گدھے کی نصیحت کو قبول کیا

اور اسی کے مطابق کام کیا، جب صبح ہوئی تو ان دونوں کا مالک آیا اور بیل کو دیکھا کہ وہ اپنی گھاس نہیں کھا رہا ہے تو اسے چھوڑ دیا اور اس کے بدلے گدھے کو لے گیا اور اس پورے دن اس سے کھیتی جوتی یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ مشقت سے مر جائے تو وہ بیل کو اپنی نصیحت کرنے پر شرمندہ ہوا، جب گدھا شام کے وقت واپس آیا تو بیل نے اس سے کہا: اے میرے بھائی! کیسے حال ہیں؟ اس نے کہا ٹھیک ہیں، مگر آج میں نے ایک ایسی بات سنی ہے جس نے مجھے تم پر خوف زدہ کر دیا ہے تو بیل نے اس سے کہا وہ کیا ہے؟ گدھے نے کہا میں نے اپنے مالک کو کہتے سنا ہے کہ جب بیل اسی طرح بیمار رہے گا تو اسے ذبح کر دینا ضروری ہے تاکہ ہم اس کی قیمت سے نقصان نہ اٹھائیں، اب رائے یہ ہے کہ تم اپنی عادت کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنی گھاس کھاؤ، کیوں کہ تم پر یہ بڑی مصیبت پیش آجانے کا خوف ہے، تو بیل نے اس سے کہا تو نے سچ کہا: اور فوراً گھاس کی طرف گیا اور اسے کھایا، تو اس وقت ان دونوں کا مالک ہنسا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جو کم رائے والا ہوتا ہے تو وہ ایسی چیز پر عمل کرتا ہے جس کا انجام اس پر آفت اور ہلاکت ہوتا ہے۔ (الف لیلہ و لیلہ)۔

پانچواں باب خوبیوں اور خامیوں کے بیان میں

نصیحت اور مشورہ

(۱۰۰)۔ ترجمہ: بے شک عقلمند جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس میں لوگوں سے مشورہ کرتا ہے، اگرچہ وہ جان کار واقف کار ہو، اس لیے کہ جس شخص نے اپنی رائے کو پسند کیا وہ بھٹک گیا، اور جس شخص نے اپنی عقل پر اکتفا کیا وہ ٹھوکر کھا گیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ لوگ تین (طرح کے) ہوتے ہیں، ایک مرد (کامل مرد) ہے، اور ایک مرد آدھا مرد ہے، اور ایک مرد مرد نہیں ہے، لیکن جو مرد (کامل) مرد ہے تو وہ تدبیر اور مشورہ (سے کام

کرنے)والا ہے،اور رہا وہ مرد جو آدھا مرد ہے تو وہ خود تدبیر کرنے والا ہو اور مشورہ نہ کرتا ہو،اور وہ مرد جو مرد نہیں ہے تو وہ شخص ہے جو نہ خود تدبیر والا ہو اور نہ مشورہ کرتا ہو۔

(۱۰۱)—اور منصور نے اپنے لڑکے سے کہا کہ مجھ سے دو باتیں لے لے:(۱)—بغیر سوچے کچھ نہ کہہ(۲)اور بغیر سوچے کچھ نہ کر،فضل نے کہا ہے:مشورہ میں برکت ہے۔

اور ایک اعرابی نے کہا ہے:عقل سے بڑھ کر کوئی مال نہیں ہے،اور جہالت سے بڑھ کر کوئی محتاجی نہیں ہے،اور مشورہ سے طاقتور کوئی پیٹھ (مراد مددگار،سہارا)نہیں ہے،اور کہا گیا ہے درست رائے سخت بہادر سے زیادہ بچانے والی ہوتی ہے۔

اردشیر نے کہا ہے:حقیر آدمی کی عمدہ رائے کو حقیر نہ سمجھو،اس لیے کہ موتی کو اس کے نکالنے والے کے حقیر ہونے کی وجہ سے حقیر نہیں سمجھا جاتا ہے۔

(۱۰۲)—کسی حاکم نے جریر بن یزید سے کہا:بے شک میں نے تجھے ایک کام کے لیے تیار کیا ہے ،اس نے عرض کیا،اے امیر المؤمنین !بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے میری جانب سے وہ دل تیار کیا ہے جو آپ کی ہمدردی اور خیر خواہی سے بندھا ہوا ہے ،اور ایسا ہاتھ (تیار کیا)ہے جو آپ کی اطاعت وفرمانبرداری کے لیے پھیلا ہوا ہے ،اور ایسی تلوار (تیار کی ہے)جو آپ کے دشمن پر برہنہ کی ہوئی ہے۔

اصمعی نے شعر کہا ہے:

(۱)—نصیحت زیادہ سستی ہے ان تمام چیزوں سے جو لوگوں نے بیچیں،تو کسی نصیحت کرنے والے پر اس کی نصیحت کو مت لوٹا،اور نہ ملامت کر۔

(۲)—بے شک نصیحتوں کے گھاٹ عقل مند اور دانش مند لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہوتے۔

محبت اور سچی دوستی

(۱۰۳)—ترجمہ:لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا،اے میرے بیٹے،چاہیے کہ پہلی وہ چیز جس کو تم ایمان کے بعد حاصل کرو نیک دوست ہو،اس لیے کہ دوست کی مثال کھجور کے

درخت کی طرح ہے، اگر تو اس کے سایہ میں بیٹھے گا تو وہ تجھے سایہ دے گا، اور اگر تو اس کی لکڑی تراشے تو وہ تجھے نفع دے گی، اور اگر تو اس کا پھل کھائے تو اس کو لذیذ عمدہ پائے گا۔(امثال العرب)

(۱۰۴)۔ الف لیلہ ولیلہ کتاب میں آیا ہے:(۱) انسان مقبولیت کے زمانہ میں (پھلدار)درخت کی طرح ہے، جب تک پھل رہے لوگ اس کے اردگرد رہتے ہیں۔(۲) یہاں تک کہ جب اس کا پھل چلا جاتا ہے تو وہ واپس ہوجاتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ گرمی اور گردو غبار برداشت کرے۔

زہیر نے کہا ہے:

(۱)۔ محبت نہیں چھپتی ہے اگر تو اسے چھپائے، اور تمھاری دونوں آنکھیں دشمنی کو ظاہر کر دیتی ہیں۔

اور ایک دوسرے شاعر نے کہا:

(۱) اپنے دشمن سے ایک مرتبہ محتاط رہ، اور اپنے دوست سے ہزار بار محتاط رہ۔

(۲) اس لیے کہ بعض اوقات دوست پھر جاتا ہے تو وہ نقصان دہ چیزوں کو زیادہ جانتا ہے۔

دشمنی کے اسباب کا بیان

(۱۰۵)۔ ترجمہ: شبیب بن شیبہ سے کہا گیا، کیا وجہ ہے کہ (فلاں کی کیا حالت ہے) فلاں تم سے دشمنی رکھتا ہے، اس نے کہا، اس لیے کہ وہ نسب میں میرا سگا بھائی ہے، اور شہر میں میرا پڑوسی ہے، اور پیشہ میں میرا ساتھی ہے، اور ایک آدمی نے دوسرے سے کہا، بے شک میں تجھ سے خالص محبت کرتا ہوں، تو اس نے کہا، مجھے معلوم ہے، اس نے کہا، تم کو کس طرح معلوم ہوا؟ حالانکہ میرے پاس میری بات کے علاوہ کوئی گواہ بھی نہیں ہے، اس نے کہا، اس لیے کہ تو میرا قریبی پڑوسی نہیں ہے، اور نہ رشتہ دار، نہ چچیرا بھائی، اور نہ پیشہ میں مشابہ ہے۔(ثعالبی)

زبان کی حفاظت کا بیان

(۱۰۶)--ترجمہ:--علما نے کہا ہے:خاموشی لازم کرلو اس لیے کہ اس میں سلامتی ہے،اور فضول باتوں سے بچو،اس لیے کہ اس کا نتیجہ پشیمانی ہے۔(کلیلہ ودمنہ)

اور یہ اشعار ان میں سے ہیں جنھیں لوگوں نے اس باب میں بیان کیا ہے:

(۱) اے انسان!اپنی زبان کی حفاظت کر کہ وہ کہیں تجھے نہ ڈس لے،اس لیے کہ وہ (زبان) سانپ ہے۔

(۲)--قبرستان میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنی زبان کے مقتول ہیں ،جن سے ملنے (ملاقات کرنے) سے بہادر بھی ڈرتے تھے۔

(۱۰۷)--(۱) لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا:اے میرے بیٹے!جب لوگ اپنے کلام کی عمدگی پر ناز کریں تو تو اپنی خاموشی کی خوبی پر ناز کر۔(ابشیہی)

شہرادی نے کہا ہے:

(۱)--خاموشی سامان زینت ہے اور چپ رہنا سلامتی ہے،تو جب تو بولے تو زیادہ بات کرنے والا نہ ہو۔

(۲)--میں اپنی خاموشی پر ایک مرتبہ بھی شرمندہ نہ ہوا،اور بولنے پر کئی بار شرمندہ ہو چکا ہوں۔

(۱۰۸)--ہمیں خبر پہنچی ہے کہ قس بن ساعدہ اور اکثم بن صیفی جمع ہوئے،تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا آپ نے اولاد آدم میں کتنے عیب پائے ہیں؟اس نے کہا وہ شمار (احاطہ کرنے) سے زیادہ ہیں،اور میں نے ایک ایسی عادت پائی ہے کہ اگر انسان اس کو استعمال کرے تو وہ (عادت) تمام عیبوں کو چھپالے،اس نے کہا وہ (عادت) کیا ہے؟کہا ،زبان کی حفاظت۔(ابشیہی)

راز کے پوشیدہ رکھنے کا بیان

(۱۰۹) ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرا راز تیرا قیدی ہے، تو جب تو اسے بول دے گا تو تو اس کا قیدی ہو جائے گا۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دل برتن ہیں اور ہونٹ ان کے تالے ہیں اور زبانیں ان کی چابیاں ہیں، تو چاہیے کہ ہر انسان اپنے راز کی چابی کی حفاظت کرے۔

(۱۱۰)- ایک شاعر نے کہا ہے:

(۱)- ہر ساتھی سے راز کی حفاظت کر، اور (ظاہر کرنے سے) پرہیز کر اس لیے کہ رائے نہیں ہے مگر پرہیز کرنا۔

(۲)- تیرا راز تیرا قیدی ہے اگر تو اس کی حفاظت کرے، اور تو اس کا قیدی ہے اگر وہ ظاہر ہو جائے۔

کسی شاعر نے کہا ہے: ہر وہ علم جو کاغذ میں نہیں ہے وہ ضائع ہو گیا، اور ہر راز جو دو شخصوں سے گزر گیا وہ پھیل گیا۔

(۱۱۱)- ایک شخص نے دوسرے شخص سے خفیہ بات کہی اور اس کو چھپانے کا حکم دیا جب بات پوری ہوئی، تو اس نے کہا کیا تو سمجھ گیا؟ اس نے جواب دیا، بلکہ میں نہیں سمجھا، پھر اس نے کہا کیا تو نے یاد کر لیا؟ اس نے کہا بلکہ میں بھول گیا، اور عمرو بن عاص نے فرمایا: جب میں راز اپنے دوست پر کھول دوں پھر وہ اس کو شائع کر دے تو ملامت مجھ پر ہو گی نہ کہ اس پر، ان سے کہا گیا وہ کیسے؟ (تم پر ملامت ہو گی) کہا اس لیے کہ میں اس (راز) کی حفاظت کا اس سے زیادہ حقدار تھا۔ (ثعالبی)

تحری کتاب میں آیا ہے: جب انسان کا سینہ اپنے راز سے تنگ ہو جائے تو اس شخص کا سینہ جس کو راز بطور امانت دیا جائے زیادہ تنگ ہو گا۔

سچ اور جھوٹ کا بیان

(۱۴۲)۔ترجمہ:۔بے شک سچ دین کا ستون،ادب کا سہارا اور کامل انسانیت کی بنیاد ہے،تو یہ تینوں چیزیں اسی سچ کے ذریعہ مکمل ہوتی ہیں۔اور ارسطاطالیس نے کہا:سب سے اچھا کلام وہ ہے جس میں اس کا کہنا والا سچ بولے اور جس سے اس کا سننے والا فائدہ حاصل کرے،اور بے شک سچ کے ساتھ مرجانا جھوٹ کے ساتھ زندہ رہنے سے بہتر ہے۔

اور اس باب میں محمود وراق کا قول آیا ہے:بلاشبہ سچ سچ بولنے والوں کے لیے باعث چھٹکارا ہے اور رب سے قریب کرنے والی نیکی ہے۔(ابشیہی)

(۱۴۳)۔حجاج نے تقریر کی تو لمبی (تقریر) کی تو ایک آدمی کھڑا ہوا تو اس نے کہا نماز،(یعنی نماز کا وقت ہو چکا ہے)اس لیے وقت تیرا انتظار نہیں کرے گا اور رب تیرا عذر قبول نہیں کرے گا تو اس (حجاج) نے اس کو قید کرنے کا حکم دیا تو اس (حجاج) کے پاس اس کی قوم آئی اور انہوں نے کہا کہ وہ پاگل ہے اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ وہ اس کو رہا کردے،تو (اس بات پر) حجاج نے کہا اگر وہ پاگل پن کا اقرار کرلے تو میں اسے رہا کردوں گا،تو (خبر ملنے پر) اس نے کہا اللہ کی پناہ میں نہیں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بیماری میں مبتلا کیا ہے،جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت بخشی ہے تو جب یہ خبر حجاج کو پہنچی تو اس نے اس کو سچ بولنے کی وجہ سے معاف کردیا۔(ثعالبی)

(۱۴۴)۔کسی دانش مند نے کہا ہے:کہ جھوٹ بدکاری کی طرف لے جاتا ہے اور بدکاری آگ (جہنم) کی طرف لے جاتی ہے،اور سچ نیکی کی طرف لے جاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

کسی شاعر نے کتنی اچھی بات کہی ہے:

(۱)۔جب انسان جھوٹ بولنے میں مشہور ہوجائے تو وہ لوگوں کے نزدیک ہمیشہ جھوٹا رہتا ہے اگرچہ سچا ہو۔

(۲)۔ تو اگر وہ کہتا ہے تو اس کے ہم نشین اس کی بات غور سے نہیں سنتے اور اس کی بات نہیں سنتے اگرچہ وہ بول رہا ہو۔

محمود بن ابی جنود نے کہا ہے:

(۱)۔ جو چغل خوری کرتا ہے اس کے بارے میں میرے پاس تدبیر ہے، اور جھوٹے آدمی کے بارے میں میرے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے۔

(۲)۔ جو شخص گڑھ کر بات کہتا ہے تو اس کے بارے میں میری تدبیر کم ہے۔

حاسد کی برائی کا بیان

(۱۱۵)۔ ترجمہ: احنف حارث بن معاویہ کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے، تو کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تم کسی کمزور کو حقیر نہیں سمجھتے تھے اور کسی شریف آدمی سے حسد نہیں کرتے تھے۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

(۱)۔ حاسد کے مکر ہو عو کا پر صبر کر اس لیے کہ تیرا صبر اس کو قتل کرنے والا ہے، (۲) جیسا کہ آگ خود کو کھا لیتی ہے اگر وہ اپنے کھانے کی چیز نہ پائے۔

(۱۱۶)۔ ارسطا طالیس نے کہا: کہ حسد دو طرح کا ہوتا ہے ایک اچھا اور ایک برا، تو اچھا (حسد) یہ ہے کہ تم کسی عالم کو دیکھو تو اس کی طرح ہونے کی خواہش کرو یا کسی عبادت گزار کو دیکھو تو اس کے کام کی طرح خواہش کرو، اور برا (حسد) یہ ہے کہ تم کسی عالم یا فاضل کو دیکھو تو اس کے مرنے کی خواہش کرو۔ (ثعالبی)

منصور فقیہ نے کہا ہے:

(۱) خبردار! اس شخص سے کہدو جو مجھ سے حسد کرتا ہے کیا تو جانتا ہے کہ کس کے ساتھ تو نے سوء ادب کیا؟

(۲) تو نے اللہ کے احسان کی بے ادبی کی، اس لیے کہ تو اس سے راضی نہیں ہوا جو اس نے عطا کیا۔

❋❋❋

برے اخلاق کی مذمت کا بیان

(۱۱۷) ترجمہ:۔ عمرو بن معدی کرب نے کہا ہے: نرم بات ان دلوں کو نرم بنا دیتی ہے جو چٹانوں سے زیادہ سخت ہوتے ہیں، اور سخت بات ان دلوں کو سخت بنا دیتی ہے جو ریشم سے زیادہ نرم ہوتے ہیں۔ (غزالی)

(۱۱۸)۔ کہا گیا ہے کہ بد اخلاقی عیب لگاتی ہے اس لیے کہ وہ اس بات کی طرف دعوت دیتی ہے کہ اس کا اس کے مثل سے مقابلہ کیا جائے۔

کسی گزرے ہوئے بزرگ سے روایت کی گئی ہے کہ اچھے اخلاق والا اجنبی لوگوں میں رشتہ والا ہے اور برے اخلاق والا اپنے گھر والوں میں بھی اجنبی ہے۔ (ابشیمی)

(۱۱۹)۔ ایک مرد بد اخلاق مرد کے ساتھ ہوا جب وہ اس سے جدا ہوا، کہا میں اس سے جدا ہو گیا لیکن اس کی (بری) عادت اس سے جدا نہیں ہوئی۔ ایک فلسفی نے بد طینت خوبصورت آدمی کو دیکھا تو کہا گھر اچھا ہے اور اس میں رہنے والا گھٹیا کمینہ ہے۔

غصہ کی برائی کا بیان

(۱۲۰) ترجمہ:۔ کسی حکیم سے کہا گیا: کون سا بوجھ زیادہ بھاری ہے، تو اس نے کہا، غصہ، (کا بوجھ زیادہ بھاری ہے)۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ شیطان نے کہا جب آدمی مجھے عاجز بے بس کرتا ہے (تو ہو سکتا ہے کہ وہ عاجز کر دے) لیکن جب وہ غصہ کرتا ہے تو ہرگز مجھے بے بس نہیں کر سکے گا، اس لیے کہ وہ اس کام میں میری پیروی کرتا ہے جس کو میں چاہتا ہوں اور وہ کام کرتا ہے جس سے میں راضی ہوتا ہوں اور پسند کرتا ہوں۔ اور ابو عباد سے کہا گیا ہدایت سے زیادہ دور کون ہے؟ نشہ والا یا غصہ والا، تو اس نے کہا غصہ والا، (ہدایت سے زیادہ دور ہے) کوئی شخص

اس کو معذور نہیں سمجھتا ہے ان گناہوں میں جن کا وہ ارتکاب کرتا ہے، اور زیادہ تر لوگ نشہ والے کو معذور سمجھتے ہیں۔

انکساری کی تعریف اور تکبر کی برائی کا بیان

(۱۴۱)—ترجمہ:۔ کہا گیا جو شخص اپنے آپ کو اپنے رتبے سے نیچے رکھتا ہے تو لوگ اس کو رتبے سے اوپر اٹھا دیتے ہیں اور جو شخص اپنے آپ کو اپنے رتبے سے اوپر رکھتا ہے تو لوگ اس کو اس کے رتبے سے نیچے گرا دیتے ہیں، بزرجمہر سے کہا گیا، کیا آپ ایسی نعمت کو جانتے ہیں جس پر حسد نہ کیا جاتا ہو؟ انھوں نے کہا ہاں: وہ انکساری ہے۔ کہا گیا تو آپ ایسی معصیت کو جانتے ہیں جس معصیت والے پر رحم نہ کیا جاتا ہو؟ کہا ہاں: وہ تکبر ہے۔

(۱۴۲)—حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسے آدمی کو چاہتا ہوں جب قوم میں ان کا امیر ہو تو ان میں سے ایک فرد کی طرح رہے اور جب ان کا امیر نہ ہو تو (اس طرح رہے) گویا کہ وہ ان کا امیر ہے۔

ابو تمام نے اسی معنی کے بارے میں کہا ہے: وہ قوم میں وقار کے خلاف رہنے والا ہے حالانکہ وہ معزز ہے، محلہ میں انکساری کرنے والا ہے، حالانکہ وہ قابل تعظیم ہے۔

دوسرے شاعر نے کہا ہے: وہ انکساری کرنے والا ہے حالانکہ شرافت اس کے مرتبہ کی حفاظت کرتی ہے، اور انکساری کرنے والا عقل مندی کی وجہ سے شرافت میں غالب آجاتا ہے۔

خوارزمی نے کہا ہے: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس نے تکبر کا جوڑا نہیں پہنا، اور ہم میں تکبر ہو جائے گا اگر ہم اس کے دروازے سے گزر جائیں۔ (ثعالبی)

(۱۴۳)—جو شخص علما کی مجلس میں داخل ہونے کا ارادہ کرے اس پر ضروری ہے کہ خاکساری، تابعداری عاجزی اور انکساری کے ساتھ آئے جو شخص ان اوصاف کے ساتھ آئے گا تو وہ زبردست بادشاہ (یعنی اللہ تعالی) کی طرف سے بخشش پائے گا اور جو شخص قارون کی طرح

تکبر کے ساتھ اور بڑا سمجھتا ہوا آئے گا تو تنہا غالب (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے جدائگی اور سزا پائے گا۔ (سیوطی)

(۱۲۴)۔ دانشمندوں نے کہا ہے انکساری کرنے والے کے علاوہ ہر نعمت والے شخص پر حسد کیا جاتا ہے اور عبدالملک نے کہا لوگوں میں سب سے افضل وہ شخص ہے جو بلندی ہونے کے باوجود انکساری کرے، طاقت کے باوجود معاف کرے، اور قوت کے باوجود انصاف کرے، ایک آدمی نے بکر بن عبداللہ سے کہا: مجھے انکساری سکھاؤ، تو انہوں نے اس سے کہا جب تم اس شخص کو دیکھو جو تم سے (عمر میں) بڑا ہے تو کہو کہ وہ شخص نیک عمل میں مجھ سے آگے بڑھ گیا اور وہ اسی لیے مجھ سے بہتر ہے، اور جب تم اس شخص کو دیکھو جو تم سے (عمر میں) چھوٹا ہے تو کہو کہ میں اس سے گناہوں میں بڑھ گیا ہوں اور وہ اسی لیے مجھ سے بہتر ہے۔

ابو عتاہیہ نے کہا ہے:

(۱) اے وہ شخص جس نے دنیا اور اسکی پسندیدہ چیزوں میں عزت حاصل کی، مٹی کا مٹی سے بلند ہونا عزت حاصل کرنا نہیں ہے۔

(۲)۔ اگر تم پوری قوم میں شریف انسان کو (دیکھنا) چاہتے ہو تو غریب کے لباس میں بادشاہ کو دیکھو۔

ابوالفتح بستی نے کہا ہے:

(۱)۔ جو شخص خوشحال زندگی چاہے، جس کے ذریعے سے اپنے دین میں پھر اپنی دنیا میں مقبولیت کا فائدہ اٹھائے۔

(۲)۔ تو ضرور وہ شخص ایسے انسان کو دیکھ لے جو ادب میں اس سے بڑھ کر ہو، اور ضرور ایسے شخص کو دیکھ لے جو مال میں اس سے کمتر ہو۔ (شریشی)

(۱۲۵)۔ کہا گیا ہے تکبر کو چھوڑ دے اگر تو شریف لوگوں میں سے ہے تو پرانے بوسیدہ کپڑے پہننا تجھے نقصان نہیں دے گا اور اگر تو شریف لوگوں میں سے نہیں ہے تو نجیب و شریف ہونا

تجھے فائدہ نہیں دے گا، ماموں نے کہا ہے: کسی شخص نے تکبر نہیں کیا مگر اس کمی کی وجہ سے جس کو اس نے اپنے اندر پایا اور فخر نہیں کیا مگر اس کمزوری کی وجہ سے جس کو اس نے اپنے اندر محسوس کیا۔ بزرجمہر نے کہا: ہم نے انکساری کو جہالت اور بخل کے ساتھ اس تکبر سے زیادہ قابل تعریف پایا جو ادب اور سخاوت کے ساتھ ہو۔ اور منصور فقیہ نے کہا: اے وہ شخص جو عنقریب (دنیا سے) نکلنے والا ہے تو کیوں انکساری نہیں کرتا ہے۔ (ثعالبی)

اس شخص کی برائی کا بیان جو معذرت کرے پھر برائی کرے

(۱۴۶)۔ ترجمہ: مشہور قول میں کہا گیا اس کا معذرت کرنا اس کے جرم سے زیادہ سخت ہے، بسا اوقات (گناہ پر) اڑے رہنا معذرت پیش کرنے سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اور کہا گیا ہے (جیسے) اپنے عذر سے توبہ کرلو پھر گناہ سے۔

شجری نے کہا ہے: اور کتنے گناہ کرنے والے جب اپنے عذر کو پیش کرنے آئے، تو ان کی معذرت نے ایسا گناہ کیا جو ان کے گناہ سے بڑھ کر ہے۔ (ثعالبی)

شراب کی برائی کا بیان

(۱۴۷)۔ ترجمہ:۔ عباس بن علی منصور (شراب کا) جام اپنے ہاتھ میں لیتے پھر اس سے کہتے رہا مال تو تو اسے نگل لیتی ہے، اور رہی کامل مردانگی تو تو اسے اتار دیتی ہے (ختم کر دیتی ہے) اور رہا دین تو تو اسے خراب کر دیتی ہے۔

احمد بن فضل نے کہا ہے:

(۱)۔ میں نے شراب اور اس کے پینے والوں کو چھوڑ دیا، اور میں اس شخص کا دوست ہو گیا جس نے اسے عیب لگایا۔

(۲)۔ شراب ایسی ہے جو ہدایت کا راستہ بھلا دیتی ہے اور برائی کے لیے اس کے دروازہ کو کھول دیتی ہے۔

ابوعلی نے کہا ہے: میں نے شراب اور اس کے پینے والوں کو چھوڑ دیا، اور میں میٹھا خالص پانی پینے لگا۔

ابن وردی نے کہا ہے: اگر تو (واقعی میں) نوجوان ہے تو شراب کو چھوڑ دے، اور جو شخص سمجھ رکھتا ہو وہ پاگل ہونے کی کیسے کوشش کرے گا۔ (شرنبشی)

سخاوت و فیاضی کی تعریف کا بیان

(۲۸)۔ترجمہ: کسی حکیم نے کہا ہے: تمام خوبیوں کی بنیاد سخاوت ہے، اور سخاوت کی بنیاد نفس کا حرام چیزوں سے دور ہونا ہے اور خاص وعام پر اس (نفس) کا اپنی مملوکہ چیز میں فیاض ہونا ہے (یعنی بخشش کی بنیاد یہ ہے کہ نفس کو حرام کام سے بچائے اور اپنی مملوکہ چیز کو لوگوں میں تقسیم کرتا رہے) اور بے شک سخی جاہل اللہ کو بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔ اکثم بن صیفی نے کہا: بھلائی کرنے والا گرتا نہیں ہے اور اگر گرتا ہے تو اپنے لیے سہارے کی چیز پالیتا ہے۔ اور حسن بن سہل سے کہا گیا: فضول خرچی میں کوئی بھلائی نہیں، تو انہوں نے جواب دیا بھلائی میں کوئی فضول خرچی نہیں تو انہوں نے لفظ کو پلٹ دیا اور پورا معنی ادا کردیا۔

(۲۹)۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے احنف بن قیس سے پوچھا، تو کہا، اے ابو بحر! زمانہ کیسا ہے؟ (یعنی میرے عہد خلافت میں لوگوں کا کیا حال ہے اور وہ کیا کہتے ہیں؟) تو انہوں نے جواب دیا، زمانہ تو آپ ہی ہیں اے امیر المومنین! اگر آپ ٹھیک و نیک ہوں گے تو زمانہ ٹھیک ہوگا، اور اگر آپ خراب ہوں گے تو زمانہ خراب ہوگا۔ (غزالی)

***

انصاف کی تعریف کا بیان

(۳۰)۔ترجمہ:۔ نوشیرواں نے کہا: انصاف ایسی شہر پناہ ہے جس کو نہ پانی ڈبو سکتا ہے اور نہ اسے آگ جلا سکتی ہے اور نہ کوئی مشین اسے ڈھا سکتی ہے۔ اور کہا گیا ہے: قائم رہنے والا انصاف ہمیشگی کی بخشش سے بہتر ہے۔ مزید کہا گیا ہے کہ جہاں بادشاہ انصاف نہیں کرتا ہے

وہاں آبادی نہیں رہتی ہے۔ایک حکیم سے کہا گیا: انصاف کی قیمت کیا ہے ؟ اس نے کہا: ہمیشہ کی حکومت، تو کہا گیا ظلم کی قیمت کیا ہے اس نے جواب دیا: زندگی کی ذلت۔

(۳۱)۔کہا گیا: بندوں پر ظلم کرنا آخرت کا کتنا برا توشہ ہے، اور کہا گیا: ظلم ایک نقصان دہ چراگاہ ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک گورنر کی طرف لکھا: کہ جب تمھاری قدرت لوگوں پر ظلم کرنے کی طرف دعوت دے تو تم اپنے اوپر اللہ کی قدرت کو یاد کر لو۔ حفص بن غیاث سے ہارون رشید نے ملاقات کی تو ان کی طرف سوال کرتے ہوئے متوجہ ہوا، تو انھوں نے (حفص بن غیاث) ہارون رشید کے درمیان کلام میں کہا تیری آنکھیں سو گئیں اور مظلوم کھڑا ہے وہ تجھ کو بددعا دیتا ہے۔اور اللہ کی آنکھ نہیں سوئی۔(ثعالبی)

ابو العباس سفاح نے کہا میں ضرور ضرور نرمی کرتا رہوں گا یہاں تک کہ سختی ہی فائدہ دے، اور ضرور ضرور میں خاص لوگوں پر بخشش کرتا رہوں گا جب تک کہ میں عام لوگوں کے تعلق سے ان سے مطمئن نہ ہو جاؤں، اور ضرور ضرور میں اپنی تلوار کو نیام میں رکھوں گا جب تک کہ حق اسے نہ نکالے، اور ضرور ضرور میں عطا کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میں عطیہ کے لیے کوئی جگہ نہ دیکھ لوں۔(شبراوی)

درگزر کرنے کی تعریف کا بیان

(۳۲)۔ترجمہ۔ابن طباطبا نے کہا: میرے اور ایک آدمی کے درمیان کچھ بات چیت ہو گئی، (جس میں اس نے سخت الفاظ استعمال کیے) تو میں نے اس بات کو اس کی طرف سے برداشت کیا پھر میں شرمندہ ہوا (کہ میں نے سخت الفاظ کیوں نہیں کہے) تو میں نے نیند میں ایک بزرگ کو دیکھا وہ میرے پاس آئے اور مجھے کچھ اشعار سنائے۔

(۱) کیا تم شرمندہ ہو گئے جس وقت تم نے درگزر کر دیا اس شخص کو جس نے برا کیا اور ظلم کیا۔

(۲) تم ہرگز شرمندہ نہ ہو، اس لیے کہ ہم میں برا وہ شخص ہے جو بھلائی کرنے کے بعد شرمندہ ہو۔(ثعالبی)

شہزادی نے کہا:

(۱)۔ اگر تم طاقت والے ہو تو بدلہ نہ لو، اس لئے کہ طاقت والے کی طرف سے درگزر کر دینا زیادہ اچھا ہوتا ہے۔

(۲)۔ جب تمہارا کوئی دوست گناہ کر دے تو درگزر کر دو، ہو سکتا ہے کہ جب تم سے گناہ ہو جائے تو تم ایسے شخص سے ملو جو درگزر کر دے۔

(۴۳)۔ کہا گیا: معافی کی لذت سختی کی لذت سے زیادہ اچھی ہوتی ہے، اس لئے کہ معافی کی لذت اچھے بدلہ کی تعریف کی لذت پالیتی ہے، اور سختی کی لذت سے شرمندگی کا غم حاصل ہوتا ہے۔ اور کہا گیا: گناہ گار کو معاف کرنا نفس کی زکوۃ ہے۔ اور کہا گیا: اچھے اخلاق میں سے یہ ہے کہ گناہ کو بخش دیا جائے۔ اور کہا گیا برداشت کرنا عیبوں کی قبر ہے۔ (طرطوشی)

بحتری نے کہا: جب تم بغض وحسد سے باز نہیں رہو گے تو شکر سے کامیاب نہیں رہو گے، اور نہ کسی تعریف کرنے والے کی تعریف سے نیک بخت ہو گے۔

جھگڑوں کی برائی کا بیان

(۴۴)۔ ترجمہ:۔ میمون بن مہران نے کہا: تم اس شخص سے جھگڑا مت کرو جو تم سے زیادہ جاننے والا ہے، اس لیے کہ وہ تم سے اپنے علم کو محفوظ کر لے گا اور تم اسے کچھ بھی نقصان نہ دے سکو گے۔ اور لقمان (حکیم) نے اپنے بیٹے سے کہا: جو شخص اپنی زبان پہ قابو نہیں رکھتا ہے وہ شرمندہ ہوتا ہے، اور جو شخص جھگڑا زیادہ کرتا ہے اسے گالی دی جاتی ہے، اور جو شخص برائی کی جگہوں میں داخل ہوتا ہے وہ بدنام ہو جاتا ہے، اے میرے بیٹے! علما کے ساتھ جھگڑا مت کرو کہ وہ تم سے ناراض ہو جائیں گے، جھگڑا دلوں کو سخت بنا دیتا ہے اور حسد کا سبب بنتا ہے، جب تم کسی مرد کو دیکھو کہ ضدی، جھگڑالو اور خود پہ ناز کرنے والا ہے تو (جان لو) اس کا نقصان مکمل ہو چکا ہے۔

(۳۵) مسعر بن کدام نے اپنے بیٹے کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

(۱)۔۔بے شک میں نے تم کو اے کدام! اپنی نصیحت عطا کی، تو تم ایسے باپ کی بات سنو جو تم پر مہربان ہے۔

(۲)۔لیکن ہنسی، مذاق اور جھگڑا تو تم ان دونوں کو چھوڑ دو، اس لیے کہ یہ دونوں ایسی دو عادتیں ہیں جنھیں میں کسی دوست کے لیے پسند نہیں کرتا ہوں۔(۳) میں نے ان دونوں کا تجربہ کیا تو میں نے ان دونوں کو نہ کسی پڑوس میں رہنے والے پڑوسی اور نہ کسی ساتھی کے لیے پسند کیا۔

ایک عقلمند کسی قوم کے پاس سے گزرا تو انہوں نے اس سے بری بات کہی تو اس نے (جواب میں) اچھی بات کہی تو اس سے کہا گیا (آخر تم نے اچھی بات کیوں کہی اور برائی سے جواب کیوں نہیں دیا) تو عقلمند نے کہا ہر شخص وہی خرچ کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے۔ (شریشی)

مذاق کی برائی کا بیان

(۳۶)۔۔ترجمہ: حجاج بن یوسف نے ابن قریہ سے مذاق کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اس کی شروعات خوشی ہے اور اس کی انتہا رنج ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: مذاق نہیں ہوتا مگر کم عقلی یا اترانے سے۔ کسی ادیب سے بیان کیا گیا ہے کہ تم مذاق سے بچو اس لیے کہ وہ مومن کی دلکشی کو لے جاتا ہے، اور اس کی مردانگی کو ختم کرتا ہے، اور کہا گیا: مذاق سخت دشمنی کا سبب ہے، خوبصورتی کو ختم کرتا ہے دوستی بھائی /چارگی کو کاٹتا ہے۔ اور کہا گیا: جب بات چیت کی ابتدا مذاق سے ہو تو اس کی انتہا گالی گلوچ اور تمانچہ ہوگی۔ (ثعالبی)

ایک آدمی سے کہا گیا: تم نے فلاں آدمی کو (اخلاق میں) کیسا پایا؟ تو اس نے کہا میں نے اسے ملامت اور مذاق میں زبان دراز، بخشش میں بخیل، برائی پر بہت کودنے والا اور بھلائی سے خوب روکنے والا پایا۔ملک فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ رستم کی

انگوٹھی میں یہ نقش تھا، مذاق دشمنی کا سبب ہوتا ہے، جھوٹ نقصان کرنے والا ہوتا ہے اور ظلم فساد برپا کرنے والا ہوتا ہے۔(طرطوشی)

اپنے بیٹوں کو نزار کی وصیت کرنے کا بیان

(۳۷)۔ترجمہ:۔جب نزار کا دنیا کے گھر سے آخرت کے گھر کی طرف روانہ ہونے کا وقت قریب ہوا، تو اپنے چاروں بیٹوں کو اپنے پاس بلایا، اور ان سے کہا: تم جان لو اے میرے لڑکو! بے شک میں تم سے جدا ہو کر آخرت کے گھر کی طرف روانہ ہو رہا ہوں اور میں نے تمھیں اپنی وصیت بیان کرنے کے لیے ہی بلایا ہے، تو جو بات میں تم سے کہوں اس کو محفوظ کر لو اور میری وصیت کی مخالفت نہ کرو، (ورنہ) تو تم پر میری مخالفت کا وبال نازل ہوگا، لڑکوں نے کہا آپ کی وصیت کیا ہے؟ اے ہمارے والد! میری وصیت تم لوگوں کو یہ ہے، کہ تمھارا چھوٹا بڑے کی تعظیم کرے، اے میرے لڑکو! تم لوگ تکبر سے بچو، اس لیے کہ یہ بڑے بڑے ظالموں کو ہلاک کر دیتا ہے، جس نے بھی اس (تکبر) سے محبت کی وہ ہلاک ہو گیا اور غلط راستے پر چلا، اے میرے بیٹو! تم لوگ حسد سے بچو، اس لیے کہ یہ رزق کو گھٹاتا اور جسم کو پگھلاتا ہے، اور حاسد کبھی سردار نہیں ہوتا ہے اور وہ مغموم و غمگین ہو کر ہی مرتا ہے (یعنی حسد کے غم میں گھٹ گھٹ کر مرجاتا ہے) اور تم لوگ لالچ سے بچو، اس لیے کہ یہ لالچی کو مصیبت و پریشانی میں ڈالتا ہے، اور قناعت (یقیناً) مالداری ہے، اے میرے بیٹو! بخیلی سے بچو، (اگر تم ایسا نہیں کروگے) تو وہ تمھیں اللہ اور مخلوق سے دور کر دے گی، اور جس شخص کے نزدیک اس کا مال حقیر و ذلیل ہو اس کا حال اچھا ہوگا، اور اس کی بات سنی جائے گی، اے میرے بیٹو! لوگوں کو کھانا کھلا کر تسلی دو، کشادہ روئی کو زیادہ کرو، اور سلام کو پھیلاؤ، اور رات میں نماز پڑھو اس حال میں کہ لوگ سو رہے ہوں، اے میرے لڑکو! کاہلی سے بچو، اس لیے کہ یہ ناکامی کا سبب بنتی ہے، اے میرے بیٹو! تم غصہ سے بچو، اس لیے کہ یہ ناراضگی کا سبب بنتا ہے، اور چہرے کی بشاشت محبت کا باعث ہوتی ہے، اور یہ (کشادہ روئی) مہمان کی میزبانی

کرنے سے بہتر ہے، اور جس کی بات نرم ہوتی ہے اس کی محبت واجب ہوتی ہے، اے میرے بیٹو! میری وصیت کی مخالفت مت کرنا، اور تم سب جان لو کہ میں نے اپنا مال تمھارے درمیان برابر برابر تقسیم کردیا ہے اور میں نے تم میں سے ہر ایک کا حصہ اپنی اس کتاب میں واضح کردیا ہے، (یعنی لکھ کر رکھ دیا ہے) تو جب تم مجھے میری قبر میں رکھ دو، اور تمھاری نگاہوں سے میری لاش اوجھل ہوجائے، اور عرب کے لوگ میری تعزیت کے لیے آئیں، تو ان کے لیے میرے اونٹ ذبح کرو، اور جب عرب کے لوگ تمھارے پاس سے رخصت ہوجائیں تو میرے نوشتے اور میری وصیت پر بھروسا کرنا اور آپس میں لڑائی مت کرنا۔(اصمعی)۔

چھٹا باب کہانیوں اور لطیفوں کے بیان میں

(۳۸)۔ ترجمہ:۔ایک دیوانے سے کہا گیا: ہمیں پاگلوں کی تعداد بتاؤ، اس نے کہا یہ کام مجھ پر دراز ہوجائے گا، لیکن میں عقل مندوں کو شمار کرسکتا ہوں۔(مستطرف)

(۳۹) لقمان حکیم سے کہا گیا: تمھارا چہرہ کتنا بدصورت ہے! اس نے کہا کیا تم اس نقش کی وجہ سے مجھ پر عیب لگاتے ہو، یا صورت بنانے والے پر (عیب لگاتے ہو)۔ (شریشی)

(۴۰)—اسکندر (بادشاہ) ایک دن (اپنے دربار) میں بیٹھا، تو اس کے سامنے کوئی حاجت پیش نہیں کی گئی، تو اس نے کہا میں اس دن کو اپنی سلطنت کے دنوں میں سے شمار نہیں کروں گا۔(ابشیہی)

(۴۱)—بیان کیا گیا ہے: کہ ابوالعتاہیہ (شاعر) تاجر کتب کے پاس سے گزرا، تو اچانک اس کی نظر کتاب کے ایک شعر پر پڑی۔(۱) لوگ اپنے نفس کی گمراہی سے ہرگز باز نہیں آسکتے، جب تک کہ انھیں میں سے کوئی انھیں ڈانٹنے والا نہ ہو۔ تو (ابوالعتاہیہ) نے کہا: یہ شعر کس کا ہے؟ تو

کہا گیا ابو نواس کا (شعر) ہے، تو اس نے کہا میں یہ پسند کرتا ہوں کہ یہ شعر میری آدھی شاعری کے بدلہ میرا ہوتا۔ (طرطوشی)

(۱۴۲)۔ اقلیدس حکیم سے ایک آدمی نے کہا میں آرام نہیں کروں گا جب تک کہ میں تمھاری جان نہ لے لوں (یہاں او الی ان یا الا ان کے معنی میں ہے) تو (اقلیدس حکیم) نے کہا اور میں بھی آرام نہیں کروں گا یہاں تک کہ تمھارے دل سے حسد کو نکال دوں۔ (غزالی)

(۱۴۳)۔ ایک گنہ گار ایک بادشاہ کی بارگاہ میں داخل ہوا تو اس نے اس (گنہ گار) سے کہا تم کس منہ سے مجھ سے ملنے آئے ہو، تو اس نے کہا اس منہ سے جس سے میں اللہ سے ملوں گا، اور میرے گناہ اس کی بارگاہ میں زیادہ بڑے ہیں اور اس کی سزا (آپ کی سزا سے) زیادہ بڑی ہے، تو بادشاہ نے اسے معاف کر دیا۔ (مستطرف)

(۱۴۴)۔ اسکندر بادشاہ نے نام کے اعتبار سے اچھے اور سیرت، عادت کے اعتبار سے برے آدمی کو دیکھا، تو اسکندر نے اس سے کہا: یا تو تم اپنا نام بدل لو یا اپنی عادت کو بدل دو۔ (غزالی)

(۱۴۵)۔ ایک آدمی نے عبد الملک کے پاس ایسی گفتگو کی جس میں اس نے ہر مکتب فکر کو اپنایا (یعنی بہت اچھی گفتگو کی) تو عبد الملک نے اس سے کہا: اس حال میں کہ اس کو اس کی گفتگو اچھی لگی، اے بچے! تم کس کے لڑکے ہو؟ تو اس نے کہا میں اپنے آپ کا بیٹا ہوں اے امیر المومنین! جس کی وجہ سے میں نے آپ کی بارگاہ میں یہ مقام حاصل کیا، عبد الملک نے کہا تو نے سچ کہا۔

اسی معنی کو ابن درید نے لیا ہے:

(۱)۔ تو کہا: تم جس کے چاہے لڑکے ہو (لیکن) با ادب رہو، اس لیے کہ انسان اپنی عقل کی فضیلت سے پہچانا جاتا ہے یا بلند ہوتا ہے (یہاں یرفع یا یعرف محذوف ہے)

(۲)۔ اور وہ شخص جس کی عزت تم دوسرے کی وجہ سے کرتے ہو، اس شخص کی طرح نہیں ہے جس کی عزت تم اس کی ذات کے اعتبار سے کرتے ہو۔

(۱۴۶)۔ترجمہ:-ایک آدمی پر اس کا آقا غصہ ہوا تو اس (آدمی) نے کہا میں آپ سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں اگر آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کا زیادہ فرمابردار ہوں بہ نسبت اس کے جتنا آپ اللہ کے فربردار ہیں تو آپ مجھے معاف کردیں اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کردے گا، تو اس (آقا) نے اسے معاف کردیا۔(مستطرف)

(۱۴۷)۔اسکندر ایک دن اپنے تخت سلطنت پر بیٹھا ہوا تھا، اور پردہ اٹھا دیا گیا تھا، تو اس کے سامنے ایک چور کو پیش کیا گیا، تو اسکندر نے اسے سولی دینے کا حکم دیا تو اس (چور) نے کہا اے بادشاہ! بے شک میں چوری کی ہے (لیکن) میرے دل میں چوری کی خواہش نہیں تھی اور نہ میرے دل نے اس کو چاہا تھا تو اسکندر نے کہا یقیناً بلاشبہ تم کو سولی دی جائے گی اور تمھارا دل سولی کو نہیں چاہے گا اور نہ اس کا ارادہ کرے گا۔(غزالی)

(۱۴۸)۔ابراہیم بن ادہم ایک دن انگور کی بیل کی نگرانی کررہے تھے تو ان کے پاس سے ایک فوجی گزرا تو اس نے کہا، ہم کو اس انگور میں سے دو، تو ابراہیم بن ادہم نے کہا: مجھ کو اس کے مالک نے (دینے کا) حکم نہیں دیا ہے، تو وہ (فوجی) انھیں کوڑے سے مارنے لگا، تو ابراہیم بن ادہم نے اپنا سر جھکا لیا، اور کہا اس عالم سر پہ مار جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے، تو وہ (فوجی) سرد (مارنے سے) ہار گیا اور چلا گیا۔(طرطوشی)

(۱۴۹)۔خلیفہ معتصم نے خاقان کے بیمار ہونے پر اس کی عیادت کی اور خاقان کا اس وقت ایک لڑکا تھا جس کا نام فتح تھا، تو معتصم نے اس سے کہا، میرا گھر زیادہ اچھا ہے یا تیرے باپ کا گھر؟ تو اس نے کہا جب تک امیر المومنین میرے باپ کے گھر میں ہیں تو یہی زیادہ اچھا ہے۔(لطائف الملوک)

(۱۵۰)۔معتصم نے فتح سے کہا اس حال میں کہ معتصم کے ہاتھ میں سرخ یاقوت کی نہایت خوبصورت انگوٹھی تھی، کیا تم نے اس انگوٹھی سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز دیکھی ہے، تو لڑکے نے کہا: ہاں، وہ ہاتھ جس میں یہ انگوٹھی ہے (وہ انگوٹھی سے زیادہ خوبصورت ہے۔(غزالی)

نوٹ:(ا) تحفي عَنْ: حالت پوچھنا(س) تحفّی کا صلہ فِي ہو تو معنی کوشش کرنا ہے حالت پوچھنا نہیں ہے اور اس کا صلہ عَنْ لغت میں نہیں ہے دوسری بات یہ کہ اگر تحفّی بھی مانا جائے تو یہ ماضی کا صیغہ نہیں ہے مضارع کا ہے اگر مضارع آتا تو تحفّی آتا کیوں کہ اس کا فاعل مذکر ہے یا تو کتابت کی غلطی ہے اس لیے زیادہ درست معلوم یہی ہوتا ہے کہ تحفي عَنْ ہو اور اس کا معنی حالت پوچھنا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۵۱)۔ ترجمہ: حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما نے حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا: بے شک آپ نے مال کے خرچ کرنے میں حد سے تجاوز کیا، تو حضرت عبد اللہ بن جعفر نے کہا: میرے ماں باپ آپ دونوں پر قربان، بے شک اللہ تعالی نے مجھے عادی بنا دیا ہے کہ وہ مجھ پر مہربانی کرے اور میں نے اس کی بارگاہ میں یہ عادت بنائی ہے کہ میں اس کے بندوں پر مہربانی کروں، تو میں ڈرتا ہوں کہ میں اپنی عادت روک لوں تو وہ مجھ سے اپنی عادت روک لے گا۔(شریشی)

(۱۵۲)۔ بیان کیا گیا ہے: کہ ایک آدمی نے ماموں کے سامنے گفتگو کی تو اچھی گفتگو کی، تو ماموں نے کہا، تم کس کے بیٹے ہو؟ اس نے کہا اے امیر المومنین! میں ادب کا بیٹا ہوں، ماموں نے کہا، کیا ہی اچھا نسب ہے جس کی طرف تو نے نسبت کی۔(ابشیہی)

(۱۵۳)۔ ہارون رشید کی کسی راستہ میں امام کسائی سے ملاقات ہوئی، تو وہ ان کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اور ان کا حال پوچھا، تو امام کسائی نے فرمایا: اے امیر المومنین! میں خیریت سے ہوں اگر میں ادب کا پھل نہ پاتا مگر یہی جو اللہ تعالی نے مجھے دیا ہے یعنی میری خاطر امیر المومنین کا کھڑا ہونا تو ضرور یہی کافی اور قابل شمار ہوتا (یعنی میرے علم وادب کی وجہ سے امیر المومنین میرے پاس کھڑے ہوئے ہیں اگر ادب کا صلہ مجھے صرف یہی ملتا تو بھی کافی اور قابل شمار تھا اور میں اتنے پر ہی قناعت کر لیتا لیکن یہ اللہ تعالی کا فضل ہے کہ اللہ تعالی نے ادب کا صلہ صرف یہی نہیں عطا کیا بلکہ اس کے علاوہ بھی ہے)(شریشی)

(۱۵۴)—ایک شخص نے قیس بن عاصم کو بصرہ کی جامع مسجد میں طمانچہ مارا تو قیس بن عاصم نے اس سے کہا شاید تمھارا خیال یہ ہے کہ تم بنی تمیم کے سردار کو تھپڑ مار رہے ہو؟ اس نے کہا ہاں: تو اس نے کہا لوٹ جاؤ، تو میں اس سے نہیں ہوں۔(طرطوشی)

(۱۵۵)—ایک آدمی نے ابن عیینہ سے کہا مذاق کرنا سنت ہے، تو اس نے کہا سنت ہے، لیکن اس شخص کے لیے جو اچھی طرح سے کرے۔(ثعالبی)

(۱۵۶)—ابو عینا سے متوکل نے کہا: تم ہمارے گھر کو کیسا خیال کرتے ہو؟ تو ابو عینا نے کہا، اے امیر المومنین! میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ دنیا میں گھروں کو بناتے ہیں اور آپ اپنے گھر میں دنیا بناتے ہیں، اور اسی معنی کو کسی ادیب نے شعر میں کہا ہے:

میرا ایک سوال ہے تو اس کا جواب دینے میں جلدی کرو، تم نے گھر کو اپنی دنیا میں بنایا ہے یا گھر میں اپنی دنیا بنائی ہے۔(لطائف وزراء)

عرب کے دیہاتی اور چاند کا واقعہ

(۱۵۷)—ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ ایک عرب کا دیہاتی راستہ بھول گیا تو گھبرا کر مرنے لگا اور مرنے کا یقین کر لیا پھر جب چاند طلوع ہوا ہدایت پا گیا اور راستہ پا لیا تو اس نے شکریہ ادا کرنے کے لیے اس کی طرف اپنا سر اٹھایا تو اس سے کہا، اللہ کی قسم میں نہیں جانتا ہوں کہ میں تجھے کیا کہوں اور تیرے بارے میں کیا کہوں، میں کہوں اللہ تعالیٰ تجھے بلند کرے تو اللہ تعالیٰ تجھے (اس سے پہلے ہی) بلند کر چکا ہے، یا میں کہوں اللہ تعالیٰ تجھے روشن کرے تو اللہ تعالیٰ تجھے روشن کر چکا ہے یا میں کہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے خوبصورت بنائے تو اللہ تعالیٰ تجھے خوبصورت بنا چکا ہے لیکن صرف دعا ہی باقی رہ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری موت کو تجھ سے ختم کر دے اور تیری مصیبت میں مجھے فدیہ بنا دے۔

عرب کا دیہاتی اور گمشدہ اونٹنی کا واقعہ

(۱۵۸)۔ترجمہ:۔عرب کے ایک دیہاتی کی اونٹنی تاریک رات میں گم ہوگئی،تو اس نے اس کو بہت تلاش کیا (مگر) اسے نہ پایا،پھر جب چاند طلوع ہوا اور اس کی روشنی پھیلی،تو اونٹنی کو اپنی داہنی طرف ایک نالے میں پایا،حالانکہ وہ اس جگہ سے کئی بار گزر چکا تھا،(مگر) سخت تاریکی کی وجہ سے اسے نہیں نہیں دیکھ سکا تھا،تو اپنا سر چاند کی طرف اٹھایا اور کہا۔

(۱)۔میں کیا کہوں اور میری بات تیرے بارے میں محدود ہوگی اور میرا تفصیل کرنا اور اجمال کرنا تجھے کافی ہے۔(۲) اگر میں کہوں تو ہمیشہ بلند رہے تو تو ایسا ہی ہے یا میں کہوں میرا رب تجھے خوبصورت بنائے تو وہ کر چکا ہے۔(شریشی)

(۱۵۹)۔ایک دن ہارون رشید کے گویے ابراہیم نے اس کے سامنے گایا،تو ہارون رشید نے اس سے کہا،تونے اچھا گایا اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ اچھائی کرے،گویے نے ہارون رشید سے کہا،اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ ہی کے ذریعہ اچھائی کرے گا،(یہ سن کر) ہارون رشید نے اسے ایک لاکھ دینار دینے کا حکم دیا۔

(۱۶۰)۔ایک رات بہرام ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا تو اس نے درخت سے ایک پرندہ کی آواز سنی،تو اس نے تیر چلایا اور اس کا شکار کر لیا،(اس کے بعد) اس نے کہا: زبان کی حفاظت انسان اور پرندہ کے لیے کیا ہی اچھی چیز ہے،اگر یہ اپنی زبان کی حفاظت کرتا تو ہلاک نہ ہوتا۔(اصبہانی)

(۱۶۱)۔ابو عبداللہ فارسی شہر بلخ کے عہدِ قضا کو سنبھالے ہوئے تھے،اور ان کے دوست ابو یحییٰ حمادی تھے تو ابو یحییٰ حمادی نے بلخ سے حاصل ہونے والے تحفے نہ بھیجنے پر ابو عبداللہ کے پاس ناراضگی ظاہر کرتے ہوئے ایک خط لکھا تو ابو عبداللہ نے ان کو جواب دیا میں نے شیخ کے لیے صابون کی ایک بوری بطور تحفہ بھیج دی ہے،تاکہ اس سے اپنے لالچ کو دھولیں، والسلام۔(لطائف وزراء)

(۲۴۲)۔کہا جاتا ہے کہ نوشرواں موسم بہار کے دنوں میں غم دور کرنے کی خاطر سوار ہو کر نکلا، تو وہ سر سبز و شاداب باغوں میں سیر کرنے لگا، اور پھل دار درختوں کو دیکھنے لگا، اور انگور کی بیلوں کو ہزار بار دیکھنے لگا، پھر اپنے رب کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اپنے گھوڑے سے اترا، اور سجدے میں گر پڑا، اور کافی دیر تک اپنے رخسار کو زمین پر رکھے رہا، پھر جب اپنا سر اٹھایا، تو اپنے ساتھیوں سے کہا، بے شک پورے سال کی خوشحالی بادشاہوں، امراء ان کی حسن نیت اور اپنی رعایا پر ان کے احسان کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، تو اللہ کا احسان ہے جس نے ہماری نیت کی اچھائی کو تمام چیزوں میں ظاہر فرمادیا ہے۔(غزالی)

لقمان اور غلاموں کا واقعہ

(۲۴۳)۔ترجمہ: لقمان کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کا آقا ایک دن نشہ میں بیہوش ہو گیا، تو اس نے ایک قوم سے شرط لگائی کہ وہ ایک جھیل کا پانی پی لے گا، جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے جانا کہ وہ کس معاملہ میں پڑ گیا ہے، تو اس نے لقمان کو بلایا اور اس سے کہا میں اس طرح کی بات کے لیے تم کو چھپاتا تھا، تو لقمان نے اپنے آقا سے کہا، آپ اپنے تمام لوٹے نکلوائیں پھر ان لوگوں کو جمع کریں، جب وہ لوگ جمع ہو گیے، لقمان نے کہا، آپ لوگوں نے ان (آقا) سے کس چیز پر شرط لگائی تھی، وہ بولے اس بات پر کہ وہ اس جھیل کا پانی پی لیں گے، لقمان نے کہا بے شک اس جھیل میں بہت سی چیزیں ملی ہوئی ہیں تو آپ اس سے اس کی (دوسری) چیزوں کو دور کردیں (یعنی کوڑا گندگی وغیرہ کو دور کردیں) وہ لوگ بولے، اور ہم اس کو کیسے کر سکتے ہیں، لقمان نے کہا اور یہ کیسے پی سکتے ہیں جبکہ اس میں بہت سی چیزیں ہیں۔

(۲۴۴)۔اور ابو اسحاق ثعلبی نے بیان کیا کہ لقمان اپنے آقا کے غلاموں میں زیادہ بے وقعت تھے، تو ان کو ان کے آقا نے ان غلاموں کے ساتھ اپنے باغ میں بھیجا کہ وہ لوگ اس کے لیے کچھ پھل لائیں تو وہ اس کے پاس آئے اس حال میں ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، اور ان لوگوں نے پھل کھالیا اور (الزام پھل کھانے کا) لقمان پر ڈال دیا، تو لقمان نے اپنے آقا سے

کہا دور خا اللہ کے نزدیک مرتبہ والا نہیں ہوتا ہے، تو آپ مجھے اور ان کو گرم پانی پلائیں پھر ہم سب کو دوڑنے کے لیے بھیجیں، تو آقا نے (ایسا ہی) کیا تو وہ لوگ اس پھل کی قے کرتے لگے اور لقمان پانی کی قے کرنے لگا، تو لقمان نے اپنے آقا کو اپنے سچ اور ان لوگوں کے جھوٹ سے باخبر کر دیا۔ (شر یشی)

حاجی اور امانت کا واقعہ

(۴۵)ــترجمہ:۔ ایک مسافر حج کے ارادے سے ایک شہر میں پہونچا اور اپنے ایک دوست کے پاس ٹھہرا، جب ٹھہرنے کی مدت پوری ہوگئی اور کوچ کرنے کا ارادہ کیا، تو اپنے دوست کو بتایا کہ اس کے پاس امانت ہے اور وہ روپیوں اور جواہرات کا مجموعہ ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ لوٹنے تک کسی امین کے پاس رکھ دے جب اس سے اس کے دوست نے یہ بات سنی تو اس نے شرم محسوس کی کہ وہ اس سے کہے کہ اسے میرے پاس رکھ دے اس خوف سے کہ وہ گمان کرے گا کہ وہ اس کا لالچی ہے، تو اس نے اس شخص کو قاضی کے پاس رکھنے کا مشورہ دیا تو اس آدمی نے امانت لی اور قاضی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں ایک مسافر آدمی ہوں، اور حج کا ارادہ رکھتا ہوں، اور میرے پاس امانت ہے جس کی مقدار روپیوں اور جواہرات میں سے اتنی ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ اسے مولانا قاضی کے پاس رکھ دوں تا کہ وہ میرے حج سے واپس آنے تک اس کی حفاظت کریں، اور میں اس کو لے لوں، تو قاضی نے اس سے کہا ٹھیک ہے یہ چابی لو اور اس صندوق کو کھولو اور اس میں امانت رکھ دو اور صندوق کو اچھی طرح بند کر دو، تو اس شخص نے (ایسا ہی) کیا اور چابی قاضی کو سونپ دی، اور اسے سلام کیا اور روانہ ہو گیا، جب اس نے اپنا حج پورا کر لیا اور واپس آیا اور قاضی کے پاس امانت طلب کرنے گیا تو قاضی نے اس سے کہا میں تمہیں نہیں پہچانتا ہوں اور بے شک میرے پاس بہت زیادہ امانتیں ہیں تو میں کس طرح پہچانوں کہ تمھاری امانت میرے پاس ہے اور اس کے ساتھ (دھوکا دے لینے کی) بہت کوشش کی، تو وہ مرد اپنے دوست کے پاس گیا، اور اسے اس بات سے آگاہ کیا، اور

اسے اس مشورہ میں برا بھلا کہا، (کہ اس نے قاضی کے پاس رکھنے کے لے کہا تھا) تو اس دوست نے اس شخص کو لیا اور اسے بادشاہ کے قریبی ایک امیر کے پاس لے گیا، اور اس (امیر) کو اس واقعہ کی خبر دی، تو اس امیر نے ان دونوں سے وعدہ کیا کہ وہ کل قاضی کے پاس جائے گا اور اس کے پاس بیٹھے گا، اور اسے دوسرے معاملہ کی خبر دے گا، جو اسے اس بات پر ابھارے (کہ وہ امانت واپس کر دے) اور امانت والا انسان (دوران گفتگو) ان دونوں کے پاس آجائے اور قاضی سے اپنی امانت طلب کرے، تو جب اگلا دن ہوا تو وہ امیر قاضی کے پاس گیا اور اس کے بغل میں بیٹھا تو جب قاضی کی جانب اس کے مرتبہ کے اعتبار سے اس کی تعظیم و توقیر پوری ہوگئی، تو قاضی نے اس سے کہا شاید کہ وہ سب جو ہمارے پاس تمہارے تشریف لانے کا باعث ہوا ہے وہ اچھی چیز ہوگی، تو امیر نے قاضی سے کہا ہاں، اور وہ آپ کے لے بہتر ہوگی، ان شاء اللہ تعالی تو قاضی نے کہا. وہ کیا ہے؟ تو امیر نے کہا کہ کل رات بادشاہ نے مجھے بلایا تھا تو میں اس کے پاس گیا پھر جب مجلس ختم ہوئی اور لوگ واپس چلے گیے اور میں نے بھی واپسی کا ارادہ کیا کہ اچانک بادشاہ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کے پاس ٹھہروں پھر جب ہم دونوں تنہائی میں ہوئے، تو اس نے مجھ سے ایک راز کی بات کہی کہ وہ آئندہ سال حج کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ پوری حکومت ایک ایسے شخص کو سونپ دے جو قابل اعتماد ہو اور اس بارے میں امانت دار ہو یہاں تک کہ وہ سلامتی سے لوٹ آئے، تو اس نے مجھ سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا تو میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ حکومت آپ جناب کو سونپ دے اس لیے کہ ہم آپ کی امانت، پاکدامنی اور سچائی کو جانتے ہیں، اسے کسی دوسرے شخص کو سپرد کرنے سے بہتر ہے (کہ وہ آپ کو سونپ دے) تو بسا اوقات وہ شخص مخالفت کرے یا حکومت کا لالچ کرے، تو کوئی فتنہ یا اس کے مثل بھڑکائے، تو بادشاہ کو یہ مشورہ پسند آیا اور اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ دو دن بعد ایک عام مجلس منعقد کرے گا اور وہی کرے گا جس کا میں نے اسے مشورہ دیا ہے، تو قاضی اس بات پر بہت خوش ہوا، اور امیر کی تعریف کی تو وہ امانت والا شخص

(جس نے قاضی کو اپنا مال دیا تھا) ان دونوں کے پاس آگیا اور قاضی کے سامنے کھڑا ہو گیا، سلام کیا اور کہا، اے مولانا قاضی صاحب! آپ کے پاس میری امانت ہے اور وہ (مقدار میں) اتنی اتنی ہے جسے میں نے آپ کو فلاں فلاں وقت میں دیا ہے تو اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی قاضی نے اس سے کہا، ہاں: اے میرے بیٹے! اور میں نے تمہیں سوتے وقت یاد کیا اور تمہیں پہچانا اور تمہاری امانت کو جان لیا، تو یہ چابی لو اور اپنی امانت اپنے قبضہ میں لو تو اس نے وہ امانت لی سلام کیا اور چلا گیا اور وہ امیر بھی چلا گیا، پھر جب وہ مقررہ مدت گزر گئی جس کا اس نے قاضی سے وعدہ کیا تھا، تو وہ قاضی امیر کے پاس گیا اور اس سے سلطنت اور بادشاہ کے بارے میں پوچھا، تو امیر نے کہا اے قاضی! ہم تجھ سے ایک مسافر حاجی آدمی کی امانت نہ چھڑا سکے مگر جبکہ ہم نے تجھے پوری دنیا کا مالک بنا دیا پھر جب تم پوری سلطنت کے مالک ہو جاؤ گے تو کس چیز کے بدلے ہم اس (حکومت) کو تم سے چھڑائیں گے، تو قاضی نے جان لیا یہ ایک بہانہ تھا اور ناکام لوٹ گیا۔

(۴۹)حاتم طائی کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ ایک دن بنی عنزہ کی بستی سے گزرا جوان کے یہاں قید میں تھا اور وہ قیدی محتاج تھا جو مال دے کر آزاد ہونے پر قادر نہیں تھا، تو جب اس نے حاتم طائی کو دیکھا چیخا، اے ابوسفانہ! میری مدد کیجیے اور اس وقت حاتم کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں تھی جسے دے کر وہ اسے چھڑائے (آزاد کرائے) تو حاتم بستی کے امیر سے فدیہ کے ضامن ہوئے تو اس نے انکار کیا مگر اس پر کہ وہ قیدی کو چھوڑنے سے پہلے فدیہ پر قبضہ کر لے، تو حاتم اس کی جگہ قید میں ہو گیا، اور اعرابی کو طے کے قبیلوں میں سے اپنی قوم کے پاس اپنی ایک نشانی دے کر بھیجا یہاں تک کہ وہ فدیہ کا مال لے کر آیا تو حاتم نے اسے قوم کو دیا اور اپنے آپ کو ان کی قید سے آزاد کرایا۔ (الحموی)

بلخ کا حاکم اور اس کا کتا

(۴۷)۔۔ترجمہ: حاتم اصم نے بیان کیا کہ علی بن عیسیٰ بن ماہان بلخ کا حاکم تھا اور وہ شکاری کتوں کا شوقین تھا تو ایک دن اس کے کتوں میں سے ایک کتا گم ہو گیا تو اس نے اس کی تہمت شقیق کے پڑوسی پر لگائی، تو پڑوسی نے شقیق سے مدد چاہی، تو شقیق حاکم کے پاس گیا، اور کہا آپ لوگ اس کو رہا کر دو، میں آپ لوگوں کا کتا تین دن میں واپس کر دوں گا، تو ان لوگوں نے اسے چھوڑ دیا پھر شقیق اپنے کیے ہوئے پر فکر مند ہو کر واپس ہوا، جب تیسرا دن ہوا تو بلخ والوں میں سے ایک آدمی غائب تھا اور وہ شقیق کے دوستوں میں سے تھا، اور شقیق کا ایک لڑکا تھا وہ اس (آدمی) کا دوست تھا، اس نے جنگل میں ایک کتا دیکھا جس کی گردن میں پٹہ تھا تو اس نے کہا میں اسے شقیق کو تحفہ میں دوں گا، تو وہ اسے شقیق کے پاس لایا تو وہ اسی حاکم کا کتا تھا تو شقیق نے اس کتے کو حاکم کے سپرد کر دیا۔ (قزوینی)

ابو دلف اور اس کے پڑوسی کا واقعہ

(۴۸)۔۔ترجمہ:۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بغداد میں ایک آدمی ابو دلف کا پڑوسی تھا تو اسے ایک ضرورت پیش آئی اور اس پر زبردست قرض ہو گیا یہاں تک کہ وہ اپنا گھر بیچنے پر مجبور ہو گیا تو لوگوں نے اس سے اس کے گھر کا مول بھاؤ کیا تو اس نے ان کو (گھر کی قیمت) ایک ہزار بتائی تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تمہارا گھر پانچ سو دینار کے برابر ہے، تو اس نے کہا میں اپنا گھر پانچ سو میں بیچ رہا ہوں اور ابو دلف کا پڑوس پانچ سو میں (بیچ رہا ہوں) تو ابو دلف کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اس کا قرض ادا کرنے اور اس سے تعلق رکھنے کا حکم دیا، اور کہا ہمارے پڑوس سے خلل مت ہو تو غور کرو پڑوس کیسے بیچا جاتا ہے جیسے جائداد بیچی جاتی ہے، شاعر نے کہا۔

(۱)—اگر میں اپنا گھر سستا بیچ دوں تو لوگ مجھے ملامت کریں گے اور وہ نہیں جانتے کہ وہاں ایسا پڑوس ہے جو زندگی کو مکدر کر دیتا ہے۔(۲) تو میں نے ان سے کہا کہ تم ملامت کرنے سے باز آجاؤ، اس لیے کہ پڑوسی ہی کی وجہ سے گھروں کی قیمتیں بڑھتی اور گھٹتی ہیں۔ (شریشی)

❖❖❖

ابو العلاء معری اور ایک لڑکے کا واقعہ

(۱۶۹)—ترجمہ:۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک لڑکے کی ابو العلاء معری سے ملاقات ہوئی، تو اس نے کہا، اے شیخ آپ کون ہیں؟ ابو العلاء معری نے کہا (میں) فلاں ہوں لڑکے نے کہا آپ وہی ہیں جنھوں نے اپنے شعر میں کہا ہے۔

(۱)—"بلاشبہ میں زمانے کے اعتبار سے اگرچہ آخر میں ہوں، اور میں ضرور وہ کام کرنے والا ہوں جس کو پہلے والے لوگ نہ کر سکے" ابو العلاء نے کہا ہاں: لڑکے نے کہا اے چچا جان! بے شک پہلے والے لوگوں نے ہجا کے حروف اٹھائیس مرتب کیے ہیں تو کیا آپ اس میں ایک حرف زیادہ کر سکتے ہو، (راوی کہتا ہے) تو معری اس بات سے حیران و پریشان ہو گیا، اور کہا یہ بچہ اپنی کامل مہارت اور عقل کی تیزی کی وجہ سے (زیادہ دن) زندہ نہیں رہے گا۔ (قلیوبی)

یزید اور ایک دیہاتی عورت کا واقعہ

(۱۷۰)—ترجمہ:۔ یزید بن مہلب عمر بن عبد العزیز کے قید خانہ سے نکلنے کے بعد اپنے بیٹے معاویہ کے ساتھ جنگل میں سفر کر رہا تھا تو وہ ایک دیہاتی عورت کے پاس سے گزرا تو اس عورت نے ان دونوں کے لیے ایک بکری ذبح کی، جب ان دونوں نے کھا لیا تو یزید نے اپنے بیٹے سے کہا: تمھارے پاس کتنے روپے ہیں؟ اس نے کہا سو دینار، یزید نے کہا: اس میں سے

عورت کو دے دو یہ محتاج ہے، اسے تھوڑا (مال) خوش کر دے گا اور یہ تمہیں نہیں پہچانتی ہے، لڑکے نے کہا: اگر اس کو تھوڑا مال خوش کر دے گا تو مجھے خوش نہیں کرے گا مگر زیادہ، اور اگر وہ مجھے پہچانتی نہیں ہے تو میں اپنے آپ کو پہچانتا ہوں۔ (ابن قتیبہ)

معافی کا بیان

(۱۷۱)۔ترجمہ:۔ قریش کے دو قبیلوں کے درمیان خون ریزی ہوئی تو ابو سفیان آئے (صلح کرانے کے لیے) تو جو شخص بھی اپنا سر جھکائے ہوئے تھا اس نے اٹھا لیا تو ابو سفیان نے کہا، اے قریش کی جماعت! کیا تمہارے لے حق میں فائدہ ہے یا اس چیز میں جو حق سے افضل ہے؟ قریش کے لوگ بولے، کیا کوئی چیز حق سے بھی افضل ہے؟ ابو سفیان نے کہا، ہاں وہ معاف کرنا ہے تو قوم (اس بات سے) آگے بڑھی اور آپس میں صلح کرلی۔ (شریشی)

رشید اور حمید کا واقعہ

(۱۷۲)۔ترجمہ:۔ ہارون رشید حمید طوسی پر غضبناک ہوا تو اس نے اس (طوسی کے قتل کے لیے) کے لیے چمڑے کا فرش اور تلوار منگائی، تو حمید طوسی رو پڑا، تو رشید نے اس سے کہا، تجھے کیا چیز رلاتی ہے؟ تو حمید نے کہا، خدا کی قسم اے امیر المومنین! میں موت سے نہیں ڈرتا ہوں اس لیے کہ اس سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے اور میں اپنے دنیا سے جانے پر افسوس کرتے ہوئے رویا ہوں اس حال میں کہ امیر المومنین مجھ پر ناراض ہیں، (یہ بات سن کر) رشید ہنس پڑا اور اسے معاف کر دیا۔ (ابشیہی)

تصویر بنانے والے اور چور کا واقعہ

(۱۷۳)ترجمہ:۔ روم والوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک تصویر بنانے والا ایک رات ایک شہر میں داخل ہوا اور ایک قوم کے پاس ٹھہرا، تو ان لوگوں نے اس کی ضیافت کی، جب وہ نشہ میں مست ہوا تو کہا کہ میں مال والا ہوں اور میرے پاس اتنے اتنے

دینار ہیں، توان لوگوں نے اسے شراب پلائی یہاں تک کہ وہ (شراب سے) بے ہوش ہو گیا، توان لوگوں نے جو کچھ اس کے پاس تھا لے لیا اور اسے اپنے سے دور جگہ میں ڈال دیا، تو جب اس نے صبح کی اس حال میں کہ وہ اجنبی تھا نہ قوم کو پہچانتا تھا اور نہ اس جگہ کو، تو شہر کے حاکم کے پاس گیا اور شکایت کی، تو حاکم نے اس سے کہا کیا تم اس قوم کو جانتے ہو؟ کہا نہیں، حاکم نے کہا، کیا تم اس جگہ کو جانتے ہو؟ کہا نہیں، حاکم نے کہا، تو اس کی صورت کیسے ہوگی؟ (کس طرح چور کو پہچانا جائے گا) تو اس مرد نے کہا، میں اس آدمی اور اس کے گھر والوں کی تصویر بنا دیتا ہوں، تو آپ اسے لوگوں کے سامنے پیش کریں، شاید کہ کوئی ان کو پہچان لے، تو اس نے ایسا ہی کیا (یعنی تصویر بنادی) اور حاکم نے اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا، تو لوگ بولے کہ یہ فلاں حمام (غسل خانہ) کے نگراں اور اس کے گھر والوں کی تصویر ہے، تو حاکم نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا (جب وہ آیا) تو وہی اس کا صاحب تھا (جس کے ساتھ مصور ٹھہرا ہوا تھا اور اس نے مال چرایا تھا) تو حاکم نے اس سے مال واپس لے لیا۔ (آثار البلاد للقزوینی)

ہم نشین اور شراب کا پیالہ

(۱۴۳) ترجمہ: بیان کیا جاتا ہے کہ نوشیرواں کا ایک ہمنشین تھا اور شراب کی مجلس میں جواہرات سے جڑا ہوا سونے کا ایک پیالہ تھا، تو ہم نشین نے اس کو چرا لیا اور نوشیروان نے اس کی طرف نظر ڈالی اور اس کو چھپاتے ہوئے دیکھ لیا، تو ساقی آیا اور پیالہ تلاش کیا تو اسے نہ پایا، تو اس نے آواز دی، اے مجلس والو! ہمارا جواہرات سے جڑا ہوا سونے کا پیالہ کھو گیا ہے تو ہرگز کوئی نہ نکلے یہاں تک کہ پیالہ واپس کر دے، تو نوشیروان نے ساقی سے کہا ان لوگوں کو نکلنے دے اس لیے کہ وہ جس نے اسے چرایا ہے اسے نہیں لوٹائے گا، اور وہ جس نے اسے دیکھا ہے وہ تنقید نہیں کرے گا۔ (طرطوشی)

خزانہ اور سیاحوں کا واقعہ

(۱۷۵)۔۔ترجمہ: گزشتہ زمانے میں تین آدمی سفر کر رہے تھے، تو انھوں نے ایک خزانہ پایا، وہ سب بولے، ہم بھوکے ہیں اس لیے ہم میں سے کوئی شخص جائے اور چاہیے کہ ہم لوگوں کے لیے کھانا خرید لائے، تو ایک آدمی کھانا لینے کے لیے گیا تو اس نے (دل میں) کہا درست بات یہ ہے کہ میں ان دونوں کے کھانے میں زہر قاتل ملادوں تاکہ وہ کھائیں اور مرجائیں، اور میں ان دونوں کے علاوہ تنہا خزانہ کو لے لوں، تو اس نے ایسا ہی کیا اور کھانے میں زہر ملادیا، پھر دونوں آدمیوں نے یہ طے کیا کہ جب وہ ان دونوں آدمیوں کے پاس کھانا لے کر پہنچے تو دونوں اسے قتل کردیں، اور صرف وہی دونوں خزانہ لے لیں، جب وہ ان دونوں کے پاس زہر ملا ہوا کھانا لے کر پہنچا تو دونوں نے اسے قتل کردیا اور کھانا کھالیا تو وہ دونوں بھی مرگیے، پھر کوئی دانشمند اس جگہ سے گزرا تو اپنے ساتھیوں سے کہا: یہ دنیا ہے لہذا غور کرو کس طرح اس دنیا نے ان تینوں کو مار ڈالا اور ان کے (مرنے کے) بعد (ویسے ہی) باقی ہے، تو دنیا کے طلب کرنے والوں کے لیے غلبہ والے (اللہ) کی طرف سے ہلاکت ہے۔ (غزالی)

باندی اور پیالے کا واقعہ

(۱۷۶)۔۔ترجمہ:۔ ابو عبد اللہ جعفر کی ایک باندی ثرید کا ایک پیالہ لے کر آئی جس کو اس نے ابو عبد اللہ کو پیش کیا، اس حال میں کہ اس کے پاس کچھ لوگ تھے، تو اس نے پیالہ دینے میں جلدی کی، تو پیالہ اس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا، اور ابو عبد اللہ اور اس کے ساتھیوں پر پیالہ کی چیز گر پڑی، تو اس سے باندی کانپنے لگی، اس پر ابو عبد اللہ نے باندی سے کہا، تو اللہ کی رضا کی خاطر آزاد ہے شاید کہ یہ (آزادی) اس ڈر کا کفارہ ہو جائے جو تجھے پہنچا ہے (طرطوشی)

ہارون رشید اور ابو معاویہ کا واقعہ

(۱۷۷)۔۔ترجمہ:۔ ہارون رشید علما کی تواضع کرتا تھا، ابو معاویہ نابینا نے کہا اور وہ ایک عالم تھے، میں نے ایک دن ہارون رشید کے ساتھ کھانا کھایا، تو ایک آدمی نے میرے ہاتھ پر پانی

ڈالا، تو مجھ سے کہا، اے ابو معاویہ! کیا آپ جانتے ہے کس نے آپ کے ہاتھ پر پانی ڈالا ہے، تو میں نے کہا نہیں، اے امیر المومنین! ہارون رشید نے کہا میں نے (پانی ڈالا ہے) تو میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ علم کی تعظیم کی خاطر ایسا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا، ہاں۔ (نخری)

(۱۷۸)۔ جب قیس بن سعد بن عبادہ بیمار ہوے، توان کے دوستوں نے عیادت کرنے میں تاخیر کی، انہوں نے ان دوستوں کے بارے میں پوچھا، توان سے کہا گیا کہ وہ لوگ اس قرض کی وجہ شرم کر رہے ہیں جو آپ کا ان پر ہے، تو قیس نے کہا: اللہ تعالیٰ اس مال کو ذلیل کرے جو دوستوں کی ملاقات کے لیے جانے سے روکے، پھر ایک شخص کو حکم دیا جو اعلان کرے کہ جس کے پاس قیس کا مال ہو تو وہ اس کے لیے حلال ہے، تو شام تک عیادت کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے قیس کے دروازے کی چوکھٹ ٹوٹ گئی۔ (طرطوشی)

قیصر کا قاصد اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ

(۱۷۹)۔ ترجمہ:۔ قیصر نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قاصد بھیجا تاکہ وہ ان کے حالتوں کو دیکھے اور ان کے کاموں کا مشاہدہ کرے تو جب وہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا، مدینہ والوں سے پوچھا تمہارے بادشاہ کہاں ہیں؟ لوگ بولے ہم لوگوں کا کوئی بادشاہ نہیں ہے، بلکہ ہمارے ایک امیر ہیں جو مدینہ سے باہر گیے ہوے ہیں، تو قاصد ان کی تلاش میں نکلا، توان کو زمین پر دھوپ میں سوتا ہوا دیکھا اس حال میں کہ وہ اپنا کوڑا تکیہ کی طرح (سر کے نیچے) رکھے ہوے ہیں، اور ان کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا ہے، یہاں تک کہ زمین تر ہو گئی ہے، جب اس نے ان کو اس حال میں دیکھا تو اس کے دل میں خوف بیٹھ گیا، اور دل میں کہا وہ شخص جس کی ہیبت سے دنیا کے تمام بادشاہوں کو سکون نہیں ہے اس کی حالت یہ ہے، لیکن اے عمر! آپ نے انصاف کیا، تو محفوظ رہے، اور (بلا خوف و خطر) سو گیے، اور ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے تو یقیناً وہ خوف زدہ ہو کر راتوں کو جاگتا رہتا ہے۔ (غزالی)

زیاد کے معاف کرنے کا واقعہ

(۱۸۰)—ترجمہ:۔زیاد نے ایک آدمی کی گردن مارنے کا حکم دیا تو اس نے کہا، اے امیر! بیشک میری حفاظت آپ پر ضروری ہے، زیاد نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا: میرے باپ بصرہ میں آپ کے پڑوسی ہیں، زیاد نے کہا: تیرے باپ کون ہیں؟ اس نے کہا: اے میرے آقا! بیشک میں اپنا نام خود بھول گیا ہوں، تو اپنے باپ کا نام کیسے نہ بھولوں گا، تو زیاد نے اپنی آستین اپنے منہ پر رکھ لی، ہنسا اور اسے معاف کر دیا۔(ا بشیہی)

(۱۸۱)—بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ نے ایک محل بنایا اور (اپنے کارندوں سے) کہا، تم لوگ دیکھو جو اس میں کسی چیز کو عیب دار بتائے اسے درست کرو اور اسے (بتانے والے کو بطور تحفہ) دو درہم دو، تو اس کے پاس ایک شخص آیا اور کہا، بیشک اس محل میں دو عیب ہیں، بادشاہ نے کہا اور وہ دونوں کیا ہیں؟ اس نے کہا، بادشاہ مر جائے گا اور محل ویران ہو جائے گا، بادشاہ نے کہا تو نے سچ کہا، پھر اپنے آپ کی طرف متوجہ ہوا (یعنی اپنی ذات میں غور کیا) اور دنیا چھوڑ دیا (یعنی عابد و زاہد بن گیا)۔(طرطوشی)

عبد الملک کے معاف کرنے کا واقعہ

(۱۸۲)—ترجمہ:۔(خلیفہ) عبد الملک بن مروان رجاء بن حیاۃ پر غضبناک ہوا تو کہا، خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ مجھے قدرت دے گا تو میں اس کے ساتھ ایسا اور ایسا کروں گا، پھر جب رجاء بن حیاۃ عبد الملک کے سامنے ہوا تو رجاء بن حیاۃ نے عبد الملک سے کہا، اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے وہ کر دیا جو آپ نے پسند کیا تھا لہٰذا آپ وہ کیجیے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، (یہ سن کر) عبد الملک نے اسے معاف کر دیا اور اسے انعام دینے کا حکم دیا۔

حضرت جعفر اور ان کے غلام کا واقعہ

(۱۸۳)—ترجمہ:۔حضرت امام جعفر صادق کے بارے میں بیان کیا گیا ہے ان کا ایک غلام کھڑا ہو کر ان کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا تھا، (اسی درمیان) لوٹا غلام کے ہاتھ سے چھوٹ کر

طشت میں گر گیا، (پانی کی) چھینٹیں حضرت جعفر صادق کے چہرہ پر پڑیں، تو حضرت جعفر صادق نے اس کی طرف غصہ کی نظر سے دیکھا، تو غلام نے کہا: اے میرے آقا! اللہ تعالیٰ غصہ کو پی جانے کا حکم دیتا ہے، (وہ بات سنتے ہی) حضرت جعفر صادق نے فرمایا: میں نے تم کو معاف کر دیا، غلام نے کہا: اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے، حضرت جعفر صادق نے فرمایا: جا تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر آزاد ہے۔ (الشیبی)

مہدی اور ابو العتاہیہ کا واقعہ

(۱۸۴)—ترجمہ: جب مہدی نے ابو العتاہیہ کو قید کر دیا تو یزید بن منصور حمیری نے اس کے بارے میں (مہدی سے) گفتگو کی، یہاں تک کہ مہدی نے اس کو آزاد کر دیا، تو ابو العتاہیہ نے اس کے بارے میں (کچھ اشعار) کہے:

(۱)—میں نے جو کچھ اس کی فضیلت کے بارے میں کہا تاکہ میں اس کی تعریف کروں، مگر یزید کی فضیلت اس سے بلند ہے جو میں نے کہا۔

(۲)—اپنے زمانے کی گردش سے ہمیشہ میں خوف و ڈر میں مبتلا رہا، پھر یزید نے مجھے اللہ کے بعد اس شخص سے بے نیاز کر دیا جس سے میں ڈرا۔ (اصبہانی)

آتش پرستوں کا پیشوا اور نوشیرواں

(۱۸۵)—آتش پرستوں کے رہنما نے نوشیرواں کی مجلس میں غلاموں کے ہنسنے کی آواز سنی، تو اس نے کہا: کیا یہ غلام ڈرتے نہیں ہیں؟! (جواب میں) نوشیرواں نے کہا: ہم سے صرف ہمارے دشمن ڈرتے ہیں (اور یہ غلام دوست ہیں) (ثعالبی)

اپنے اوپر دوسرے کو فوقیت دینے کا واقعہ

(۱۸۶)—ترجمہ: ایثار و قربانی کے واقعات میں سے وہ واقعہ ہے جس کو ابو محمد ازدی نے بیان کیا ہے، انہوں نے کہا: جب شہر مرو میں مسجد جل گئی، مسلمانوں نے گمان کیا کہ عیسائیوں نے

اسے جلایا ہے، تو انہوں نے ان کے ہوٹل جلا دیے، تو بادشاہ نے ان میں سے ایک جماعت کو گرفتار کر لیا جنہوں نے ہوٹل جلائے تھے، اور چند تحریر کے ٹکڑے لکھے جس میں (کسی عضو کے) کاٹنے، کوڑے مارنے، اور قتل کرنے (کے بارے میں لکھا ہوا) تھا، اور ان ٹکڑوں کو ان لوگوں پر بکھیر دیا، تو جس پر جو پرچہ گرتا تو اس کے ساتھ وہی کیا جاتا جو اس میں لکھا ہوتا، چنانچہ ایک ٹکڑا جس میں قتل کا حکم لکھا ہوا تھا ایک آدمی پر گرا تو اس نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے کوئی پرواہ نہ تھی اگر میری ماں نہ ہوتی، اور اس کے بغل میں ایک نوجوان تھا اس نے اس سے کہا: میرے پرچے میں کوڑے مارنے کا حکم ہے اور میرے پاس ماں نہیں ہے، (یعنی انتقال کر چکی ہے) تو تم میرا پرچہ لے لو اور اپنا پرچہ مجھے دے دو، اس نے ایسا ہی کیا تو وہ نوجوان قتل کر دیا گیا اور اس آدمی نے نجات پائی۔ (طرطوشی)

دیہاتی اور ٹڈیوں کا واقعہ

(۱۸۷)—ترجمہ: اصمعی نے کہا کہ میں جنگل میں داخل ہوا، تو ایک دیہاتی نے (جنگل میں) اپنے لیے گیہوں بوئے تھے، تو جب گیہوں اپنے تنے پر کھڑا ہو گیا، اور اس کی بالی عمدہ ہو گئی، تو اس پر ٹڈیوں کا ایک دل آیا، تو وہ مرد اس کی طرف دیکھنے لگا، اور وہ نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ (ان ٹڈیوں کو بھگانے کے لیے) کیسے تدبیر کرے، پھر وہ (کچھ اشعار) پڑھنے لگا:

(۱)—ٹڈیاں میرے کھیت سے گزریں تو میں نے ان سے کہا اپنا راستہ پکڑو، اور میرے کھیت کو خراب کر کے میرا حق نہ مارو۔

(۲)—تو ان میں سے ایک خطیب ایک بالی کے اوپر کھڑا ہو گیا، (اور بولا) بیشک ہم سفر میں ہیں اور ہمارے لیے توشہ ضروری ہے۔ (دمیری)

(۱۸۸) ایک بادشاہ سے کہا گیا تم دروازہ کیوں بند نہیں کرتے ہو اور اس پر دربان کیوں نہیں بٹھاتے ہو، تو اس نے کہا: مناسب یہ ہے کہ میں اپنی رعایا کی حفاظت کروں نہ یہ کہ وہ میری حفاظت کریں۔ (ثعالبی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ

(۱۸۹)—ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں: ایک رات مجھے حضرت عمر نے بلایا اور فرمایا: مدینہ کے دروازے پر ایک قافلہ ٹھہرا ہے اور مجھے ان کے سامانوں میں سے کوئی چیز چوری ہو جانے کا اندیشہ ہے، جس وقت وہ سو جائیں، پھر میں ان کے ساتھ گیا، جب ہم قافلہ کے پاس پہونچے، تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: تم سو جاؤ، (تو میں سو گیا) پھر وہ پوری رات قافلہ کی حفاظت کرتے رہے۔ (غزالی)

خچر سوار کا واقعہ

(۱۹۰)—ترجمہ: شبیب بن منصور نے بیان کیا، انہوں نے کہا: میں رشید کے دروازے پہ چبوترے (بیٹھنے کی جگہ) پر کھڑا ہوا تھا، تو اچانک ایک پراگندہ صورت شخص خچر پہ سوار ہو کر تشریف لائے، تو وہ ٹھہر گیے، لوگ ان کو سلام کرنے لگے اور ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے، پھر وہ چبوترے پر کھڑے ہوئے تو لوگوں نے اپنی حالتوں کی شکایت کرنا شروع کر دیا، تو ان میں سے کوئی کہتا میں فلاں سے تعلق رکھتا ہوں تو اس نے میرے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی، اور دوسرا کہتا میں فلاں سے امید لگائے ہوئے تھا تو اس نے میری امید کو بیکار کر دیا، اور میرے ساتھ غیر مناسب طریقہ اختیار کیا۔ اور دوسرے لوگ بھی اپنی حالتوں کی شکایت کرتے رہے، تو (اس خچر سوار) آدمی نے کہا: میں نے دنیا کا معاینہ کیا تو کسی کو دوسرے کی تعریف کرنے والا نہیں پایا، یہاں تک کہ تمام لوگ ایک ہی سانچے میں ڈھالے گئے ہیں، تو میں نے ان (خچر سوار) کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ ابوالعتاہیہ ہیں۔ (اصبہانی)

یحییٰ اور ابو جعفر کا واقعہ

(۱۹۱)۔ترجمہ: یحییٰ بن سعید خستہ حال تھے تو ابو جعفر نے ان کو قاضی بنادیا پھر (بھی ان کی حالت) نہیں بدلی تو ان سے اس تعلق سے پوچھا گیا تو کہا جس شخص کا ایک ہی نفس ہو تو (اس کی حالت) کو مال نہیں بدلتا ہے۔(ثعالبی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور نشہ میں مست آدمی کا واقعہ

(۱۹۲)۔ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بیہوش (نشہ میں) آدمی کو دیکھا، تو اسے پکڑ کر سزا دینے کا ارادہ کیا، (اسی دوران) اس بیہوش آدمی نے حضرت عمر کو گالی دیدی، تو حضرت عمر اس بات پر اس کو سزا دینے سے رک گیے، تو آپ سے عرض کیا گیا کہ اے امیر المومنین! جب اس نے آپ کو گالی دی تو آپ نے اسے چھوڑ دیا، آپ نے فرمایا: بیشک میں نے اسے اس لیے چھوڑ دیا کہ اس نے مجھے غصہ دلایا، تو اگر میں اسے سزا دیتا تو میں اپنی ذات کے لیے (اس سے) بدلہ لیتا، اس لیے میں پسند نہیں کرتا کہ کسی مسلمان کو اپنی نفس کے جوش کی وجہ سے ماروں۔(شریشی)

حضرت عروہ اور عبد الملک کا واقعہ

(۱۹۳)۔ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر عبد الملک بن مروان کے ساتھ ایک باغ میں داخل ہوئے اور حال یہ تھا کہ عروہ دنیا سے منہ موڑے ہوئے تھے، تو جس وقت انھوں نے باغ میں خوب صورت منظر کو دیکھا تو فرمایا: یہ باغ کتنا اچھا ہے، تو عبد الملک نے ان سے کہا: خدا کی قسم! آپ اس سے زیادہ اچھے ہیں، اس لیے کہ اس باغ کا پھل سال میں ایک بار آتا ہے اور آپ کا پھل ہر روز آتا ہے۔(یعنی آپ روزانہ فیض دیتے ہیں اور یہ سال میں ایک بار پھل دیتا ہے)(شریشی)

فلسفی اور خوب صورت آدمی کا واقعہ

(۱۹۴)۔ترجمہ: ایک فلسفی نے خوب صورت بدباطن آدمی کو دیکھا، تو کہا: گھر خوب صورت ہے (لیکن) اس میں رہنے والا گھٹیا درجے کا ہے، اور اس نے ایک دوسرے خوب صورت نوجوان آدمی کو دیکھا، تو کہا: تیرے چہرے کی خوبیوں نے تیرے نفس کی خوبیوں کو چھین لیا ہے، انسان کی صورت کو انسان کی (اچھائی) کی دلیل نہ بناؤ۔ کتنے برے باطن والے خوب صورت حسین میں (نظر آتے ہیں)۔ (یعنی ایسے لوگوں کی تعداد بہت ہے جن کا ظاہر خوب صورت اور اچھا ہوتا ہے لیکن باطن برا ہوتا ہے لہذا چہرے کی خوب صورتی دیکھ کر آدمی کو اچھا نہیں کہا جاسکتا ہے) (ثعالبی)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور غلام کا واقعہ

(۱۹۵)۔ترجمہ: بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک رات چراغ کی روشنی میں رعایا کے واقعات کو دیکھ رہے تھے، (اسی درمیان) آپ کا غلام آیا اور آپ سے ایسی چیز کے بارے میں گفتگو کی جو آپ کے گھر سے متعلق تھی، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے غلام سے کہا: چراغ بجھا دو پھر مجھ سے بات کرو اس لیے کہ یہ تیل مسلمانوں کے بیت المال کا ہے، اور اس کا استعمال مسلمانوں کے کاموں کے علاوہ میں جائز نہیں۔ (غزالی)

صلاح الدین ایوبی اور اس عورت کا واقعہ جس کا بچہ گم ہو گیا تھا

(۱۹۶)۔ترجمہ: حضرت صلاح الدین ایوبی ایک مکمل فرماں روا تھے، صحابہ کرام کے بعد مصر میں ان جیسا حکمراں نہ ان سے پہلے تھا اور نہ ان کے بعد، وہ بہت نرم دل تھے، لوگ ان کے انصاف کی وجہ سے ان کی طرف سے ظلم (کے اندیشہ) سے بے خوف تھے، اور ان کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ وہ ہے جسے عماد نے بیان کیا ہے، انہوں نے کہا کہ مسلمانوں میں کچھ ایسے چور تھے جو رات میں فرنگیوں کے خیموں میں گھس جاتے اور چوری کرتے، (ایک بار) ایسا اتفاق ہوا کہ ایک چور نے تین مہینے کا دودھ پیتا بچہ پالنے سے اٹھا لیا، تو اس کی

ماں اس پر سخت غضب ناک ہوئی، اور فرنگی حکمراؤں سے شکایت کی تو انہوں نے اس سے کہا: مسلمانوں کا بادشاہ رحم دل ہے لہذا تو اس کے پاس جا، تو وہ صلاح الدین ایوبی کے پاس آئی اور رو پڑی، اور اپنے بچہ کے معاملہ کی شکایت کی تو بادشاہ کو اس عورت پر بہت رحم آیا اور اس کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، تو بادشاہ نے اس بچے کو لانے کا حکم دیا، (تو بتایا گیا) کہ وہ بازار میں بیچ دیا گیا ہے، تو بادشاہ نے خریدار کو بچہ کی قیمت دینے کا حکم دیا، اور بچے کے لائے جانے تک بادشاہ (اسی جگہ) کھڑا رہا، (جب بچہ پیش کر دیا گیا) تو اسے اس کی ماں کو دیدیا، اور اس عورت کو گھوڑے پر سوار کر کے اس کی قوم کے پاس باعزت پہونچا دیا۔ (حسن المحاضرہ فی اخبار القاھرہ للسیوطی)

حضرت ربیع اور غضب کا واقعہ

(۱۹۷)۔۔ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے ساتھی حضرت ربیع جیزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن مصر کی گلیوں سے گزرے تو اچانک راکھ سے بھرا ہوا ایک ٹب ان کے سر پر ڈال دیا گیا، تو وہ سواری سے اترے اور اپنے کپڑے جھاڑنے لگے، ان سے کہا گیا کہ آپ ان لوگوں کو ڈانٹتے کیوں نہیں ہو؟ تو انہوں نے کہا جو آگ کا مستحق ہو اور راکھ سے اس کو (اس کی خرابی) ٹھیک کر دیا جائے تو اس کے لیے غصہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ (قلیوبی)

(۱۹۸)۔۔ترجمہ:۔ایک آدمی کسی بادشاہ کے پاس حاضر ہوا تو بادشاہ نے اس پر سختی کی، تو اس آدمی نے بادشاہ سے کہا: آپ آسمان کی طرح ہیں جب وہ گرجتا اور چمکتا ہے تو اس کی بھلائی قریب ہو جاتی ہے، (یہ سن کر) بادشاہ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔
(طرطوشی)

ایک لڑکے اور اس کے چچا کا واقعہ

(۱۹۹)—ترجمہ: ایک ہاشمی لڑکے کو اس کے چچا نے اس کی ایک بھول کی وجہ سے سزا دینے کا ارادہ کیا، تو اس لڑکے نے کہا چچا جان! میں نے برا کیا ہے کیوں کہ میرے پاس سمجھ نہیں ہے اور آپ کے پاس سمجھ ہے تو آپ برا نہ کریں۔ (ثعالبی)

برے پڑوسی کا واقعہ

(۲۰۰)—ترجمہ: ابو مسلم خولانی کے سامنے اصیل، تیز رفتار، چھریرے بدن والا گھوڑا پیش کیا گیا، تو انہوں نے اس کے ہانکنے والوں سے پوچھا، یہ کس کام کے لیے موزوں ہے؟ لوگوں نے ان سے کہا اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے، اس پر انہوں نے کہا: نہیں، تو لوگوں نے کہا: دشمن سے مقابلہ کے لیے آپ نے فرمایا: نہیں، اس پر ان لوگوں نے آپ سے پوچھا تو پھر کس کام کے لیے موزوں ہے؟ اللہ آپ کی اصلاح فرمائے، آپ نے فرمایا: اس کے لیے (مناسب) ہے کہ آدمی اس پر سوار ہو اور برے پڑوسی کے پاس سے بھاگ جائے۔

(قلیوبی)

(۲۰۱)—جب ہُرمزان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے اسے قتل کرنا چاہا، تو اس پر اس نے پانی مانگا، تو آپ نے اسے پانی کا ایک پیالہ دیا، اس نے اسے اپنے ہاتھ میں لیا اور بے چین و پریشان ہوا، اور کہا جب تک میں پانی نہ پی لوں آپ مجھے قتل نہ فرمائیں، حضرت عمر نے کہا ٹھیک ہے، اس نے اپنے ہاتھ سے پیالہ پھینک دیا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے، اس نے کہا کیا آپ نے مجھے امان نہیں دیدی اور یہ نہیں فرمایا جب تک تم یہ پانی نہ پی لوگے تب تک میں تمہیں قتل نہیں کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرمائے اس نے امان طلب کر لی اور ہمیں پتہ بھی نہ چلا۔ (ثعالبی)

سلیک بن سلکہ کا واقعہ

(۲۰۲)۔۔۔ترجمہ: ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ سلیک بن سلکہ کنانہ کے چند لوگوں کے یہاں مہمان ہوئے، تو ان لوگوں نے ان کی خوب عزت کی، اور ان کے لیے بہت سے اونٹ جمع کیے اور انھیں وہ سارے اونٹ دے دیے، وہ بوڑھے اور عمر رسیدہ ہو چکے تھے، ان کی طاقت ختم ہو چکی تھی اور ان کی دوڑ کم ہو چکی تھی، ان سے لوگوں نے کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو جتنی دوڑ باقی رہ گئی ہے آپ وہی دکھا دیں، انھوں نے کہا ٹھیک ہے، چالیس جوانوں کو میرے پاس پہنچاؤ۔ اور میرے پاس ایک بڑی بھاری زرہ لے آؤ۔ وہ لوگ ان کے پاس زرہ لائے، اور اپنے جوانوں میں سے چالیس طاقت ور تیز دوڑنے والے جوانوں کو چھانٹا۔ (جب وہ آگیے) تو اب سلیک نے زرہ پہنی اور جوانوں سے کہا مجھے پکڑو۔ پھر وہ درمیانی دوڑ دوڑے اور جوان بھی ان کے پیچھے اپنی طاقت بھر دوڑے، وہ انھیں پکڑ نہیں سکے، یہاں تک کہ سلیک ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیے پھر وہ واپس لوٹے اور تنہا قوم کے پاس آئے جبکہ وہ تھک رہے تھے وہ دوڑنے میں زرہ پہنے رہ گیے اور تمام جوانوں سے بازی لے گیے (شریشی)۔

ابو العتاہیہ کی صبح کا واقعہ

(۲۰۳)۔۔۔ترجمہ: ابو العتاہیہ سے کہا گیا آپ نے صبح کس حال میں کی؟ انھوں نے جواب دیا (میں نے صبح کی) نہ اس چیز پر جسے اللہ تعالی پسند کرتا ہے، اور نہ اس چیز پر جسے میں پسند کرتا ہوں، اور نہ اس چیز پر جسے شیطان پسند کرتا ہے، پھر ان سے اس کے بارے میں پوچھا گیا (آخر یہ کیسے ہوتا ہے؟) انھوں نے فرمایا اس لیے کہ اللہ تعالی پسند فرماتا ہے کہ میں اس کی فرما برداری کروں اور میں ایسا نہیں ہوں، اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے پاس مال و دولت ہو تو میں ایسا بھی نہیں ہوں، اور شیطان مجھ سے گناہ کو پسند کرتا ہے اور میں ایسا بھی نہیں ہوں۔ (قلیوبی)

یحییٰ بن اکثم اور مامون کا واقعہ

(۲۰۴)۔ترجمہ:یحییٰ بن اکثم سے بیان کیا گیا ہے،انہوں نے کہا کہ میں نے ایک رات خلیفہ مامون رشید کے پاس گزاری،وہ رات کے ایک حصہ میں بیدار ہوئے تو انہوں نے گمان کیا کہ میں سو رہا ہوں،ان کو پیاس لگی لیکن انہوں نے غلام کو نہیں بلایا کہ کہیں میں جاگ نہ جاؤں وہ اٹھے چپکے سے ڈرتے ہوئے دبے قدموں یہاں تک کہ پانی ٹھنڈا کرنے والے برتن (فریج) کے پاس آئے،پانی پیا پھر لوٹے وہ اپنی آواز کو چھپا رہے تھے گویا کہ وہ چور ہیں،یہاں تک کہ وہ لیٹ گئے،ان کو کھانسی ہونے لگی تو میں نے دیکھا کہ اپنے منہ میں آستین داخل کر رہے ہیں ،تاکہ میں ان کی کھانسی کو نہ سنوں (اور میں جاگ نہ جاؤں) صبح صادق ہوئی تو انہوں نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا،اور میں نے خود کو سوتا ہوا ظاہر کیا،اس پر انہوں نے صبر کیا یہاں تک کہ نماز فجر کے فوت ہونے کا وقت قریب ہو گیا تو اب میں نے حرکت کی،تب انہوں نے اللہ اکبر یعنی اللہ بہت بڑا ہے کہا،اے غلام تو مجھ کو جگا دے،کہا اس پر میں نے کہا:اے امیر المومنین!رات میں آپ نے جو کچھ کیا وہ سب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا،اور یہی وجہ ہے کہ اللہ نے ہمیں آپ کا غلام اور آپ کو ہمارا آقا بنایا ہے۔(شمس الدین لواجی)

یحییٰ برمکی اور ان کے سائل کا واقعہ

(۲۰۵)۔ترجمہ:بیان کیا جاتا ہے کہ یحییٰ بن خالد برمکی دار الخلافت سے سوار ہو کر اپنے گھر کی طرف نکلے تو گھر کے دروازے پر ایک آدمی کو دیکھا،جب یحییٰ اس سے قریب ہوئے تو وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا،اور ان کو سلام کیا اور کہا:اے ابو علی!مجھے وہ چیز دے دیجیے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے،میں نے اللہ کو آپ کی طرف وسیلہ اور واسطہ بنایا ہے،تو یحییٰ نے حکم دیا کہ اس کے لیے اس کے گھر (یعنی میرے گھر میں خود کو ضمیر غائب سے تعبیر کیا ہے) میں ایک جگہ خاص کر دی جائے،اور ہر دن اس کو ہزار درہم دیے جائیں،اور یہ کہ اس کا کھانا اس (یحییٰ) کے

خاص کھانوں میں سے ہو، اس پر وہ شخص ایک مہینہ ٹھہرا رہا، پھر جب مہینہ پورا ہو گیا، اور اسے ایک مہینہ میں تیس ہزار درہم مل چکے تھے، تو اس شخص نے ان درہموں کو لیا اور واپس چلا گیا، جب اس کا تذکرہ یحییٰ سے کیا گیا، تو انہوں نے کہا خدا کی قسم! اگر وہ میری زندگی بھر اپنی پوری زندگی میرے پاس ٹھہرا رہتا تو میں اس سے اپنا عطیہ نہ روکتا اور نہ ہی اس سے اپنی میزبانی ختم کرتا۔ (غزالی)

دو سب سے بری اور دو سب سے اچھی چیزوں کا بیان

(۲۰۶)—ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ لقمان نوبی حکیم بن عنقاء بن بروق جو ایلہ (ملک) کا رہنے والا تھا اسے اس کے آقا نے ایک بکری دی اور اسے حکم دیا کہ اسے ذبح کرے اور اس میں سے جو سب سے خراب حصہ ہو وہ اس کے پاس لائے، اس نے بکری ذبح کی اور اس کا دل اور زبان لے کر اس کے پاس آیا، پھر اس (آقا) نے اس کو دوسری بکری دی اور اس کو ذبح کرنے کا حکم دیا پھر یہ کہ اس کا جو سب سے اچھا حصہ ہو وہ اس کے پاس لائے، پھر اس خادم (لقمان) نے بکری ذبح کی، اور اس کے پاس اس کا دل اور زبان لایا، آقا نے اس سے اس کے بارے میں دریافت کیا، تو اس (لقمان) نے آقا سے کہا، اے میرے آقا! ان دونوں سے زیادہ بری کوئی چیز نہیں اگر یہ دونوں بری ہوں، اور ان دونوں سے زیادہ کوئی اچھی چیز نہیں اگر یہ دونوں اچھی ہوں۔ (قلیوبی)

حضرت ابراہیم بن ادہم کا واقعہ

(۲۰۷) ترجمہ:- بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ ایک دن شہر بخارٰی کے باغوں سے گزرے، اور باغ کے بیچ سے گزرنے والی نہر سے وضو کیا، اتنے میں ایک سیب دیکھا جسے نہر کا پانی بہا رہا ہے، تو (دل میں) کہا اس (کے کھانے) میں کوئی خطرہ نہیں ہے، چنانچہ اسے کھا لیا، پھر اس کی وجہ سے ان کے دل میں شبہ ہوا، (چونکہ میں نے مالک کی اجازت کے بغیر کھایا ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ کھانا جائز نہ ہو) اب انھوں نے ارادہ کیا کہ وہ

باغ کے مالک سے اجازت طلب کریں، چنانچہ انھوں نے باغ کا دروازہ کھٹکھٹایا، اس پر ایک باندی ان کے سامنے آئی، انھوں نے اس سے کہا کہ گھر کے مالک کو میرے پاس بلا دو، باندی نے کہا وہ ایک عورت کا ہے، حضرت ابراہیم بن ادہم نے کہا، ان سے میرے لیے اجازت حاصل کرو، باندی نے ایسا ہی کیا (یعنی اجازت طلب کی) انھوں نے اس عورت کو سیب کے واقعہ کے بارے میں خبر دی، عورت نے ان سے کہا یہ باغ آدھا میرا ہے، اور آدھا بادشاہ کا ہے اور بادشاہ ان دنوں بلخ میں ہیں اور بلخ بخارئ سے دس دن کی مسافت پر ہے (یہ کہ کر) عورت نے اپنے آدھے سیب کو ان کے لیے حلال کر دیا، وہ بلخ کی طرف روانہ ہوئے تو انھیں بادشاہ جلوس کے ساتھ ملا، چنانچہ انھوں نے بادشاہ کو پورے واقعہ کی خبر دی اس سے (سیب) حلال کرنے کی اجازت طلب کی یہ سن کر بادشاہ کے اوسان (حواس باختہ) خطا ہو گیے، اور انھیں ایک ہزار دینار (تحفہ میں) دیے (ابن بطوطہ)

عبدالعزیز بن مروان کا واقعہ

(۲۰۸)—ترجمہ:۔ عبدالعزیز بن مروان مصر کے حاکم تھے، ایک دن وہ کسی جگہ گیے، اتفاقاً ایک شخص اپنے لڑکے کو اے عبدالعزیز: کہ کر آواز دے رہا ہے امیر نے اس کی آواز سنی، تو اسے دس ہزار درہم دینے کا حکم دیا، تاکہ وہ انھیں اس لڑکے پر خرچ کرے جو ان کا ہمنام ہے، یہ خبر شہرِ مصر میں پھیل گئی، لھذا ہر وہ شخص جس کے یہاں اس سال میں بچہ پیدا ہوا اس نے اس کا نام عبدالعزیز رکھا، اور اس کے برعکس دروغہ تاش تھا جو خراسان میں بڑا دربان تھا ایک دن وہ بخارئ کے صراف بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص اپنے غلام کو پکار رہا تھا اور لڑکے کا نام تاشا تھا، اس پر اس نے پورے صرافہ کو مٹا دینے اور (ان لوگوں) کی جائدادوں کو ضبط کرنے کا حکم دیا، اور (ایسا اس لیے) کہا، کہ تم لوگوں نے میرے نام کی توہین کرنی چاہی ہے، اب غور کرو یہی فرق ہے ایک آزاد قریشی اور زر خرید غلام کے درمیان۔ (غزالی)

حضرت لقمان اور عابد کا واقعہ

(۲۰۹)۔ترجمہ: لقمان حکیم نے کہا: میں ایک راستہ میں چل رہا تھا تو ایک شخص کو ٹاٹ پر بیٹھا ہوا دیکھا، میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں آدمی ہوں، میں نے کہا: آپ کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: (ٹھہر) تاکہ میں غور کر لوں کہ میرا نام کیا ہے؟ پھر میں نے اس سے کہا، دینے والا تم کو کہاں سے دیتا ہے؟ اس نے کہا جہاں سے چاہتا ہے (دیتا ہے)میں نے کہا، آپ کے لیے خوش خبری ہو اور آپ کی آنکھ ٹھنڈی ہو، اس پر اس نے کہا، اس خوش خبری اور آنکھ کی ٹھنڈک سے تمہیں کون منع کرتا ہے۔ (اصبہانی)

خلیفہ متوکل اور ابو عیناء کا واقعہ

(۲۱۰)۔ترجمہ: متوکل نے ابو عیناء سے پوچھا، تمہاری آنکھ کی روشنی جانے سے تمہیں سب سے زیادہ تکلیف کس بات سے ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا، اے امیر المومنین! (اس چیز سے تکلیف ہوتی ہے) جس نے مجھے آپ کے دیکھنے سے محروم کر دیا ہے جب کہ سب لوگ آپ کی خوب صورتی پر متفق ہیں۔ (شریشی)

ایک بے وقوف اور ایک بردبار کا واقعہ

(۲۱۱)۔ترجمہ: ایک بے وقوف نے کسی بردبار کو گالی دی، (گالی سن کر) وہ خاموش رہا، تو اس بے وقوف نے کہا میں آپ کو مراد لے رہا ہوں، (یعنی صرف تمہیں گالی دے رہا ہوں) تو اس بردبار آدمی نے کہا اور میں تمہیں سے چشم پوشی کر رہا ہوں۔

ایک شاعر نے کہا ہے:

(۱)۔بنی مسمع کے غلام نے مجھے گالی دی تو میں نے اس سے اپنی جان و عزت کو محفوظ رکھا۔

(۲)۔میں نے اس کو جواب نہیں دیا اس لیے کہ میں نے اسے حقیر سمجھا، کون ہے جو کتے کے کاٹنے پر اسے کاٹے۔(ثعالبی)

بیان کیا گیا ہے کہ ایک حکیم نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو علم طلب کر رہا ہے، اور اس میں غور کرنے کو پسند کر رہا ہے، اور (ساتھ ہی) وہ شرمارہا ہے، اس پر حکیم نے اس سے کہا: اے شخص! کیا تو اس بات سے شرماتا ہے کہ اپنی آخری عمر میں اس حالت سے افضل ہو جائے جس حالت میں اس سے پہلے تھا اور یہ بچپن الزام سے (تجھے) بری کردے گا (یعنی تمھارا خیال یہ ہے کہ ہم نے علم نہیں سیکھا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بچپن میں آدمی انجام کو نہیں سوچتا ہے اور نہ سیکھنے کے الزام سے میں بری ہو جاؤں گا تو یہ خیال غلط ہے) حالانکہ ان پڑھ ہونے میں بچپن عذر نہیں ہے۔(طرطوشی)

رازی اور بچوں کا واقعہ

(۲۱۴)۔ترجمہ: ابو علی رازی نے بیان کیا کہ میں ملک شام کے راستے میں چند بچوں کے پاس سے گزرا اس حال میں کہ وہ مٹی سے کھیل رہے ہیں اور دھول اوپر اڑ رہی ہے میں نے کہا، ٹھہر جاؤ، تم سب نے (مجھے) گرد آلود کر دیا، اس پر ان میں سے ایک بچے نے کہا، اے شیخ! آپ کہاں بھاگیں گے جب آپ پر قبر میں مٹی ڈالی جائے گی، (یہ سننا تھا) تو مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی، جب مجھے ہوش آیا (تو میں نے دیکھا) کہ میرے سرہانے وہی بچہ دوسرے بچوں کے ساتھ بیٹھا ہے اور وہ رو رہے ہیں، پھر میں نے اس سے پوچھا کیا تمھارے پاس (قبر کی) مٹی سے بھاگنے کی کوئی تدبیر ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے، لیکن میرے علاوہ کسی اور سے پوچھ لو، میں نے کہا اور تمھارے علاوہ وہ کون ہے؟ اس نے کہا، وہ آپ کی عقل ہے۔(شریشی)

ایک حاجی اور بڑھیا کا واقعہ

(۲۴)۔۔۔ترجمہ: بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص حاجیوں کے قافلے سے بچھڑ گیا اور راستہ بھول گیا اور ریگستان میں جا پڑا وہ چلتا رہا یہاں تک کہ ایک خیمہ کے پاس پہنچا، خیمہ کے اندر ایک بوڑھی عورت اور خیمہ کے دروازے پر ایک کتے کو سویا ہوا دیکھا، حاجی نے بڑھیا کو سلام کیا اور اس سے کھانا مانگا، اس پر بڑھیا نے کہا، اس وادی میں چلے جاؤ اور سانپوں کا اتنا شکار کر لو جو تمہارے لیے کافی ہوں تاکہ میں اس میں سے تمہارے لیے بھون دوں اور تمہیں کھلا دوں، اس آدمی نے کہا کہ میں سانپوں کے شکار کرنے کی ہمت نہیں رکھتا، بڑھیا نے کہا میں تمہارے ساتھ شکار کروں گی، لہٰذا تم ڈرو مت، پھر وہ دونوں چلے، اور ان دونوں کے پیچھے ایک کتا بھی چلا، تو ان دونوں نے اپنی ضرورت کے مطابق سانپ پکڑے، بڑھیا گھر آئی اور سانپوں کو تلنے لگی، حاجی نے کھانے کے سوا کوئی چارہ نہیں دیکھا، اور اسے ڈر ہوا (کہ اگر اسے نہیں کھائے گا) کمزوری اور بھوک سے مر جائے گا، اس لیے اس نے کھایا پھر اسے پیاس لگی اور اس نے پانی مانگا، بڑھیا نے کہا: پانی کا چشمہ تمہارے سامنے ہے تو تم پی لو، پھر وہ چشمہ پر گیا تو پانی کو کڑوا اور نمکین پایا (لیکن) اس کے پینے سے چھٹکارہ نہیں تھا اس لیے اس نے پیا، اور بڑھیا کے پاس واپس آیا اور کہا، اے بڑی بی! مجھے تعجب ہے آپ پر اور آپ کے اس جگہ ٹھہرنے پر اور آپ کے اس کھانا کھانے پر (یعنی نہ یہاں کھانا اچھا ہے اور نہ پانی اچھا ہے پھر بھی آپ رہتی ہیں) اس پر بڑھیا نے کہا: تمہارے علاقے کیسے ہوتے ہیں؟ حاجی نے کہا: ہمارے علاقے میں کشادہ کھلے مکانات ہوتے ہیں اور پختہ پھل، میٹھے پانی، عمدہ کھانے، موٹے گوشت اور بہت سی نعمتیں اور بہت سے پانی کے چشمے ہوتے ہیں، بڑھیا نے کہا میں نے یہ سب باتیں سن لیں (لیکن) مجھے بتاؤ کہ کیا تم لوگ کسی ایسے بادشاہ کے ماتحت رہتے ہو جو تم پر ظلم کرتا ہو اور جب تم سے کوئی غلطی ہو جائے تو وہ تمہارے مالوں کو (جائیداد) لے لیتا ہو، اور تمہاری حالتوں کو خراب کر دیتا ہو اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیتا ہو، اور تمہاری جائیداد سے

بے دخل کر دیتا ہو؟ اس نے کہا ہاں کبھی ایسا ہوتا ہے، اس پر بڑھیا نے کہا: تب تو ظلم وستم کے ساتھ مزیدار کھانا اور آرام دہ زندگی اور طرح طرح کے حلوہ جات زہر قاتل ہوتے ہیں، اور امن (ظلم سے محفوظ رہنے) کے ساتھ ہمارے کھانے نفع بخش تریاق ہوتے ہیں کیا تم نے نہیں سنا؟ ہدایت ربانی (ایمان) کی نعمت کے بعد سب سے بڑی نعمت صحت اور امن وسکون ہے۔ (غزالی)

ابو یعقوب یوسف کا واقعہ

(۲۴۳)ــ ترجمہ: ہم لوگ شہر بیروت سے ابو یعقوب یوسف کی قبر کی زیارت کرنے چلے جن کے تعلق سے لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ مغرب کے بادشاہوں میں سے ہیں، اور وہ (قبر) اس جگہ ہے جسے "کرک نوح" سے جانا جاتا ہے، جو عزیز (حاکم مصر کا لقب) کے علاقوں میں سے ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ یعقوب یوسف چٹائیاں بنتے تھے اور اسی کی آمدنی سے گزر اوقات کرتے تھے، ان سے روایت کی گئی کہ وہ دمشق میں داخل ہوئے تو وہاں وہ سخت بیمار ہوئے اور اسی حال میں وہ بازاروں میں پڑے رہے، پھر جب اپنی بیماری سے صحت یاب ہوئے تو شہر دمشق سے باہر نکلے تاکہ کوئی باغ تلاش کریں، اور (مزدوری پر) باغ کی نگرانی کرنے والے ہو جائیں، چنانچہ انہیں بادشاہ نور الدین کے باغ کی نگرانی کے لیے مزدور رکھ لیا گیا، انھوں نے اس کی رکھوالی چھ مہینے کی پھر جب پھل کا وقت آیا، باغ کے معاون، نمائندے نے ابو یعقوب کو حکم دیا کہ وہ انار لائے، جسے بادشاہ کھائیں، ابو یعقوب اس کے پاس ایک انار لائے تو بادشاہ نے اسے کھٹا پایا، اس پر معاون نے ابو یعقوب سے کہا کہ تمہیں باغ کی رکھوالی کرتے ہوئے چھ مہینے گزر چکے اور تم میٹھے کھٹے کو نہیں پہچانتے ہو؟ ابو یعقوب نے کہا، آپ نے مجھے نگرانی پر مزدور رکھا ہے نہ کہ کھانے پر، چنانچہ معاون بادشاہ کے پاس آیا اور بادشاہ کو اس کی اطلاع دی، بادشاہ نے اس کے پاس ملاقات کا پیغام بھیجا، اور اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ یہ وہی ہیں، بادشاہ نے ان سے کہا، آپ ابو یعقوب ہیں؟ انھوں نے کہا، ہاں۔

اس پر بادشاہ ان کی طرف گیا اور ان سے معانقہ کیا اور انہیں اپنے بغل میں بٹھایا، پھر انہیں اپنے کمرے میں لے گیا اور ان کی مہمانی اس حلال کمائی سے کی جسے اس نے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا تھا، ابو یعقوب اس کے پاس چند دن رہے پھر سخت ٹھنڈک کے زمانے میں خود دمشق سے بھاگ نکلے (ابن بطوطہ)

خلیفہ منصور اور مظلوم کا واقعہ

(۲۱۵)-ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ ایک عقل مند شخص کی زمین کسی حاکم نے غصب کر لی اور اس پر ظلم کیا، وہ شخص منصور کے پاس گیا اور اس سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو اچھا رکھے میں آپ سے اپنی ضرورت ذکر کروں یا اس سے پہلے ایک کہاوت بیان کروں؟ منصور نے کہا، بلکہ مجھ سے حاجت بیان کرنے سے پہلے قصہ بیان کرو، اس نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو اچھا رکھے، بے شک چھوٹا بچہ جب اسے کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو جسے وہ ناپسند کرے تو وہ اپنی مدد کے لیے اپنی ماں کی طرف بھاگتا ہے اس لیے کہ وہ اپنے خیال میں اس سے بڑھ کر اپنے لیے اس کے علاوہ کوئی مددگار نہیں جانتا ہے، پھر جب وہ جوان اور طاقت ور ہو جاتا ہے تو اس کا بھاگنا اور شکایت کرنا اپنے باپ کی طرف ہوتا ہے اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کا باپ اس کی مدد کے لیے اس کی ماں سے زیادہ طاقت ور ہے، پھر جب وہ بالغ اور مرد ہو جاتا ہے اور اسے کوئی معاملہ لاحق ہوتا ہے تب وہ حاکم سے شکایت کرتا ہے اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ حاکم اس کے باپ سے زیادہ طاقت ور ہے، پھر اگر اس کی عقل پختہ اور انتہائی خود دار ہو تو بادشاہ سے شکایت کرتا ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے زیادہ طاقت ور ہے، پھر اگر بادشاہ اس کا انصاف سے فیصلہ نہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتا ہے اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ سے زیادہ طاقت والا ہے (ان ساری تفصیلات کے بعد میری حاجت یہ ہے) کہ مجھ پر ایک مصیبت آ پڑی ہے اور آپ کے اوپر آپ سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے، پھر اگر آپ انصاف سے فیصلہ کریں تو اچھا ہے ورنہ میں زمین کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی

بارگاہ میں پیش کروں گا، بادشاہ نے کہا (تم خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش مت کرو) بلکہ ہم تمہارا فیصلہ انصاف سے کریں گے اور حکم دیا کہ وہاں کے حاکم کو اس کی زمین لوٹا دینے کا فرمان لکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد سے نجات پانے کا واقعہ

(۴۹)—ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ جزیرہ سسلی کا بادشاہ ایک رات بے خواب رہا اور اسے نیند نہیں آئی، اس نے بحریہ کے امیر کے پاس پیغام بھیجا اور کہا: تم ابھی ایک جہاز افریقہ بھیجو جو میرے پاس وہاں کی خبر لائے، امیر نے جہاز تیار کیا اور اسے اسی وقت روانہ کر دیا۔ جب لوگوں نے صبح کی تو جہاز اسی جگہ کھڑا ہے اور ذرہ بھر نہیں کھسکا ہے۔ اس پر بادشاہ نے اس سے کہا: کیا تم نے وہ کام نہیں کیا جس کا میں نے حکم دیا تھا؟ اس نے کہا: ہاں میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور جہاز روانہ کر دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس آ گیا، اب آپ سے جہاز کا کپتان (تمام ماجرا) بیان کریں گے، اتنے میں جہاز کا کپتان آیا اس حال میں کہ اس کے ساتھ ایک آدمی تھا، بادشاہ نے کہا جب میں نے تمہیں حکم دیا تو تمہیں کس چیز نے منع کیا؟ اس نے عرض کیا، میں جہاز میں روانہ ہوا ایک بجے آدھی رات ہوئی اور جہاز ران جہاز چلا رہے تھے اسی درمیان میں نے ایک آواز سنی، کوئی کہہ رہا ہے: اے اللہ! اے اللہ! اے مدد چاہنے والوں کی مدد کرنے والے! اسی کو وہ بار بار دہرہ رہا ہے، جب اس کی آواز ہمارے کانوں میں پڑی تو ہم نے بھی اسے کئی بار پکارا، ہم حاضر ہوئے، ہم حاضر ہوئے، ہم حاضر ہوئے، ہم حاضر ہوئے، وہ پکار رہا تھا، اے اللہ! اے اللہ! اے مدد چاہنے والوں کی مدد کرنے والے اور ہم اسے جواب دے رہے تھے، ہم حاضر ہوئے، ہم حاضر ہوئے، اور ہم آواز کی طرف بڑھے تو ہم نے اس آدمی کو ڈوبتا ہوا زندگی کے آخری لمحہ میں پایا، تو ہم نے اسے دریا سے نکالا اور اس سے اس کا حال پوچھا، اس نے بتایا کہ ہم افریقہ سے روانہ ہوئے تھے تو کئی دن ہوئے ہماری کشتی ڈوب

گئی اور میں برابر تیر تا رہا یہاں تک کہ میں موت کے منہ میں پہونچ چکا تھا تو تمہاری جانب کے علاوہ میں نے کسی اور طرف سے مدد محسوس نہیں کی، لہٰذا پاک ہے وہ ذات جس نے وحشت کی تاریکی اور دریا میں ڈوبنے والے کی خاطر ایک بادشاہ کو بیدار رکھا ایک جابر کو اس کے محل میں بے خواب کیے رکھا یہاں تک کہ اسے ان تینوں تاریکیوں سے نکال باہر کیا، رات کی تاریکی اور سمندر کی تاریکی اور وحشت کی تاریکی، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، پاکی ہے تجھے اے سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان۔ (طرطوشی

فوجی اور دھوکے باز کا واقعہ

(۲۱۷)۔ ترجمہ: شہر اسکندریہ کی سرحد پر ایک حاکم تھا جسے حسام الدین کہا جاتا تھا، ایک رات وہ اپنی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، اسی درمیان اس کے پاس ایک فوجی آیا، اور اس سے کہا: اے ہمارے حاکم آقا! آپ جان لیں کہ میں اس شہر میں اسی رات کو داخل ہوا اور فلاں ہوٹل میں ٹھہرا، پھر میں اس میں تہائی رات تک سویا اور جب بیدار ہوا تو اپنی تھیلی کو بندھا ہوا پایا اور اس میں سے میرا بٹوہ جس میں ہزار دینار تھے چوری ہو گیا، ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ حاکم نے (ایک شخص کو) بھیجا اور پولس دستہ کو بلوایا اور ہوٹل میں موجود تمام لوگوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا، اور صبح تک انہیں قید کرنے کا حکم دیا، پھر جب صبح ہوئی تو سزا دینے والے ہتھیار کے لانے کا حکم دیا، اور ان لوگوں کو درہموں کے مالک فوجی کے سامنے پیش کیا، اور ان کو سزا دینے کا ارادہ کیا، اتنے میں ایک آدمی آیا اور لوگوں کو چیرتا پھاڑتا حاکم اور فوجی کے سامنے جا کھڑا ہوا، اس نے کہا: حضور ان سب لوگوں کو چھوڑ دیجئے کیوں کہ یہ سب لوگ مظلوم ہیں اور میں ہوں وہ شخص جس نے اس فوجی کا مال لیا ہے اور یہ ہے اس کا بٹوہ جس کو میں نے اس کی تھیلی سے لیا ہے پھر اسے اپنی آستین سے نکالا اور اسے فوجی اور حاکم کے سامنے رکھ دیا، اس پر حاکم نے فوجی سے کہا: تم اپنا مال لے لو اور اس پر قبضہ کر لو اب ان لوگوں پر تمہارا کوئی مطالبہ باقی نہیں رہا، وہ لوگ اور تمام حاضرین اس شخص کی تعریف کرنے لگے اور اسے دعائیں دینے

لگے، پھر اس شخص نے کہا: اے امیر! یہ کوئی چالبازی نہیں جو میں خود آپ کے پاس آیا اور اس بٹوہ کو پیش کیا، (لیکن) حقیقت میں چالبازی اس بٹوہ کو دوبارہ اس فوجی سے لے لینے میں ہے، حاکم نے کہا: اے چالاک! جس وقت تو نے اس کو لیا تو تو نے کیسے کیسے کیا؟ اس نے کہا: اے حاکم! میں مصر کے صرافہ کے بازار میں تھا، جب میں نے اس فوجی کو دیکھا کہ اس نے سونے کی ریزگاری (پیسے کا چینج لینا) لی اور اسے اس بٹوہ میں رکھا، تو میں نے گلی در گلی اس کا پیچھا کیا، (لیکن) میرے لیے اس سے مال لینے کی کوئی صورت نہ بن سکی، پھر اس نے سفر کیا، تو میں ایک شہر سے دوسرے شہر تک اس کے پیچھے لگا رہا اور راستہ بھر اس سے (مال حاصل کرنے کی) تدبیر کرتا رہا (لیکن) اس سے مال لینے پر قادر نہیں ہوا، پھر جب یہ اس شہر میں داخل ہوا تو اس کے پیچھے میں بھی آیا یہاں تک کہ یہ اس ہوٹل میں داخل ہوا تو میں بھی اس کے بغل میں ٹھہرا اور گھات میں لگا رہا یہاں تک کہ یہ سو گیا اور میں نے اس کے خرانٹے لینے کو سنا تو اس کی طرف آہستہ آہستہ چلا اور تھیلی کو اس چھری سے کاٹ لیا اور بٹوہ کو اس طرح لیا، اس نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے اور بٹوہ فوجی اور حاکم کے سامنے سے اٹھا لیا اور فوجی اور حاکم کے پیچھے ہو گیا اس حال میں کہ لوگ اس کی طرف دیکھ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ وہ انہیں دکھا رہا ہے کہ بٹوہ کو تھیلی سے کیسے لیا، اور اچانک وہ بٹوہ لیکر دوڑ پڑا اور ایک تالاب میں کود پڑا اس پر حاکم نے تالاب کے کنارے سے شور مچایا اور کہا، اسے پکڑو اور اس کے پیچھے پانی میں اترو، ابھی لوگوں نے اپنے کپڑے اتارے اور تالاب میں کودے بھی نہ تھے کہ مکار نے اپنا راستہ لیا، لوگوں نے اسے تلاش کیا مگر اسے نہ پا سکے، اور یہ اس وجہ سے کہ اسکندریہ کی تمام گلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں، لوگ واپس ہوئے اور مکار کو پکڑ نہ سکے، اس پر حاکم نے فوجی سے کہا کہ لوگوں پر تمہارا کوئی حق باقی نہ رہا، اس لیے کہ تم نے اپنے مخالف کو پہچان لیا اور اپنے مال کو قبضہ میں لے لیا اور تم اس کے بعد اس کی حفاظت نہ کر سکے، تو فوجی اٹھا اس

حال میں کہ اس کا مال ضائع ہو چکا تھا اور لوگوں کو فوجی اور حاکم کے ہاتھوں سے چھٹکارا مل چکا تھا۔ (الف لیلہ ولیلہ)

خلیفہ مامون اور سنار کا واقعہ

(۲۱۸) **ترجمہ:** سلیمان وراق نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں نے خلیفہ مامون سے بڑھ کر صبر وتحمل والا آدمی کسی کو نہیں دیکھا، ایک دن میں ان کے پاس حاضر ہوا اور ان کے پاس سرخ یاقوت کا ایک لمبا نگینہ تھا، جس کی چمک اور روشنی ایسی تھی جس سے ان کی مجلس منور ہو گئی تھی اور وہ اسے اپنے ہاتھ میں الٹ پلٹ رہے تھے اور اس کی تعریف کر رہے تھے پھر انہوں نے ایک سنار کو بلایا، اور اس سے کہا: اس نگینہ کو ایسے ایسے بناؤ اور اس میں فلاں فلاں چیز جڑو، اور اس کو سمجھا دیا کہ وہ اس کو کیسے بنائے گا تو سنار نے اسے لیا اور چلا گیا، پھر تین دن کے بعد میں دوبارہ مامون کے پاس گیا تو ان کو نگینہ یاد آیا، انہوں نے سنار کو بلایا تو وہ اسے لیکر آیا اس حال میں کہ وہ کانپ رہا تھا اور اسکے چہرے کا رنگ متغیر ہو رہا تھا، اس پر مامون نے کہا: نگینہ کا تم نے کیا کیا؟ تو وہ ہکلانے لگا اور کوئی بات نہ بول سکا، تو مامون نے اپنی دانائی سے سمجھ لیا کہ اس میں کوئی بگاڑ پیدا ہو گیا ہے، انہوں نے اپنا چہرہ اس سے پھیر لیا یہاں تک کہ اس کی گھبراہٹ ختم ہو گئی پھر وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی بات دہرائی، اس پر سنار نے کہا، آپ کی امان چاہتا ہوں اے امیر المومنین! کہا تیرے لیے امان ہے، تو اس نے نگینہ کے چار ٹکڑے نکالے (اور کہا کہ) میرے ہاتھ سے نگینہ نہائی پر گرا اور اس کے چار ٹکڑے ہو گئے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، اس پر مامون نے کہا کوئی بات نہیں، اس کی تم چار انگوٹھیاں بنا دو، اور اس سے بات کرنے میں نرمی برتی یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ نگینہ کو چار ٹکڑے کرانا چاہتے تھے، پھر جب وہ مرد (سنار) ان کے پاس سے چلا گیا تو مامون نے کہا: کیا تم سب جانتے ہو کہ اس نگینہ کی کیا قیمت ہے؟ ہم نے کہا: نہیں، انہوں نے کہا: اس کو ہارون رشید نے ایک لاکھ بیس ہزار میں خریدا تھا۔ (آلبیدی)

نظام الملک اور ابو سعید صوفی کا واقعہ

(۲۱۹) ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص جن کو ابو سعید کہا جاتا تھا نظام الملک کے پاس گئے، اور ان سے کہا، اے امیر المومنین! امن و سلامتی کے شہر بغداد میں آپ کے لیے ایک ایسا مدرسہ بناؤں گا جس کی نظیر پوری روئے زمین میں نہ ہو، اس کی وجہ سے آپ کا ذکر قیامت تک باقی رہے گا، بادشاہ نے کہا، بناؤ، پھر اس نے بغداد میں اپنے معاونین کو لکھا کہ وہ سب لوگ ان کو مال دیں، اس کے بعد ابو سعید نے دریائے دجلہ کے کنارے ایک میدان (زمین کا بڑا حصہ) خریدا اور مدرسہ نظامیہ کا نقشہ بنایا اور اس کی خوبصورت عمارت تعمیر کی اور اس پر خلیفہ نظام الملک کا نام کندہ کرایا اور اس کے ارد گرد بازار بنائے جنھیں مدرسہ پر وقف کر دیا (تاکہ اس کی آمدنی مدرسہ کے کام آے) اور جائداد، دوکانیں اور حمام خریدے جو مدرسہ پر وقف کر دیئے گیے، اس طرح نظام الملک کو وہ ریاست، سرداری اور شہرت نصیب ہوئی کہ اس کا چرچہ روئے زمین پر پھیل گیا اور اس کا اثر مشرق و مغرب (یعنی پوری دنیا) میں پھیل گیا، اور یہ کام پورے دس سال کے زمانے میں ۴۵۰ھ میں مکمل ہوا، پھر اخراجات کا حساب نظام الملک کی بارگاہ میں پیش کیا گیا، تو وہ ساٹھ ہزار دینار کے قریب پہنچا، پھر لکھنے والوں اور حساب کرنے والوں کے ذریعہ نظام الملک تک یہ خبر پہونچی کہ وہ جو ابو سعید نے خرچ کیا ہے تقریبا نو ہزار دینار ہے، بقیہ سارا روپیہ ابو سعید نے اپنے پاس دبا کر رکھ لیا ہے اور اس معاملہ میں آپ سے خیانت کی ہے، تو نظام الملک نے ابو سعید کو شہر اصفہان میں حساب کرنے کے لیے بلایا، جب ابو سعید نے اس بات کو محسوس کیا، (کہ اب وہاں جانے سے میرا راز فاش ہو جائے گا) تو اس نے خلیفہ ابو العباس کے پاس ایک قاصد بھیجا جو اس سے کہے کہ کیا آپ کو اس بات سے خوشی ہوگی کہ میں دنیا بھر میں آپ کی شہرت پھیلا دوں اور آپ کے نام و نمود کی ایسی تشہیر کروں جس کو زمانہ مٹا نہ سکے، خلیفہ نے کہا اور وہ کیا ہے؟ اس نے کہا، وہ یہ ہے کہ آپ نظام الملک کا نام اس مدرسہ سے مٹوا دیں اور اس پر اپنا نام لکھوا دیں اور نظام الملک کو

ساٹھ ہزار درہم تول کردیں، اس پر خلیفہ نے ابو سعید کے پاس کہلا بھیجا کہ کسی کو بھیج دو جو مال لے جائے، جب ابو سعید نے خلیفہ سے یہ بات پختہ کرلی، تو اصفہان گیے، (اور خلیفہ نظام الملک کے پاس پہنچے) تو نظام الملک نے ان سے کہا، کہ آپ نے ہم سے تقریباً ساٹھ ہزار دینار لیے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ آپ حساب نکال کر دکھائیں، اس پر ابو سعید نے بادشاہ سے کہا، کہ آپ بات کو طول نہ کریں، اگر آپ (میرے دیے ہوئے حساب پر) راضی ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں مدرسہ پر آپ کا لکھا ہوا نام مٹادوں گا اور اس پر کسی دوسرے کا نام لکھ دوں گا، آپ میرے ساتھ کسی آدمی کو بھیج دیں جو مال لے لے، جب نظام الملک کو اس کا اندازہ ہوگیا (کہ وہ مجھے رقم دے دیگا اور کسی دوسرے خلیفہ کا نام اس پر لکھ دے گا) تو کہا، اے شیخ! ہم نے وہ تمام رقم آپ کو دیدی اور ہمارا نام مت مٹائیں، پھر ابو سعید نے اس رقم سے صوفیہ کے لیے مکانات بنوائے اور بہت سی زمین ہوٹل، باغات اور گھر خریدے اور ان تمام کو صوفیہ کے لیے وقف کردیا۔ (طرطوشی)

ساتواں باب لطیفوں کے بیان میں

(۲۲۰) ترجمہ:۔ ایک عقل مند نے کسی بے وقوف کو پتھر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہا، ایک پتھر دوسرے پتھر پر بیٹھا ہے۔ (ابشیہی)

(۲۲۱) ایک آدمی نے کسی فلسفی کو دیکھا کہ وہ ایک بوڑھے آدمی کو ادب سکھا رہا ہے تو اس نے کہا، آپ کیا کررہے ہیں؟ اس نے جواب دیا، ایک حبشی کو نہلا رہا ہوں شاید کہ یہ گورا ہوجائے۔ (مستطرف)

(۲۲۲) حاجری نے ایک ڈاکٹر کی ہجو کرتے ہوئے کہا: (۱) وہ چلتا ہے اس حال میں کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام اس کے پیچھے ہوتے ہیں، وہ روح نکالنے کے لیے آستینوں کو چڑھائے ہوئے ہیں۔

(۲۲۳) بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے کسی بادشاہ کے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا، جب وہ بادشاہ کے سامنے آیا تو بادشاہ نے اس سے کہا، کیا تو نبی ہے؟ اس نے کہا، "ہاں" بادشاہ نے کہا، تم کس کی طرف بھیجے گئے ہو؟ اس نے کہا آپ کی طرف، بادشاہ نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ایک بدزبان بے وقوف ہو، اس نے کہا بے شک ہر قوم کی طرف انہیں جیسا آدمی بھیجا جاتا ہے، اس پر بادشاہ ہنس پڑا اور اسے کچھ (بطور انعام) دینے کا حکم دیا۔ (اشبہی)

(۲۲۴) ایک آدمی نے شراب پینی چھوڑ دی، اس سے کہا گیا کہ تم نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ حالانکہ یہ دل کی طرف خوشی کا پیمبر ہے، اس نے کہا اور لیکن یہ بہت برا پیمبر ہے، بھیجا جاتا ہے پیٹ کی طرف سے اور سر کی طرف چلا جاتا ہے۔ (شریشی)

(۲۲۵) ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا، لوگوں نے اس سے خلیفہ مامون کی موجودگی میں معجزہ طلب کیا، اس نے کہا، میں تم لوگوں کے سامنے پانی میں کنکری ڈالتا ہوں وہ گھل جائے گی، لوگوں نے کہا ہمیں قبول ہے، اس پر اس نے اپنی جیب سے ایک کنکری نکالی اور پانی میں ڈال دیا تو وہ گھل گئی، لوگوں نے کہا یہ کوئی چال ہے، ہم تمہیں اپنے پاس سے کنکری دیتے ہیں اسے پانی میں ڈالو وہ گھلے (تو ہم تسلیم کریں گے) اس نے کہا، نہ تم لوگ فرعون سے بڑے ہو اور نہ میں کرامت میں موسیٰ علیہ السلام سے بڑا ہوں، فرعون نے موسیٰ (علیہ السلام) سے نہیں کہا تھا کہ میں اسے تسلیم نہیں کروں گا جو آپ لاٹھی سے کر رہے ہیں یہاں تک کہ میں آپ کو اپنے پاس سے لاٹھی دوں آپ اسے اژدہا (سانپ) بنائیں (اگر آپ ایسا کریں گے تو میں آپ کو نبی مانوں گا) تو (یہ بات سن کر) مامون ہنس پڑا اور انعام سے نوازا۔

(۲۲۶) ترجمہ:۔ ایک شخص نے درہموں کی ایک تھیلی چرائی اور چل دیا یہاں تک کہ وہ مسجد میں آیا اور نماز پڑھنے لگا، امام نے " وما تلك بيمينك يا موسى " (اے موسیٰ

تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟) کی قرات کی، اور موسیٰ اس اعرابی (بدو) کا نام تھا، اس نے کہا، کوئی شک نہیں بلاشبہ (اے امام) تو جادوگر ہے پھر تھیلی پھینک دی اور بھاگ نکلا۔ (قلیوبی)

(۴۲۷) ایک بادشاہ نے اپنے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے والے سے کہا، میرے پاس ایک سفید گھوڑا لاؤ، اس پر اس کے وزیر نے اس سے کہا، بادشاہ سلامت! آپ سفید گھوڑا نہ فرمائیں اس لیے کہ یہ عیب ہے جو بادشاہوں کے رعب و دبدبہ کو مجروح کرتا ہے۔ بلکہ اشہب (سیاہی مائل سفید) گھوڑا فرمائیں،، پھر (ایک دن) کھانا پیش کیا گیا تو دسترخوان کے ذمہ دار سے بادشاہ نے کہا، اشہب پلیٹ لاؤ، اس پر وزیر نے کہا، آپ جو چاہیں فرمائیں، آپ کو درست کرنے کی میرے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے۔ (ابشیہی)

(۴۲۸) اشعب نے ایک شخص کو طشتری بناتے دیکھا تو اس سے کہا، میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ تم اس کی چوڑائی میں ایک گھیرا یا دو گھیرا بڑھا دو، اس پر اس مرد نے کہا اس کا مطلب کیا ہے؟ اشعب نے کہا شاید کسی دن اس میں کوئی چیز رکھ کر مجھے تحفہ دیا جائے۔ (شریشی)

(۴۲۹) ایک بزرگ جو شیخ کسائی سے مشہور تھے شاعر تھے اور محتاجوں کے بھیس میں رہتے تھے، ان کی دونوں آنکھوں میں تکلیف رہتی تھی، سرمہ بناتے اور فرمائش کرنے والوں کو بیچتے تھے، ایک دن کسی شخص نے ان سے ایک درہم کا سرمہ خریدا اور خریدنے والے نے دیکھا کہ ان کی آنکھ میں تکلیف ہے تو اس نے انہیں دو درہم دیے اور کہا کہ یہ ایک درہم آپ کے سرمے کی قیمت ہے اور دوسرا درہم آپ کے لیے ہے اس سے آپ بھی سرمہ خرید لیں اور اپنی دونوں آنکھوں میں سرمہ لگائیں تو ان بزرگ نے اس بات کو بہت پسند کیا۔ (ابن طقطقی)

حجاج بن یوسف اور ایک بزرگ کا واقعہ

(۴۳۰)**ترجمہ:**۔ بیان کیا گیا ہے کہ حجاج بن یوسف کسی دن تفریح کے لیے نکلا، اور اپنے ساتھیوں کو سیر و تفریح سے روک دیا اور خود تنہا چلا، (اسی دوران) بنی عجل کے ایک بزرگ آدمی سے اس کی ملاقات ہوئی، حجاج نے اس سے کہا، اے بزرگ! آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟ اس نے کہا، اسی گاؤں سے، حجاج نے کہا، شہر کے حاکموں کے بارے میں آپ لوگوں کی رائے کیا ہے؟ اس نے کہا سب (حاکم) برے ہیں، لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ان کے مالوں کو لوٹ لیتے ہیں، حجاج نے کہا اور حجاج کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ اس نے کہا یہ سب سے زیادہ ناپاک ہے اللہ اس کا منہ کالا کر دے اور اس کا منہ بھی کالا کر دے جس نے اسے اس دیار پر حاکم بنایا ہے، اس پر حجاج نے کہا، آپ جانتے ہیں میں کون ہوں؟ اس نے کہا، خدا کی قسم نہیں، حجاج نے کہا، میں ہی حجاج ہوں، اس نے کہا میں آپ پر قربان، اور آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں؟ حجاج نے کہا نہیں، اس نے کہا، میں بنی عجل کا دیوانہ زید بن عامر ہوں، ہر دن قریب اسی وقت مجھ پر جنون کا دورہ پڑتا ہے (یہ بات سن کر) حجاج ہنس پڑا اور اسے انعام دیا۔ (ابن قتیبہ)

مامون رشید اور نبوت کے دعویدار کا واقعہ

(۴۳۱)**ترجمہ:**۔ ایک آدمی نے مامون رشید کے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا، جب لوگوں نے اسے امیر المومنین کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس سے کہا کہ ہر نبی کا کوئی نہ کوئی معجزہ ہوتا ہے، جو اس کی نبوت پر دلالت کرتا ہے، آپ کے معجزات میں سے کون سی چیز ہے؟ اس نے کہا آپ جو چاہیں سوال کریں، مامون رشید نے کہا، میں چاہتا ہوں کہ یہ سب بے داڑھی والے غلام داڑھی والے ہو جائیں، اس پر اس نے کچھ دیر تک سر جھکا لیا، پھر اپنے سر کو اٹھایا، اور کہا، کیسے جائز ہوگا، یہ کہ میں ان بے داڑھی والوں کو داڑھی والا کر دوں اور ان کی اچھی صورتوں کو بدل دوں، لیکن ان لوگوں کو جو داڑھی والے ہیں تھوڑی دیر میں بے

داڑھی والا بنا سکتا ہوں، مامون رشید کو اس کا جواب پسند آیا اور اسے معاف کر دیا۔ (ابن ملتقطی)

(۴۳۲) بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بے وقوف اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، تو موٹی بکریوں کو سبز گھاس والی جگہ میں چراتا تھا اور دبلی بکریوں کو دور رکھتا تھا، اس پر اس سے کہا گیا، تمہارا برا ہو، یہ تم کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا، اللہ تعالیٰ نے جسے خراب کر دیا ہے میں اسے اچھا نہیں کروں گا اور جسے اللہ نے اچھا کر دیا ہے میں اسے خراب نہیں کروں گا۔ (لطائف العرب)

خلیفہ معتصم اور جنید اسکافی کے لڑکے کا واقعہ

(۴۳۳) ترجمہ:۔ خلیفہ معتصم جنید اسکافی کے بیٹے علی سے محبت کرتے تھے، اور علی شکل و صورت اور گفتگو میں اچھے تھے، (یعنی اچھی صورت اور میٹھی گفتگو کرنے والے تھے) تو خلیفہ معتصم نے ابن حماد سے کہا، کہ جنید کے بیٹے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ میرا ساتھی ہونے کے لیے تیار ہو جائے، چنانچہ وہ علی کے پاس گیا، اور اس سے کہا تم امیر المؤمنین کے ساتھی ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ، اس لیے کہ خلفا کی صحبت بڑی بات ہے، علی نے کہا ساتھی ہونے کے لیے میں کس طرح تیار ہو جاؤں؟ اپنے سر کے علاوہ دوسرا سر لگا لوں، اپنی داڑھی کے علاوہ دوسری داڑھی خرید لوں؟ ابن حماد نے کہا، (نہیں بلکہ) شرطیں، گفتگو اور تبادلہ خیالات اور ہم نشینی سے فائدہ اٹھانا ہے اور یہ کہ تم تھوکو گے نہیں اور نہ کھانسو گے اور نہ چھینکو گے اور نہ کھنکارو گے اور یہ کہ سوار ہونے پر (کجاوہ) ایک طرف جھکنے کے خوف سے سوار ہونے میں تم پہلے سوار ہو گے، (کیوں کہ سوار ہونے میں کجاوہ ایک طرف جھک کر پلٹ نہ جائے) اور اترنے میں وہ (خلیفہ) تم سے پہلے اتریں گے، تو جب یہ ساتھ میں سوار ہونے والا (ان سارے معاملات کو) نہیں کرے گا تو یہ سیسہ کا ڈرمٹ جس سے گنبد برابر کیا جاتا

ہے وہ دونوں ایک ہوں گے، اس پر علی نے ابن حماد سے کہا، جاؤ، خلیفہ سے کہہ دو آپ کی رفاقت نہیں کرے گا مگر وہ شخص جو گھٹیا درجہ کا ہو، وہ معتصم کے پاس آیا اور اس سے لڑکے کی بات بتائی، اس پر وہ ہنسا اور کہا، اسے میرے پاس لاؤ، پھر جب وہ آیا تو خلیفہ نے کہا، اے علی! میں تمھارے پاس قاصد بھیجتا ہوں کہ تم میری رفاقت میں رہو تو تم نہیں کرتے ہو اس نے خلیفہ سے کہا، کہ آپ کا یہ تا نجھ قاصد میرے پاس حسان سامی اور خالویہ حاکی کے شرائط لایا تھا، چنانچہ اس نے کہا کہ تم تھوکو گے نہیں اور نہ چھینکو گے اور اپنی انگلیاں چٹخانے لگا، اور یہ (ایسی شرطیں ہیں) جن کی میں طاقت نہیں رکھتا ہوں، تو اگر آپ راضی ہوں کہ میں آپ کی رفاقت میں رہوں تو جب مجھے چھینک آئے گی تو میں چھینکوں گا ورنہ پھر میرے اور آپ کے درمیان کوئی معاملہ نہیں ہے، اس پر معتصم ہنس پڑا اور اپنے دونوں پیروں سے (زمین کی) کرید ا (اس سے رضا مقصود تھی) اور کہا، تم ان شرطوں پر میری رفاقت میں رہو (شریشی)۔

طلال میں ڈالنے تنگ کرنے والے مہمان کا واقعہ

(۳۳۴) ترجمہ:۔ ایک شخص ایک آدمی کا مہمان ہوا تو وہ لمبی مدت تک ٹھہرا رہا یہاں تک کہ میزبان کو برا لگا، اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا ہمیں اس کے ٹھہرنے کی مدت کیسے معلوم ہو؟ اس کی بیوی نے اس سے کہا، ہم آپس میں جھگڑا کریں، یہاں تک کہ اس کے پاس مقدمہ لے جائیں (تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کتنا ٹھہرے گا) اس شخص نے جھگڑا کیا تو عورت نے مہمان سے کہا، اس ذات کی قسم جو کل صبح آپ کی روانگی کو بابرکت بنائے ہم دونوں میں کون بڑا ظالم ہے؟ اس پر مہمان نے کہا، اس ذات کی قسم جو آپ لوگوں کے پاس میرے ایک ماہ ٹھہرنے کو میرے لیے بابرکت بنائے، میں نہیں جانتا ہوں (کہ تم میں سے کون بڑا ظالم ہے)۔

بصرہ اور مدینے کے رہنے والے کا واقعہ

(۴۳۵) ترجمہ:۔ایک بصرہ کا رہنے والا کسی مدینے کے رہنے والے کا مہمان ہوا اور وہ اس کا دوست تھا، اس نے اس کے پاس بیٹھنے میں طول دیا، (پھر جب کافی مدت گزر گئی اور مہمان نہیں گیا اور میزبان سے صبر نہ ہوا) تو مدنی نے اپنی بیوی سے کہا: جب کل کا دن ہو گا تو میں مہمان سے کہوں گا کہ وہ کتنے ہاتھ کودتا ہے؟ پھر میں کودوں گا، پھر جب وہ کودے تو اس کے پیچھے دروازہ بند کر لینا، پھر جب کل ہوا تو مدنی نے کہا: اے ابو فلاں! آپ کی چھلانگ کتنی ہے؟ اس نے کہا ٹھیک ہے، مدنی نے تجویز پیش کی کہ وہ اس کے ساتھ کودے تو اس نے منظور کر لیا پھر مدنی اپنے گھر سے باہر کی طرف کئی ہاتھ کودا اور مہمان سے کہا: اب تم کودو تو مہمان گھر کے اندر دو ہاتھ کودا، اس پہ مدنی نے اس سے کہا کہ میں گھر کے باہر کئی ہاتھ کودا اور تم گھر کے اندر صرف دو ہاتھ کودے (لہٰذا تم بھی چار ہاتھ گھر کے باہر کودو) اس پہ مہمان نے کہا گھر میں دو ہاتھ کودنا باہر کے چار ہاتھ کودنے سے بہتر ہے۔ (مبرد)

شاعر اور خلیفہ مامون کا واقعہ

(۴۳۶) ترجمہ:۔ایک شاعر خلیفہ مامون کے پاس آیا اور اس نے کہا: میں نے آپ کی شان میں ایک شعر کہا ہے، مامون نے کہا: اسے مجھے سناؤ، اس نے کہا (۱) لوگوں کا رب آپ کی عمر دراز فرمائے اس لیے کہ چہرے کی خوب صورتی کے ساتھ اس نے آپ کو ترقی دی ہے (یعنی آپ کو ظاہری و باطنی خوبیاں حاصل ہیں) (۲) شہر بغداد آپ کے نور کی چمک سے روشن ہو گیا ہے اور لکڑی آپ کے عطیہ سے سر سبز و شاداب ہو چکی ہے۔ (راوی نے کہا) اس پہ خلیفہ مامون نے تھوڑی دیر تک سر جھکایا اور کہا: اے اعرابی! میں نے بھی تیرے بارے میں ایک شعر کہا ہے اور گنگنانے لگا۔ (۱) لوگوں کا رب تیری عمر خوب دراز کرے بلا شبہ جس نے تمھیں امید دلائی ہے اس نے تمھیں غلطی میں ڈالا۔ (۲) تو ایسے شخص کے پاس آیا

ہے جس کا پیٹ خالی ہے اور وہ کوئی چیز جمع کر تا تو تم کو ضرور دیتا۔ اس پر شاعر نے کہا: اے امیر المومنین! شعر کے بدلے شعر کہنا حرام ہے اس لیے دونوں شعروں کے درمیان کوئی ایسی چیز رکھیں جس سے دل خوش ہو، چناں چہ مامون ہنسا اور اسے کچھ مال و دولت دینے کا حکم فرمایا۔ (آلیدی)

دیہاتی بوڑھے کے ساتھ ہارون رشید اور جعفر کا واقعہ

(۲۳۷) ترجمہ:۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امیر المومنین ہارون رشید، ابو یعقوب ندیم، جعفر برمکی اور ابو نواس کسی دن نکلے اور جنگل میں (سیر و تفریح کے لیے) چلے، تو ان لوگوں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو اپنے گدھے پر ٹیک لگائے ہوئے ہے، ہارون رشید نے جعفر سے کہا: اس بوڑھے سے پوچھو کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟ چناں چہ جعفر نے اس سے کہا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟ بوڑھے نے کہا بصرہ سے، جعفر نے کہا: اور آپ کو کہاں جانا ہے؟ اس نے کہا: بغداد، جعفر نے کہا: اور بغداد میں کیا کرو گے؟ بوڑھے نے کہا کہ میں (وہاں) اپنی آنکھ کی دوا تلاش کروں گا، اس پر ہارون رشید نے کہا: اے جعفر! اس سے مذاق کرو، جعفر نے کہا جب میں اس سے مذاق کروں گا تو اس سے وہ بات سنوں گا جو مجھے ناگوار ہوگی، ہارون رشید نے کہا میرے حق کی قسم جو تم پر ہے تم اس سے مذاق کرو، چناں چہ جعفر نے بوڑھے سے کہا: اگر میں آپ کو ایسی دوا بتادوں جو آپ کو فائدہ دے تو بدلے میں آپ مجھے کیا دیں گے؟ بوڑھے نے کہا: اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ کو وہ بدلہ عطا فرمائے گا جو آپ کے لیے میرے بدلے سے بہتر ہوگا، جعفر نے کہا: میرے پاس میری بات سننے کے لیے خاموش رہیں تاکہ میں یہ دوا آپ کے لیے بیان کردوں جسے میں آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو نہیں بتاؤں گا، بوڑھے نے جعفر سے کہا وہ دوا کیا ہے؟ جعفر نے اس سے کہا: آپ اپنے لیے تین اوقیہ ہوا کا جھونکا لیں، تین اوقیہ سورج کی کرنیں لیں، تین اوقیہ چاند کی چمک لیں اور تین اوقیہ چراغ کی روشنی لیں اور ان سب کو اکٹھا کرلیں، اور تین مہینے انھیں ہوا میں رکھیں، پھر اس کے بعد ان سب کو

بلاتکلی کی کھرل میں رکھیں، اور ان سب کو تین مہینے کوٹیں، اور جب ان کو (کوٹ کر) باریک کر لیں تو ان سب کو شفاف ہوئے پیالے میں رکھیں، اور اس پیالے کو تین مہینے ہوا میں رکھیں، پھر اس دوا کو روزانہ تین درہم کی مقدار سونے کے وقت استعمال کریں اور تین مہینے لگاتار اس کو لگائیں تو ان شاء اللہ آپ کو شفا ملے گی۔ جب بوڑھے نے جعفر کی بات سن لی تو بولا اے معمولی ڈاڑھی والے! اللہ تعالیٰ تجھے آرام عطا نہ کرے، تیرے اس دوا بتانے کے بدلہ کے طور پر مجھ سے یہ طمانچہ لے (یہ کہہ کر) ان کے سر کی گدی پر ایک جانثار سید کیا، اس پر ہارون رشید اتنا ہنسا کہ (زمین) پر لیٹ گیا، اور اس آدمی کو تین ہزار درہم دینے کا حکم صادر کیا۔ (الف لیلہ ولیلہ)

(۳۳۸) ایک لڑکے سے کہا گیا کہ کیا تیرے استاذ تجھے کپڑا نہیں پہناتے؟ اس نے کہا میرے استاذ کا حال یہ ہے کہ اگر ان کے پاس سوئیوں سے بھرا ہوا ایک گھر ہو اور حضرت یعقوب علیہ السلام آئیں اور ان کے ساتھ انبیاء کرام سفارشی ہوں اور فرشتے (واپس کرنے کے لیے) ضمانت لیں اور ان سے ایک سوئی ادھار مانگیں تاکہ وہ اس سے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کا وہ کرتا سی لیں جو چاک کر دیا گیا تھا تو وہ انھیں بھی ایک سوئی ادھار نہیں دیں گے، اس لیے وہ مجھے کپڑا کیسے پہنا سکتے ہیں؟ اور اس واقعہ کو کسی نے شعر میں بیان کیا ہے:

(۱) اور اگر تیرا گھر تیرے لیے سوئیاں اگائے اور اکٹھا کر لے جس سے گھر کا آنگن تنگ ہو جائے (۲) اور تیرے پاس یوسف علیہ السلام آئیں اور تجھ سے ایک سوئی ادھار مانگیں تاکہ وہ اس سے اپنی قمیص کا پھٹا ہوا حصہ سی لیں تو وہ نہیں کرے گا (یعنی سوئی ادھار نہیں دے گا)۔

بیمار اور عابد کا واقعہ

(۳۳۹) ترجمہ:۔ ایک شخص ایک عابد کے عبادت خانے میں ٹھہرا عابد نے اس کے سامنے چار روٹیاں پیش کیں، اور اس کے لیے دال لینے گیا، پھر وہ دال لے کر آیا تو مہمان کو

اس حال میں پایا کہ وہ ساری روٹیاں صاف کر چکا ہے، وہ پھر گیا اور دوسری روٹیاں لے کر آیا تو اب اس حال میں پایا کہ ساری دال صاف کر چکا ہے، مہمان نے عابد کے ساتھ یہ معاملہ دس بار کیا (یعنی جب عابد روٹیاں لے کر آتا تو دال صاف کر جاتا اور جب دال لاتا تو روٹیاں صاف کر جاتا) تب عابد نے اس سے پوچھا کہ آپ کا ارادہ کہاں جانے کا ہے؟ اس نے کہا اردن کا، عابد نے کہا: کس لیے؟ (وہاں جا رہے ہو) اس نے کہا: مجھے خبر ملی ہے کہ اردن میں ایک ماہر حکیم ہے اس سے وہ دوا دریافت کروں گا جو میرے معدہ کو ٹھیک کر دے، اس لیے کہ مجھے کھانے کی خواہش کم ہوتی ہے، اس پر عابد نے کہا کہ آپ سے میری ایک گزارش ہے، اس نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ عابد نے کہا جب آپ وہاں جائیں اور آپ کا معدہ ٹھیک ہو جائے (اور آپ کو زیادہ بھوک لگنے لگے) تو واپسی میں میرے پاس نہ آئیں اور یہ شعر پڑھا: اے ہمارے مہمان! اگر آپ ہمارے پاس (دوبارہ) مہمان بن کر آئے تو ضرور آپ ہمیں پائیں گے کہ مہمان ہم ہوں گے اور گھر کے مالک آپ ہوں گے (یعنی جب آپ کو بھوک نہیں لگتی تو آپ کا یہ حال ہے اور جب بھوک لگنے لگے گی تو آپ کو کھلانے کے لیے گھر کا سارا غلہ ختم ہو جائے گا اس لیے گھر آپ کو دے دیں گے اور ہم مہمان ہو جائیں گے۔

دو دیہاتیوں کا واقعہ

(۲۴۰) ترجمہ: بیان کیا گیا ہے کہ ایک دیہاتی جس کو حجاج نے کسی علاقے پر حاکم بنا دیا تھا اور اس نے وہاں لمبی مدت تک قیام کیا تھا وہ (اپنے علاقے) سے باہر نکلا، پھر ایک دن اس کے پاس اس کے قبیلہ کا ایک دیہاتی آیا تو اس نے اس کے سامنے کھانا پیش کیا، اور اس وقت وہ بھوکا تھا، پھر اس نے اپنے گھر والوں کے بارے میں پوچھا اور کہا: میرے بیٹے عمیر کا کیا حال ہے؟ دیہاتی نے کہا: جو آپ پسند کرتے ہیں، اس نے زمین (گاؤں) اور قبیلہ کو مردوں اور عورتوں سے بھر دیا ہے، حاکم نے کہا: عمیر کی ماں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا وہ بھی

ٹھیک ہے، کہا: گھر کا حال کیا ہے؟ اس نے کہا گھر والوں سے آباد ہے، کہا: اور ہمارے کتے ایقاع کا حال کیا ہے؟ کہا: اس نے پورے محلہ کو بھونک کر بھر دیا ہے، کہا: تو میرے اونٹ زریق کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: وہی جو آپ کو خوش کرتا ہے؟ (راوی نے کہا) اس پر وہ دیہاتی حاکم اپنے خادم کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: کھانا اٹھالو خادم نے کھانا اٹھا لیا، حالاں کہ مہمان دیہاتی ابھی سیر نہیں ہوا تھا، پھر دیہاتی حاکم اس کی طرف سوال کرتے ہوئے متوجہ ہوا اور کہا: اے مبارک پیشانی والے جو باتیں آپ نے بیان کیں مجھ سے پھر بیان کرو، اس نے کہا: پوچھئے، جو آپ کو یاد آئے، تو میرے کتے ایقاع کا حال کیا ہے؟ اس نے کہا وہ تو مر گیا، کہا: اس کو کس نے مارا؟ اس نے کہا: آپ کے اونٹ زریق کی ہڈیوں میں سے ایک ہڈی پھنسنے کی وجہ سے گلا گھٹ گیا اس لیے وہ مر گیا، اس نے کہا تو کیا میرا اونٹ زریق مر گیا؟ اس نے کہا: ہاں، کہا اور اسے کس چیز نے مارا؟ اس نے کہا: عمیر کی ماں کی قبر تک زیادہ پانی لے جانا پڑا (اس لیے وہ مر گیا) کہا: تو کیا عمیر کی ماں مر گئی؟ اس نے کہا: ہاں، کہا: اور اسے کس چیز نے مارا؟ اس نے کہا: عمیر پر اس کا زیادہ رونا (یعنی عمیر کی موت پر وہ بہت روئی اس لیے وہ بھی مر گئی) کہا: تو کیا عمیر بھی مر گیا؟ اس نے کہا: ہاں، کہا: اسے کس چیز نے مارا؟ اس نے کہا: اس کے اوپر گھر گر پڑا، کہا: تو کیا گھر بھی گر گیا؟ اس نے کہا ہاں، تو دیہاتی حاکم اسے ڈنڈا مارنے کے لیے اٹھا تو وہ اس کے سامنے سے پیٹھ پھیر کر بھاگ گیا۔

ابودلامہ اور خلیفہ سفاح کا واقعہ

(۲۴) ترجمہ:۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن ابودلامہ شاعر خلیفہ سفاح کے سامنے کھڑا ہوا تھا، خلیفہ نے اس سے کہا، اپنی ضرورت مجھ سے طلب کرو اس پر ابودلامہ نے سفاح سے کہا، میں ایک شکاری کتا چاہتا ہوں، خلیفہ نے (اپنے خادموں سے) کہا اسے یہ دیدو، پھر اس نے کہا اور ایک سواری چاہتا ہوں جس پر سوار ہو کر شکار کر سکوں، خلیفہ نے کہا، اسے یہ بھی دیدو، شاعر نے کہا ایک غلام کی ضرورت ہے جو کتے کو لے کر چلے اور اس سے شکار کرے

،خلیفہ نے کہا اسے غلام بھی دیدو، شاعر نے کہا اور ایک باندی درکار ہے جو شکار کو بنائے اور اسے ہمیں کھلائے ،خلیفہ نے کہا اسے باندی بھی دیدو، شاعر نے کہا ،اے امیر المومنین ! یہ سب آپ کے غلام ہیں لہٰذا ان کے لیے گھر بھی ضروری ہے جس میں وہ رہ سکیں ،اس پر خلیفہ نے کہا،اسے ایک گھر بھی دیدو جس میں وہ سب لوگ رہیں، شاعر نے کہا اور اگر ان کے لیے زمین نہیں ہوگی تو یہ زندگی کہاں سے بسر کریں گے ؟خلیفہ نے کہا ،میں نے تمہیں دس عامرہ(آباد)اور دس غامرہ (غیر آباد)کھیت دیے، شاعر نے کہا ،اے امیر المومنین !میں نے آپ کو بنی اسد کے جنگلات میں سے سو غامرہ (غیر آباد)کھیت پیش کیے ،اس بات سے مامون ہنس پڑا اور حکم دیا کہ اسے سب آباد زمین دے دو۔(آلمیدی)

(۲۴۲):بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بخیل سے کہا گیا کہ ہر مال دار کی کوئی علامت ہوتی ہے جس کو لے کر اس کے دوست ساتھی رخصت ہوتے ہیں، تو آپ کی علامت کیا ہے ؟اس نے کہا :جب میں کہوں ،اے غلام ! کھانا لا (تو یہ بات سن کر میرے دوستوں کو مجھ سے رخصت ہو جانا چاہیے ۔)(نواجی)

مامون اور طفیلی کا واقعہ

(۲۴۳)ترجمہ:۔ابن عامر فہری نے اپنے شیوخ سے روایت کی، اس نے کہا کہ مامون نے حکم دیا کہ اس کے پاس بصرہ والوں میں سے ان دس آدمیوں کو لایا جائے جن پہ الحاد و بے دینی کا الزام لگایا گیا ہے ،نوکروں نے لانے کا بندوبست کیا، تو ان دس لوگوں کے پاس سے ایک طفیلی کا گزر ہوا، اس نے ان سب کو اکٹھا دیکھا تو بھلائی کا گمان کیا اور ان کے ساتھ (دریا کے) کنارے تک گیا اور (دل میں)کہا کہ یہ لوگ کسی ولیمے کے لیے اکٹھا ہوئے ہیں، اس لیے وہ چپکے سے کھسکا اور (جانے والے بے دینوں کی) کشتی میں سوار ہو گیا اور خیال کیا کہ بلاشبہ یہ کوئی بہترین تفریح ہوگی (لیکن ابھی) تھوڑا ہی وقت گزرا تھا، کہ سپاہیوں نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا (جو کشتی میں سوار تھے)اور ان کے ساتھ یہ بھی (طفیلی) گرفتار کر لیا

گیا، اب اس کو اندازہ ہوا کہ وہ ایسی مصیبت میں پڑ گیا ہے جس کو برداشت کرنے کی اس میں طاقت نہیں ہے، اس نے چھٹکارا پانے کی کوشش کی، لیکن وہ کامیاب نہیں ہوا، وہ لوگ چلے یہاں تک کہ بغداد پہنچے اور مامون کے دربار میں حاضر کیے گیے، (جب سب حاضر ہو گیے) تو مامون ان میں سے ہر ایک کو اس کا نام لے کر بلاتا اور اسے اس کا قول و فعل یاد دلاتا اور اس کی گردن اڑا دیتا یہاں تک کہ اس طفیلی کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا اور دسوں لوگ قتل کر دیے گیے پھر مامون نے متوکل سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا، اے امیر المومنین! میں کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ ہم نے اسے ان کے ساتھ دیکھا تو ہم اسے لے آئے، اس پر طفیلی بول پڑا، اے امیر المومنین! میں ان لوگوں کی حالتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، میں نے انھیں اکٹھا دیکھا تو میں نے گمان کیا کہ کوئی ولیمہ ہوگا جس کے لیے یہ لوگ بلائے گیے ہیں تو میں ان کے ساتھ جا ملا، اس پر مامون ہنس پڑا اور کہا، کہ کیا طفیلی ہونے کی نحوست اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ طفیلی کو اس جگہ اٹھا لائے، یہ جاہل قتل ہونے سے تو بچ گیا ہے لیکن سزا دی جائے گی تاکہ یہ دوبارہ اس طرح کی حرکت نہ کرے۔ (الاذکیاء)

دو چور اور گدھے کا واقعہ

(۲۴۴) ترجمہ:۔ بیان کیا گیا ہے کہ دو چوروں نے ایک گدھا چرایا اور ان میں سے ایک اسے بیچنے کے لیے چلا گیا، اتنے میں ایک ایسا آدمی اس کے سامنے ہوا جس کے ساتھ ایک طشتری تھی جس میں مچھلی تھی، اس آدمی نے چور سے کہا، کیا تم اس گدھے کو بیچو گے؟ اس نے کہا، ہاں، اس نے چور سے کہا، تم اس طشتری کو پکڑو یہاں تک کہ میں اس پر سوار ہو کر اسے آزما لوں، پھر اگر مجھے پسند آیا تو میں اسے اتنی قیمت سے خرید لوں گا جو تم کو خوش کرے گی، چنانچہ چور نے طشتری پکڑ لی اور وہ آدمی گدھے پر سوار ہو گیا اور اسے چکر دینے لگا اور آگے پیچھے بھگانے لگا یہاں تک کہ وہ چور سے کافی دور ہو گیا، پھر ایک گلی میں داخل ہوا اور گدھے کے ساتھ برابر ایک گلی سے دوسری گلی میں جاتا رہا یہاں تک کہ وہ اس کی نظروں سے بالکل

روپوش ہوگیا، اس واقعہ سے چور حیرت میں پڑھ گیا اور بالآخر اس نے سمجھ لیا کہ یہ اس کے خلاف ایک چال ہے، پھر وہ طشتری لے کر واپس ہوا تو اسے اس کا ساتھی چور ملا، اس نے پوچھا، تونے گدھے کا کیا کیا ؟کیا تونے اسے بیچ دیا؟ کہا، ہاں، اس نے کہا، کتنے میں ؟کہا، اسی کے راس المال میں (یعنی جس طرح ہم نے بغیر قیمت کے چوری کر لیا تھا اسی طرح دوسرے شخص نے بھی ہم سے بغیر قیمت کے دھوکا دے کر لے لیا) (لیکن) اور یہ طشتری نفع میں ہے، اس پر اس نے مثل بیان کرتے ہوئے کہا اور یہ مثل (مشہور بات) تمھارے جیسے ہی لوگوں کے لیے کہا گیا ہے، جو لوگ شکار کرنے کے لیے جاتے ہیں وہ خود شکار ہوجاتے ہیں اور انھیں پوشیدہ آہ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

قاضی اور تاجر کا واقعہ

(۲۲۵) ترجمہ:۔ قاضی ابن جریر اسکندریہ میں کچہری کے نگراں اور وہاں کے قاضی تھے (ایک دن) اس درمیان کہ وہ کچہری میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ترجمان نے آنے والے ان چند انگریز تاجروں میں سے ایک کو (قاضی صاحب کے سامنے) پیش کیا، اس کی داڑھی مونڈی ہوئی اور اس کی مونچھیں محفوظ تھیں اور ابن جریر کی داڑھی لمبی اور مونچھیں چھوٹی تھیں جو صرف نزدیک سے ہی ظاہر ہوتی تھیں، ابن جریر نے اس کے مال تجارت اور شہر کے بارے میں پوچھا اور ترجمان اس کی بات کی وضاحت کرتا، پھر ابن جریر نے ترجمان سے کہا، اس سے کہو کہ تونے اپنی داڑھی کس مقصد کے لیے مونڈھا دی ہے اور اپنی مونچھوں کو محفوظ چھوڑ دیا ہے ؟ چنانچہ ترجمان نے اس سے اس کے بارے میں پوچھا، تو انگریز نے کہا، آپ قاضی صاحب سے کہدیں کہ شیر مونچھوں والا بغیر داڑھی کا ہوتا ہے اور داڑھی والا بکرا بغیر مونچھوں کا ہوتا ہے (اس لیے میں نے شیر کی صورت اختیار کی ہے بکرے کی نہیں، یہ بات سن کر) قاضی صاحب شرمندہ ہوگئے اور کوئی جواب نہ بن پڑا۔ (قلیوبی)

(۲۴۶) ابودلامہ ابو مسلم کے ساتھ اس کی کسی جنگ میں شریک تھے، چنانچہ دشمنوں میں سے ایک شخص نے لڑائی کے لیے مقابلہ پر نکلنے کے لیے بلایا، تو ابو مسلم نے ابودلامہ سے کہا، تم اس کے مقابلے کے لیے جاؤ، تو وہ (ابودلامہ) ان اشعار کو پڑھنے لگے:

(۱) اگر میں (دشمن کا مقابلہ کرنے سے) بھاگتا ہوں تو مجھے ملامت نہ کرو اس لیے کہ میں اپنے ٹھیکرے کے ٹوٹنے سے ڈرتا ہوں۔ (۲) پھر میں اس کا مثل بازار میں خرید سکتا تو آپ کے نصیب کی قسم میں آگے بڑھنے کی پرواہ نہ کرتا (یعنی میں مٹی کا ٹھیکرا ہوں اگر یہ ٹوٹ گیا تو اس جیسا بازار میں نہ ملے گا اس لیے مجھے جنگ میں نہ بھیجیں) اس پر ابو مسلم کو ہنسی آگئی اور اسے معاف کردیا۔ (اصبہانی)

(۲۴۷) فرزدق شاعر کا ایک ساتھی تھا جو زیاد اقطع کے نام سے موسوم تھا (ایک دن) وہ فرزدق کے دروازے پر آیا تو اس (فرزدق) کا ایک چھوٹا لڑکا نکلا، زیاد نے اس سے کہا، تم کس کے لڑکے ہو؟ اس نے کہا: فرزدق کا لڑکا ہوں، اس نے کہا تیرا کیا حال ہے کہ تو کالا ہے؟ (جب کہ تمھارا باپ فرزدق گورا ہے) لڑکے نے کہا: آپ کے ہاتھ کا کیا حال ہے کہ وہ کٹا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ حروریہ کی جنگ میں کٹا ہے، لڑکے نے کہا (نہیں) بلکہ لصوصیہ (چوری) میں کٹا ہے، اس پر اس نے کہا تجھ پر اور تیرے باپ پر اللہ کی لعنت ہو، پھر فرزدق کو اس واقعہ کی جانکاری دی گئی تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ حقیقت میں وہ میرا ہی بیٹا ہے۔

(۲۴۸) ایک دیہاتی کو (کھانے کے لیے) کامخ دیا گیا (اور کامخ ایسا کھانا ہے جو دودھ اور گیہوں سے بنایا جاتا ہے) وہ اسے اچھا نہ لگا، اور اس نے اس میں سے تھوڑا سا کھانا کھا لیا اور چلا گیا، وہ مسجد میں داخل ہوا اس حال میں امام نماز میں (قرآن کی آیت) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ (یعنی تم پر مردار، خون اور سور کا گوشت حرام کیا گیا) پڑھ رہے تھے، اس پر دیہاتی نے کہا اور کامخ کو نہ بھولنا اللہ آپ کا بھلا کرے۔

(۲۴۹)ابن حامہ ابن ہرمہ کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ وہ اپنے گھر کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے، ابن حامہ نے کہا: السلام علیکم، ابن ہرمہ نے کہا: آپ نے وہ بات کہی ہے جو بری نہیں ہے، انھوں نے کہا میں اپنے گھر سے بغیر توشہ کے نکلا ہوں، ابن ہرمہ نے جواب دیا میں نے آپ کے گھر والوں سے آپ کی مہمان نوازی کرنے کی ذمہ داری نہیں لی ہے، انھوں نے کہا: تو کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں گے کہ میں آپ کے گھر کے سائے میں آجاؤں، انھوں نے کہا: پہاڑ کے پاس جاؤ وہ آپ کو سایہ دے گا، انھوں نے کہا: میں ابن حامہ ہوں، وہ بولے واپس جاؤ تم چاہے جس پرندے کے بھی بچے ہو (اس سے مجھ پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے)۔

لڑائی کے شوقین کا واقعہ

(۲۵۰)**ترجمہ:**۔ اصمعی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم اپنی کسی جنگ کے لیے نکلے اور ہمارے ساتھ ایک آدمی تھا جو کہتا تھا کہ میں اس بات کی آرزو کرتا ہوں کہ جنگ دیکھوں کہ وہ کیسے ہوتی ہے؟ تو ہم اسے اپنے ساتھ لے چلے، تو پہلا وہ تیر جو آیا اس کے سر میں گھس گیا، جب ہم (جنگ سے) واپس ہوئے، تو ہم نے اس کے لیے ایک ڈاکٹر کو بلایا، چنانچہ اس نے اس کو دیکھا اور بولا اگر تیر کا پھل نکلا اور اس میں اس کے دماغ کا کچھ حصہ بھی نکلا تو یہ مر جائے گا، اور اگر دماغ کا کچھ حصہ نہیں نکلا تو کچھ حرج نہیں (یہ سن کر) وہ آگے بڑھا اور ڈاکٹر کے سر کو چوم لیا اور کہا کہ اللہ تعالی آپ کو بھلائی کی خوش خبری دے، اسے (بے خوف و خطر) نکالو اس لیے کہ میرے سر میں دماغ نہیں ہے، ڈاکٹر نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا: اگر (میرے سر میں) دماغ کا کچھ حصہ ہوتا تو میں یہاں نہ ہوتا۔ (شریشی)

(۲۵۱)دو دیہاتیوں نے ایک آدمی کے بارے میں اختلاف کیا، چناں چہ پہلے نے کہا کہ یہ بنی راسب قبیلہ کا ہے اور دوسرے نے کہا (نہیں) بلکہ یہ بنی طفاوہ قبیلہ کا ہے، (اسی

بحث کے دوران) ان دونوں کے پاس سے باقل ربعی کا گزر ہوا تو ان دونوں نے (اپنے معاملہ کا) انھیں فیصل بنایا، باقل ربعی نے کہا: اسے پانی میں ڈالو اگر ڈوب جائے تو بنی راسب قبیلہ کا ہے اور اگر تیر تا رہے تو بنی طفاوہ قبیلہ کا ہے (کیوں کہ لفظی مناسبت یہی تھی کہ رسب کا معنی تہ میں جانا اور طفا کا معنی تیرنا ہے) چناں چہ (اسی واقعہ سے) ان کے فیصلے کی مثال دی جانے لگی۔

(قلیوبی)

(۲۵۲) ایک دیہاتی دوسرے دیہاتی سے ملا، تو پوچھا تمھارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: فیض، (سیلاب) پھر پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ اس نے جواب دیا: فرات (نہر کا نام) کا بیٹا ہوں، اس نے پوچھا کس کے باپ ہو؟ اس نے جواب دیا: بحر (سمندر) کا باپ ہوں، اس نے کہا تب تو ہمیں تم سے کشتی ہی میں بات کرنا مناسب ہے (ورنہ ہم ڈوب جائیں گے۔

(شربینی)

چرواہے اور مشکیزہ کا واقعہ

(۲۵۳) ترجمہ۔ بیان کیا گیا ہے کہ کسی مالدار کا ایک چرواہا تھا، وہ ایک جنگل میں بکریاں چرایا کرتا تھا، مالدار نے جو روزینہ (یعنی خوراک جو روزانہ دی جائے) اس کے لیے مقرر کیا تھا اس میں کچھ گھی بھی شامل تھا، چناں چہ چرواہا گھی کو باقی رکھتا تھا اور اسے اپنے اس مشکیزہ میں جو اس کی جھونپڑی میں لٹکا ہوا تھا جمع کرتا رہتا تھا پھر (ایک دن) اپنے سونٹے پر ٹیک لگائے ہوئے تھا اس گھی کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ اپنے پاس جمع ہوئے گھی کا کیا کرے گا، پھر اپنے دل میں کہا کہ کل میں اسے لے کر بازار جاؤں گا، اسے بیچوں گا اور اس کی قیمت سے ایک گابھن بھیڑ خریدوں گا، پھر وہ میرے لیے دوسری بھیڑ جنے گی، پھر یہ بڑی ہو جائے گی اور اپنی ماں کے ساتھ میرے لیے دوسری بھیڑیں جنے گی اور اسی طرح (وہ جنتی رہیں گی) یہاں تک کہ میرے پاس ایک بڑا ریوڑ ہو جائے گا، تو اس وقت وہ بکریاں جو میرے پاس ہیں ان کے مالک کو واپس کر دوں گا اور اپنا ایک نوکر رکھوں گا جو میری بکریاں چرائے گا،

اور اپنے لیے ایک بڑا محل بناؤں گا اور اسے خوب صورت فرشوں اور (سونے چاندی سے) جڑے ہوئے برتنوں اور بہترین نقش و نگار سے آراستہ کروں گا، اور جب میرا لڑکا سمجھ دار ہو جائے گا تو اس کے لیے ایک ماہر عقلمند استاذ کا انتظام کروں گا جو اسے ادب اور دانائی کی باتیں سکھائے گا، اور اسے اپنی فرماں برداری اور احترام کا حکم دے گا، پھر اگر اس نے حکم کی پیروی کی تو ٹھیک ہے ورنہ میں اسے اسی ڈنڈے سے ماروں گا (جب لمبی آرزوئیں کرتا ہوا یہاں تک پہنچا) تو اپنا ڈنڈا لے کر اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا تو وہ مشکیزہ کو لگا جس سے وہ مشکیزہ ٹوٹ گیا اور سارا گھی اس کے سر اور داڑھی اور کپڑوں پر گرا اور ہر طرف بکھر گیا، اس واقعہ سے وہ بہت غمگین ہوا، یہ کہتے ہوئے شاید یہی انجام ہے ان لوگوں کا جو خیالوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں (یعنی خیالی پلاؤ پکاتے ہیں)۔

(۲۵۴) بیان کیا گیا ہے کہ ایک جحی نامی شخص نے ایک دن ایک آدمی سے کہا اور یہ شخص اس کا پڑوسی تھا "اے میرے بھائی گزشتہ رات آپ لوگوں نے ہماری چیخ پکار سنی تھی؟" اس نے کہا ہاں، اور کون سا معاملہ تم لوگوں کے ساتھ پیش آیا تھا، اس نے کہا میرا کپڑا چھت کے اوپر سے زمین پر گر پڑا، اس پر پڑوسی نے کہا: اگر وہ گر گیا تو اس سے اس کپڑے کا کیا نقصان ہوا؟ اس نے کہا: اے بے وقوف! اگر میں اس کپڑے میں ہوتا تو کیا میں ٹوٹ کر مر نہ جاتا۔ (قلیوبی)

منصور اور ابن ہرمہ کا واقعہ

(۲۵۵) ترجمہ:۔ ابن ہرمہ خلیفہ منصور کے پاس حاضر ہوا اور اس کی تعریف کی، منصور نے اس سے کہا اپنی حاجت طلب کرو، اس نے کہا، آپ اپنے مدینہ کے حاکم کو لکھ دیں کہ جب وہ مجھے نشہ میں پائے تو وہ مجھے سزا نہ دے، اس پر منصور نے کہا، یہ حد (شریعت کی مقرر کردہ سزا) ہے اسے چھوڑنے کی کوئی صورت نہیں ہے، تو اس نے کہا، اس کے علاوہ مجھے

کوئی ضرورت نہیں ہے،، منصور نے اپنے منشی سے کہا کہ ہمارے مدینہ کے حاکم کو لکھ دو کہ جو ابن ہرمہ کو تمھارے پاس نشہ کی حالت میں لائے تو تم اب ہرمہ کو اسی کوڑے مارو اور جو اسے لے کر آئے اسے سو کوڑے مارو (جب یہ حکم نامہ مدینہ کے گورنر کے پاس پہنچا اور اس نے اعلان کیا) تو سپاہی اس کے پاس سے گزر جاتے تھے اس حال میں کہ وہ نشہ میں ہوتا تھا، تو وہ کہتے تھے، کون ہے جو اسی کے بدلے سو خریدے، چنانچہ سپاہی اس کے پاس سے گزر جاتے تھے اور (اس سے کچھ تعرض نہ کرتے) چھوڑ دیتے تھے۔ (آلبیدی)

(۲۵۶) ہلال رائی اور وہ ہلال بن عطیہ ہیں انھوں نے بشار شاعر سے جو ان کے دوست تھے مذاق کرتے ہوئے کہا (اور وہ دوست شاعر نابینا تھا) بے شک اللہ تعالیٰ کسی شخص کی بینائی ختم نہیں کرتا ہے مگر اس کے بدلے اس کو کوئی دوسری چیز عطا فرماتا ہے، تو آپ کو بدلے میں اس نے کیا دیا؟ بشار نے کہا، اس نے ہمیں بڑی لمبی چوڑی چیز عطا کی ہے، انھوں نے کہا اور وہ کیا ہے؟ بشار نے کہا، یہی کہ میں تجھے اور تجھ جیسے کند ذہن لوگوں کو نہ دیکھوں۔ (اصبہانی)

بشار طفیلی کی کہانی

(۲۵۷) ترجمہ:۔ بشار طفیلی کا قصہ بیان کیا گیا ہے، اس نے کہا کہ میں ایک روز بصرہ کی طرف روانہ ہوا، پھر جب میں بصرہ میں داخل ہوا تو مجھ سے کہا گیا کہ یہاں طفیلیوں کا ایک مانیٹر ہے جو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے اور انھیں کپڑے پہناتا ہے اور انھیں کاموں کا طریقہ بتاتا ہے اور ان سے حصہ وصول کرتا ہے، چنانچہ میں اس کے پاس گیا، تو اس نے میرے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور مجھے کپڑے پہنائے، میں اس کے پاس تین دن ٹھہرا، اس کے یہاں (طفیلیوں کی) ایک جماعت تھی جو اس کے پاس دسترخوان کی بچی ہوئی خوراک اٹھا کر

لاتی تو وہ آدھا لے لیتا اور آدھا انہیں دے دیتا، چوتھے روز اس نے مجھے بھی ان کے ساتھ بھیجا ، چنانچہ میں ایک ولیمہ میں پہنچا تو کھانا کھایا اور اپنے ساتھ بہت سا بچا ہوا کھانا اٹھا کر اس کے پاس لایا، اس نے آدھا لے لیا اور آدھا مجھے دے دیا، کھانے کے ملے ہوئے حصہ کو میں نے چند روپے میں بیچ دیا کئی دنوں تک میں اسی حالت پر رہا، پھر ایک دن میں ایک بڑی شادی میں گیا چنانچہ کھانا کھایا اور صدقہ کا بچا ہوا کھانا لے کر نکلا (راستہ میں) مجھے ایک آدمی ملا جس نے اس کو ایک اشرفی میں خرید لیا، میں نے اشرفی لی اور اسے چھپا لیا اور اس کے معاملہ کو بھی چھپا لیا، اس پر مانیٹر نے طفیلیوں کی ایک جماعت کو بلایا اور کہا کہ اس بغدادی نے خیانت کی ہے ، اس کا گمان یہ ہے کہ جو کچھ اس نے کیا ہے اس سے میں انجان ہوں ، چنانچہ اسے طمانچہ لگاؤ اور جو اس نے ہم سے چھپایا ہے اس کو معلوم کرو ، چنانچہ ان لوگوں نے خواہی نخواہی مجھے بٹھایا اور یہ لوگ یکے بعد دیگرے مجھے تھپڑ مارنے لگے ، چنانچہ ان میں سے پہلا شخص تھپڑ مارتا اور میرے ہاتھ کو سونگھتا اور کہتا کہ اس نے مضیرہ (یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو کھٹے دودھ سے تیار کیا جاتا ہے) کھایا ہے اور دوسرا شخص مجھے تھپڑ مارتا اور میرے ہاتھ کو سونگھتا اور کہتا کہ اس نے فلاں چیز کھائی ہے اور (اسی طرح یکے بعد دیگرے) مجھے دوسرا تھپڑ مارتا یہاں تک کہ ان لوگوں نے ہر وہ چیز بیان کر دی جو میں نے کھائی تھی ، اس میں سے کسی چیز کے بتانے میں ان لوگوں نے غلطی نہیں کی ، پھر ان میں سے ایک بوڑھے آدمی نے مجھے ایک زوردار تھپڑ مارا اور کہا اس نے دسترخوان کا بچا ہوا کھانا ایک اشرفی میں بیچا ہے اور دوسرے نے تھپڑ مارا اور کہا اشرفی مجھے دے ، چنانچہ میں نے اشرفی اس کو دے دی اور جو کپڑے مانیٹر نے مجھے دیئے تھے وہ مجھ سے چھین لیے اور کہا اے بے ایمان! اللہ تعالیٰ تجھے امان نہ دے ، چنانچہ میں بغداد کی طرف نکلا اور میں نے قسم کھائی کہ میں کسی ایسے شہر میں نہیں ٹھہروں گا جہاں ایسے طفیلی ہوں جو غیب جانتے ہوں ۔

معن بن زائدہ کی سخاوت کا واقعہ

(۲۵۸)ترجمہ:۔ معن بن زائدہ کے واقعات میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا،اے امیر! میرے لیے سواری کا انتظام کیجیے ،اس پر انھوں نے اس کو اونٹنی ،گھوڑا،ایک خچر اور ایک گدھا دینے کا حکم دیا، پھر اس سے کہا اگر میں یہ جانتا کہ اللہ تعالی نے اس کے علاوہ کوئی دوسری سواری بھی پیدا کی ہے تو ضرور میں تمھیں اس پر سوار کرتا ،اور ہم نے حکم دیا ہے کہ تمھیں ریشم کا ایک جبہ ،ایک قمیص ایک کوٹ ،پائجامہ ،عمامہ، نقش و نگار والا رومال ،چادر، کمبل، موزہ اور بٹوہ دیدیا جائے (اس پر مزید کہا)اگر ریشم کے ان لباسوں کے علاوہ مجھے کوئی لباس معلوم ہوتا تو ہم اسے بھی تمھیں ضرور دیتے، پھر معن نے اس کو خزانے کے اندر لانے کا حکم دیا اور اس پر ان لباسوں کو ڈال دیا۔

ایک طفیلی اور ایک مسافر کا واقعہ

(۲۵۹)ترجمہ:۔ایک شخص سے کسی طفیلی کا سفر میں ساتھ ہو گیا پھر جب یہ لوگ کسی جگہ ٹھہرے تو اس شخص نے طفیلی سے کہا: ایک درہم لو اور جاؤ اور ہمارے لیے گوشت خرید لاؤ،اس پر طفیلی نے اس سے کہا،آپ ہی اٹھیے ،اللہ کی قسم مجھے تھکان ہے، تو آپ ہی خرید لایئے، پھر وہ شخص گیا اور گوشت خرید لایا، پھر اس شخص نے طفیلی سے کہا، اٹھو اور اسے پکالو،اس نے کہا میں اچھا نہیں پکاتا ہوں ،اس پر وہ شخص اٹھا اور اس کو پکایا، پھر اس شخص نے طفیلی سے کہا، اٹھو اور ثرید (یہ عربوں کا پسندیدہ کھانا جو شوربے میں روٹی ڈال کر تیار کرتے ہیں)تیار کرلو ،اس نے کہا، خدا کی قسم مجھے بہت سستی ہے، چنانچہ اس نے ثرید کو تیار کیا پھر طفیلی سے کہا، اٹھو اور کھانا نکالو ،اس نے کہا مجھے ڈر لگتا ہے کہ وہ میرے کپڑے پر نہ الٹ جائے ، پھر اس نے کھانا نکالا ،یہاں تک کہ ثرید کھا کر آسودہ ہو گیا، پھر طفیلی سے کہا اب اٹھو اور کھانا

کھالو، اس نے کہا، ہاں (ٹھیک ہے) کہاں تک آپ کی بات نہ مانوں، خدا کی قسم آپ کی بہت ساری باتیں شسان کر میں شرمندہ ہو چکا ہوں اور آگے بڑھا اور کھانا کھایا۔ (ثمرنشی)

خلیفہ مہدی اور دیہاتی کا واقعہ

(۳۹۰) **ترجمہ:**۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خلیفہ مہدی (ایک بار) شکار کرتے ہوئے نکلا تو ان کا گھوڑا ان کو لے کر بھاگا، یہاں تک کہ وہ ایک دیہاتی کے خیمہ میں جا پہنچا، خلیفہ نے کہا، اے دیہاتی! کیا تیرے پاس ضیافت کا کھانا ہے؟ اس نے کہا، ہاں، پھر اس نے خلیفہ کے لیے جو کی روٹی نکالی، چنانچہ خلیفہ نے اسے کھایا، پھر ان کے لیے بچا ہوا دودھ نکالا، خلیفہ نے اسے پیا، پھر جھانکی میں خلیفہ کے پاس نبیذ (انگور یا کھجور کا نچوڑا ہوا رس) لایا، پھر ان کو پیالہ بھر پلایا، جب خلیفہ نے پی لیا تو کہا، اے عرب بھائی! کیا تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا، نہیں، خدا کی قسم، خلیفہ نے کہا، میں امیر المؤمنین کے خاص خادموں میں سے ہوں، اس نے خلیفہ سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کے مرتبہ میں برکت عطا فرمائے، پھر اس نے خلیفہ کو دوسرا پیالہ بھر کر پلایا، تو خلیفہ نے اسے پی لیا، پھر انھوں نے کہا، اے دیہاتی! کیا تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا، میں نے گمان کیا کہ آپ امیر المؤمنین کے خاص خادم ہیں، انھوں نے کہا نہیں، بلکہ میں امیر المؤمنین کی فوج کا سپہ سالار ہوں، اس نے کہا، آپ کا ملک وسیع اور آپ کا مقصد اچھا ہو، پھر اس نے ان کو تیسری مرتبہ (نبیذ کا پیالہ) پلایا، پھر جب وہ پی کر فارغ ہو گئے، تو کہا، اے دیہاتی! کیا تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا، کہ میں نے گمان کیا کہ آپ امیر المؤمنین کی فوج کے سپہ سالار ہیں، انھوں نے کہا، نہیں بلکہ میں امیر المؤمنین ہوں، اس پر دیہاتی نے جھانکی لیا اور اسے بندھن سے باندھ دیا اور کہا، خدا کی قسم اگر تو چوتھا پیالہ پی لے گا تو ضرور دعویٰ کرے گا کہ تو اللہ کا رسول ہے اس پر خلیفہ مہدی اتنا ہنسے کہ ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی، اور سواروں نے ان کے گرد گھیرا ڈال دیا اور ان کے پاس بادشاہوں اور معزز لوگوں کا تانتا بندھ گیا (اس زبردست بھیڑ کو دیکھ کر) دیہاتی کے ہوش اڑ گئے، اس پر

مہدی نے اس سے کہا، تمہیں خوف کرنے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، پھر انہوں نے اس کے لیے جوڑا اور مال دینے کا حکم صادر کیا۔(آلبیدی)

ابو سلمہ طفیلی کا واقعہ

(۲۴۱)ترجمہ:۔ بصرہ شہر میں ایک طفیلی تھا جس کی کنیت ابو سلمہ تھی جب اسے کسی ولیمہ کی خبر ملتی تو قاضیوں کا لباس پہنتا اور اپنے دونوں لڑکوں کو اپنے ساتھ لے لیتا اس حال میں کہ ان دونوں پر لمبی لمبی ٹوپیاں اور چوغے ہوتے تھے، پھر ان میں سے ایک آگے بڑھتا اور دروازہ کھٹکھٹاتا اور کہتا، اے لڑکے! ابو سلمہ کے لیے دروازہ کھول، پھر تھوڑی دیر نہ ہوتی کہ اس کے پاس آپہنچتا، تو وہ کہتا کہ تجھ پر برائی نازل ہو، دروازہ کھول، ابو سلمہ آگئے ہیں، اور ابو سلمہ ان دونوں کے پیچھے آجاتا، پھر اگر دربان ان لوگوں کو نہ پہچانتا تو ان کے لیے دروازہ کھول دیتا اور اگر ان کو پہچانتا تو ان کی طرف توجہ نہ دیتا اور ان میں ہر ایک کے پاس ایک گول چکنا پتھر ہوتا جس کو وہ لوگ "کیسان" کہتے تھے، پھر یہ لوگ اس آدمی کا انتظار کرتے جس کو اس(صاحب ولیمہ) نے دعوت دی ہے تو جب وہ آجاتا اور اس کے لیے دروازہ کھولا جاتا تو یہ لوگ اس پتھر کو چوکھٹ میں ڈال دیتے جہاں سے دروازہ گھومتا ہے، چنانچہ یہ لوگ دروازہ بند کرنے پر قادر نہ ہوتے اور ٹوٹ پڑتے اور اندر گھس جاتے، ایک دن ابو سلمہ نے کسی دستر خوان پر فالودہ کا گرم لقمہ کھالیا اور زیادہ گرم حالت میں اس کو نگل لیا جس سے اس کی آنتیں سمٹ گئیں تو وہ اسی دستر خوان پر مرگیا۔(ثرشی)

باقل کی کہانی

(۲۴۲)ترجمہ:۔ اہل عرب (مثل بیان کرتے ہوئے) کہتے ہیں "باقل سے بھی زیادہ عاجز ہے" اور اس کے عجز کی تفصیل یہ ہے کہ اس نے ایک ہرن خریدا اور اسے اپنی گردن پر اٹھایا(درمیان راہ جب وہ بیچنے جارہا تھا) تو اس سے اس کی قیمت پوچھی گئی، تو اس نے

اپنے دونوں ہاتھ چھوڑ دیے اور اپنی انگلیوں کو کھول دیا اور ان سے اشارہ کیا اور اپنی زبان باہر نکالی "مطلب یہ تھا کہ وہ ہرن کو گیارہ درہم میں بیچے گا" اتنے میں ہرن بھاگ گیا اور اسے توفیق نہ ملی کہ وہ اس کا سودا اپنی زبان سے بتادے پھر جب باقل کو اس کے کام پر شرم دلائی گئی تو اس نے (مندرجہ ذیل اشعار) کہے:

(۱)-لوگ باقل کو اس کے عجز پر ملامت کرتے ہیں گویا کہ بے وقوفی پیدا ہی نہیں کی گئی ہے.(۲)-تو تم اس کے عجز پر زیادہ ملامت نہ کرو، اس لیے کہ بے وقوف کو عجز ہی زیادہ زیب دیتا ہے .(۳)-زبان کا نکالنا اور انگلیوں کا کھولنا ہمارے لیے بولنے سے زیادہ آسان ہے۔

اسحاق موصلی اور کلثوم عتابی کا واقعہ

(۲۳)ترجمہ:۔ دلچسپ باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ کلثوم عتابی علم و ادب کی فراوانی اور کثرت یادداشت ،خوش گفتاری اور قافیہ بندی میں ایسے مقام پر فائز تھے جہاں تک کوئی دوسرا نہ پہنچا تھا، پھر (ایک روز) وہ خلیفہ مامون کی مجلس میں حاضر ہوئے ،تو اس نے ان کے سامنے ایک ہزار دینار پیش کیے اور اسحاق کو آنکھ کے اشارے سے ان سے مذاق کرنے کو کہا، اس پر اسحاق ہر عنوان میں ان کی مخالفت کرنے لگے اور اس پر نئی معلومات کا اضافہ کرتے اور وہ اسحاق کو پہچانتے نہیں تھے اس لیے انھوں نے کہا ،کیا امیر المومنین ان صاحب کی نسبت اور ان کا نام دریافت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے ؟ مامون نے کہا ،ان سے سوال کر لیجیے ،عتابی نے کہا آپ کا نام کیا ہے ؟ اور آپ کون ہیں ؟ اسحاق نے جواب دیا: میں انسانوں میں سے ہوں اور میرا نام "کل بصل" ہے ،اس پر عتابی نے ان سے کہا: رہی نسبت تو مشہور و معروف ہے لیکن نام مجہول ہے ،(یعنی عجیب نام ہے) اس پر اسحاق نے ان سے کہا، آپ کا انصاف کم تر نہ ہو تو کیا "کل ثوم" ناموں میں سے نہیں ہے ؟ اور پیاز لہسن سے اچھی ہے (یعنی کلثوم نام ہو سکتا ہے تو کلبصل نام رکھنے میں کیا برائی ہے) اس پر

حنائی نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو دشمن سے محفوظ رکھے (قاتل کا ترجمہ مقام مدح ہو تو وہاں مدح مراد ہوتا ہے نہ کہ قتل کی بددعا) آپ نے کتنی عمدہ بات کہی ہے، میں نے آپ جیسا شیریں بیان دوسرا آدمی نہیں دیکھا، کیا امیر المؤمنین اس بات کی اجازت دیں گے کہ میں انھیں اس بات کے انعام میں وہ نوازش دیدوں جو مجھے دی گئی ہے، اس لیے کہ اللہ کی قسم! یہ مجھ سے بازی لے گیے ہیں، اس پر مامون نے کہا، (نہیں) بلکہ وہ رقم آپ کو دی گئی ہے اور مامون نے اسحاق کے لیے اتنی ہی رقم دینے کا حکم جاری کیا، پھر اسحاق گھر لوٹے اور حنائی بقیہ دن ان کے ساتھ ساتھ رہے۔ (اغانی)

(۲۹۴)- احمد بن دلیل نے بیان کیا کہ میرا ایک ایسے استاذ کے پاس سے گزر ہوا جو ایک بچے کو مار رہا تھا، اور کہتا تھا، خدا کی قسم میں تجھے مارتا رہوں گا جب تک تو مجھے یہ نہ بتادے گا کہ سمندر کو کس نے کھودا ہے؟ بچے نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کا رتبہ بلند کرے، بخدا میں نہیں جانتا کہ سمندر کو کس نے کھودا ہے؟ تو آپ ہی مجھے بتادیں تاکہ میں بھی جان لوں، اس پر استاذ نے کہا، سمندر کو آدم علیہ السلام کے باپ کردم نے کھودا ہے۔ (شرنشی)

نوٹ: (شرعی رو سے یہ جملہ درست نہیں ہے کیوں کہ حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں اور تمام نوع انسان انھیں کی اولاد ہیں، پھر بھلا کون ان کا باپ ہو سکتا ہے؟ از شارح)

(۲۹۵)- بیان کیا گیا ہے کہ ہارون رشید کو ایک رات سخت بے خوابی طاری ہوئی، اس نے جعفر کو بلایا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ تم اس بے چینی کو دور کرو جو میرے دل میں ہے، اس پر وزیر (جعفر) نے کہا، اے امیر المؤمنین! آپ کے دل میں بے قراری کیسے ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی چیزیں پیدا کی ہیں جو افسردہ دل سے افسردگی اور غم زدہ سے غم کو دور کر دیتی ہیں، اور آپ ان سب چیزوں پر قادر ہیں، ہارون رشید نے کہا: اے جعفر! وہ کیا ہیں؟ جعفر نے ان سے کہا، ابھی ہمارے ساتھ چلیے تاکہ اس محل کی چھت پر چڑھیں اور ستاروں

اور ستاروں کی بلندی اور ان کے آپس میں ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہونے اور چاند اور اس کی جگمگاہٹ کا تماشہ دیکھیں، اس پر ہارون رشید نے کہا، اے جعفر! میرا دل ان میں سے کسی چیز سے نہیں لگتا، پھر جعفر نے کہا، اے امیر المومنین! (اگر آپ کی طبیعت نہیں بہلتی ہے) آپ محل کی اس کھڑکی کو کھولیں جو باغ کی طرف کھلتی ہے، اور ان درختوں کی خوب صورتی کا نظارہ کریں اور چڑیوں کے چہچہانے کی آواز سنیں اور ندیوں کی روانی کا نظارہ کریں، اور ان پھولوں کی خوشبو سونگھیں، اس پر خلیفہ ہارون نے کہا، اے جعفر! ان میں سے کسی چیز سے میرا دل نہیں بہلتا ہے، پھر جعفر نے کہا، اے امیر المومنین! تو آپ وہ کھڑکی کھولیں جو دجلہ کی طرف کھلتی ہے تاکہ ہم ان کشتیوں اور ملاحوں کا تماشہ دیکھیں، تو اس طرف کوئی تالی بجا رہا ہے اور دوسری طرف غلام گانا گا رہے ہیں، رشید نے کہا: ان چیزوں میں سے کسی چیز سے بھی میرا دل نہیں بہلتا ہے، پھر جعفر نے کہا، اٹھیے اے امیر المومنین! ہم خصوصی اصطبل میں چلیں اور عربی گھوڑوں کا نظارہ کریں اور ان کے خوب صورت رنگوں کا مشاہدہ کریں کچھ اندھیری رات کی طرح کالے ہیں اور کچھ سرخ زرد رنگ والے ہیں کچھ سیاہی ملی ہوئی سفید رنگ والے ہیں کچھ سرخ سیاہ رنگ والے ہیں کچھ سرخ ہیں اور کچھ سفید رنگ والے ہیں کچھ سبز ہیں کچھ چتکبرے ہیں کچھ پیلے ہیں، اور اتنے رنگ والے ہیں جن سے عقل حیران ہیں، اس پر ہارون رشید نے کہا، ان چیزوں میں سے کسی سے بھی دل نہیں بہلتا ہے، (آخر کار) جعفر نے کہا، اے امیر المومنین! اب اپنے غلام جعفر کی گردن مارنے کے علاوہ کوئی صورت باقی نہیں رہی، اس لیے کہ اللہ کی قسم! میں اپنے آقا کے غم کو زائل کرنے سے عاجز ہو چکا ہوں، اس پر ہارون رشید ہنس پڑا اور اس کی طبیعت اچھی ہو گئی اور اس سے اس کی بے قراری چلی گئی۔ (آلمیدی)

فریبی بوڑھے اور عورت کا واقعہ

(۳۴۹) ترجمہ:۔ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مجاور لکھنا اور پڑھنا نہیں جانتا تھا، وہ لوگوں سے دھوکا کرتا تھا اور اس کے ذریعہ روٹی کھاتا تھا، ایک دن اس کے دل میں یہ بات آئی کہ وہ اپنا ایک مکتب کھولے اور اس میں لڑکوں کو پڑھائے (چنانچہ اسی مقصد سے) اس نے تختیوں اور لکھے ہوئے کاغذوں کو اکٹھا کیا اور انھیں ایک جگہ لٹکا دیا اور بڑا سا صافہ باندھا اور مکتب کے دروازے پر بیٹھ گیا، تو لوگ اس کے پاس سے گزرتے اور اس کے صافے، تختیوں اور کاغذوں کو دیکھتے تو گمان کرتے یہ کوئی زبردست عالم ہے، چنانچہ لوگ اس کے پاس اپنے بچوں کو لاتے، پھر وہ ایک سے کہتا تھا لکھو اور دوسرے سے کہتا تھا پڑھو، اس طرح لڑکے ایک دوسرے کو پڑھانے لگے، (پھر یہ سلسلہ چل رہا تھا) ایک دن اس درمیان وہ مکتب کے دروازے پر اپنے عادت کے مطابق بیٹھا تھا (اس نے دیکھا) کہ ایک عورت دور سے آرہی ہے اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں خط ہے اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ ضرور یہ عورت میرے ہی پاس آرہی ہے تاکہ وہ خط جو اس کے پاس ہے میں پڑھ دوں، اب میں اس کے ساتھ کیسا معاملہ کروں، جبکہ میں خط پڑھنا جانتا نہیں ہوں، وہ اس سے بھاگنے کے لیے اترنا ہی چاہ رہا تھا کہ اترنے سے پہلے وہ عورت اس کے پاس پہنچ گئی اور اس سے کہا، آپ کہاں جارہے ہیں؟ اس نے عورت سے کہا نماز ظہر پڑھنا چاہتا ہوں، اور واپس آتا ہوں، عورت نے اس سے کہا، ظہر میں دیر ہے آپ مجھے یہ خط پڑھ کر سنادیں، چنانچہ خط اس عورت سے لیا اور خط کا اوپر والا حصہ نیچے کرلیا، اور اسے گھورنے لگا، اور کبھی اپنے صافہ کو ہلاتا اور کبھی اپنی بھنوؤں کو گھماتا اور ناراضگی کا اظہار کرتا (ادھر) عورت کا شوہر پردیس میں تھا اور خط عورت کی طرف اس کے پاس سے آیا تھا، چنانچہ جب اس نے عالم کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے دل میں خیال کیا کہ یقیناً میرا شوہر مرچکا ہے، اور یہ عالم مجھ سے بتاتے ہوئے شرمارہے ہیں کہ وہ مرگیا ہے، تو عورت نے اس سے کہا اے میرے سردار! اگر وہ مرگیا ہے تو مجھے بتادیں اس پر

اس نے اپنا سر ہلایا اور خاموش رہا، عورت نے اس سے کہا، کیا میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالوں؟ اس نے کہا، پھاڑ ڈال، پھر عورت نے کہا کیا میں اپنا منھ پیٹ لوں؟ اس نے کہا، پیٹ لو، پھر اس نے خط اس کے ہاتھ سے لیا، اور اپنے گھر لوٹی، وہ اور اس کے سارے بچے رونے لگے، اس کے رونے کی آواز اس کے بعض پڑوسیوں نے سنی تو ان لوگوں نے اس کا حال پوچھا، اس پر ان سے کہا گیا کہ اس کے پاس اس کے شوہر کے مرنے کا خط آیا ہے، چنانچہ ایک آدمی نے کہا، کہ یہ بات جھوٹ ہے، اس لیے کہ اس کے شوہر نے میرے پاس گزشتہ کل خط بھیجا ہے جس میں اس بات کی خبر ہے کہ وہ اچھا ہے اور آرام سے ہے اور دس دن بعد عورت کے پاس آجائے گا، پھر وہ آدمی اسی وقت اٹھا اور اس عورت کے پاس آیا اور اس سے کہا، وہ خط جو تمھارے پاس آیا ہے کہاں ہے؟ تو وہ عورت خط اس کے پاس لائی، چنانچہ اس نے خط اس عورت سے لے لیا اور اسے پڑھنے لگا، اس میں لکھا ہوا تھا، اما بعد، دعا اور سلام کے بعد میں اچھا ہوں مکمل صحت اور آرام سے ہوں، اور دس دن کے پاس میں تم لوگوں کے پاس آجاؤں گا، اور تم لوگوں کے لیے میں نے ایک چادر اور شال بھیجی ہے، چنانچہ عورت نے خط لیا اور اسے لے کر عالم کے پاس گئی اور اس سے کہا کہ کس چیز نے تمھیں اس حرکت پر آمادہ کیا جو تم نے میرے ساتھ کی ہے، پھر اسے اس بات کی خبر دی (کہ میرا شوہر زندہ ہے) جو اس کے پڑوسی نے کہا تھا، یعنی اس کا شوہر اچھا ہے اور اس نے اس کے پاس ایک چادر اور شال بھیجی ہے، اس پر اس نے اس عورت سے کہا: تم ٹھیک کہتی ہو لیکن اے عورت! مجھے معاف کر اس لیے کہ میں اس وقت مراقبہ کی حالت جلال میں تھا اور میں نے دیکھا کہ شال چادر میں لپٹی ہوئی ہے تو مجھے گمان ہوا کہ وہ مر گیا ہے اور لوگوں نے اسے کفن پہنایا ہے، عورت اس دھوکہ کو نہیں جانتی تھی اس لیے اس سے کہا: آپ معذور ہیں اور خط لیا اور اس کے پاس سے چلی گئی۔

ناتجربہ کار اور چالاک کا واقعہ

(۳۹۷)ترجمہ:۔ ایک ناتجربہ کار شخص جارہا تھا اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں اپنے گدھے کی رسی تھی اور وہ اس کو اپنے پیچھے کھینچ رہا تھا، چنانچہ اسے دو چالاک آدمیوں نے دیکھ لیا، پھر ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میں اس آدمی سے اس گدھے کو لے لوں گا، اس پر اس کے ساتھی نے کہا، کہ تم اس کو کس طرح لوگے ؟ اس نے کہا، تم میرے پیچھے رہو اور میں تمہیں دکھاتا ہوں، چنانچہ وہ اس کے پیچھے چلا، چالاک آدمی گدھے کی طرف بڑھا اور اس سے رسی کھول دی، گدھا اپنے ساتھی کو دیدیا اور رسی اپنے سر میں باندھ لی اور ناتجربہ کار شخص کے پیچھے پیچھے چلتا رہا یہاں تک کہ اسے یقین ہوگیا کہ اس کا ساتھی گدھا لے گیا، پھر وہ شخص ٹھہر گیا، اس پر ناتجربہ کار شخص نے اسے رسی سے کھینچا تو اس نے حرکت تک نہ کی، چنانچہ ناتجربہ کار شخص نے اس کی طرف دیکھا تو رسی کو ایک آدمی کے سر میں (بندھا ہوا) دیکھا، اس پر اس نے اس آدمی سے کہا، تو کون سی چیز ہے ؟ اس نے کہا، میں تمہارا گدھا ہوں اور میرا عجیب وغریب واقعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ میری ایک بوڑھی نیک ماں ہیں، ایک دن میں نشہ کی حالت میں ان کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے کہا، اے لڑکے ! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان گناہوں سے توبہ کرلو، (یہ سن کر) میں نے لاٹھی اٹھائی اور ان کو اس سے مارا، اس پر انھوں نے مجھے بددعا دی، تو اللہ تعالیٰ نے میری شکل بدل کر گدھے کی کردی اور مجھے آپ کے ہاتھوں میں دیدیا، تو یہ پورا زمانہ میں آپ کے پاس ٹھہرا رہا، پھر جب آج کا دن ہوا تو میری ماں نے مجھے یاد کیا اور ان کا دل مجھ پر مہربان ہوگیا اور انہوں نے میرے لیے دعا کی تو دوبارہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آدمی کی شکل میں تبدیل کردیا جیسا کہ میں تھا، اس پر اس ناتجربہ کار آدمی نے "لاحول ولا قوۃ إلا باللہ العلی العظیم" پڑھا اور کہا، اے میرے بھائی ! میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ میں نے تم پر جو سواری وغیرہ میں کی ہے اسے تم (معاف کرکے) میرے لیے جائز کردو، پھر اس کو چھوڑ دیا، چنانچہ وہ چلا گیا اور گدھے کا مالک اپنے گھر واپس ہوا

اس حال میں کہ وہ رنج وغم سے چور تھا، اس پر اس کی بیوی نے اس سے پوچھا، تمہیں کس چیز نے مصیبت میں ڈال دیا ہے، اور گدھا کہاں ہے؟ اس نے بیوی سے کہا، تمہیں گدھے کے واقعہ کا کچھ پتہ نہیں ہے، میں تمہیں اس کے بارے میں بتاتا ہوں، پھر اس نے اس سے پوری کہانی بیان کی، اس پر بیوی نے کہا، ہائے رب کی بارگاہ میں ہماری ہلاکت ہوگی، ہمارے لیے یہ پورا زمانہ کس حالت میں گزرا، اور ہم ایک آدمی سے (گدھے کا) کام لیتے رہے، پھر اس نے صدقہ اور استغفار کیا، اور وہ شخص بغیر کام کے ایک زمانہ گھر میں بیٹھا رہا، (پھر اس سے اس کی بیوی نے کہا بغیر کام کے بیٹھنا کب تک رہے گا) بازار جاؤ اور کوئی گدھا خریدو اور اس سے کام کرو، چنانچہ وہ بازار گیا اور کھڑے ہو کر گدھوں کو دیکھنے لگا، اچانک (کیا دیکھتا ہے کہ) وہی اس کا گدھا بیچا جا رہا ہے، پھر جب اس نے اسے پہچان لیا تو اس کے پاس گیا اور اپنا منہ اس کے کان پر رکھا اور اس سے کہا، اے منحوس! شاید تو نے دوبارہ نشہ کر لیا اور اپنی ماں کو مارا (جس کی وجہ سے تیری ماں نے دوبارہ بددعا کر دی اور تو پھر گدھا بن گیا) خدا کی قسم اب میں تجھے کبھی نہیں خریدوں گا۔ (الف لیلہ ولیلہ)

آٹھواں باب نایاب باتوں کے بیان میں

(۳۴۸) ترجمہ:۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر میں تاجر ہوتا تو عطر کے علاوہ (کسی چیز کی تجارت کو) پسند نہ کرتا اس لیے کہ اگر مجھ کو اس سے نفع نہ بھی ملتا تو اس کی خوشبو سے محروم نہ ہوتا۔ (لطائف صحابہ)

(۳۴۹)— بیان کیا گیا ہے کہ سیب میں موتی والی زردی اور سونے والی سرخی اور چاندی کی سفیدی اور چاند کی روشنی ہوتی ہے جس سے (انسان کے) تین حواس آنکھ اس کے رنگ سے، ناک اس کی خوشبو سے اور منہ اس کے مزے سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ (مستطرف)

خلیفہ مستعصم کی طاقت کا واقعہ

(۲۷۰)ترجمہ:۔خلیفہ معتصم دلیر بہادر اور طاقتور شہسوار تھے، بنی عباس میں ان سے بڑا بہادر اور قوی دل والا کوئی نہ تھا، ابوداؤد نے بیان کیا کہ خلیفہ مستعصم مجھ سے کہتے تھے اے ابو عبداللہ! میرے بازو کو اپنی پوری طاقت سے کاٹو، تو میں کہتا، اللہ کی قسم اے امیر المومنین! میرا دل اس کو نہیں چاہتا ہے، تو وہ کہتے، مجھے کچھ نقصان نہ دے گا، پھر میں کاٹنے کا ارادہ کرتا تو وہ ایسا (بازو) تھا کہ اس میں تیر اثر نہیں کرتا تو دانت کس طرح اثر کریں گے۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو کسی خارجی نے نیزہ مارا حالانکہ (اس وقت) ان کے بدن پر زرہ موجود تھی لیکن مستعصم نے اپنی پیٹھ کو سامنے کر دیا تو نیزہ آدھے سے ٹوٹ گیا، (مستعصم کی طاقت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ) وہ دینار کی لکھاوٹ پر اپنے ہاتھ کو زور سے رگڑتے تو اسے مٹا دیتے تھے اور لوہے کا ستون (کھمبا) لے لیتے تو اسے موڑ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ گردن کا طوق ہو جاتا۔(ابشیہی)

(۲۷۱)—بیان کیا گیا ہے کہ اصفہان والے بخیل اور کنجوسی میں مشہور ہیں، ایک آدمی سے مروی ہے کہ اس نے ایک نابینا آدمی کو ایک روٹی خیرات کی، اس پر نابینا آدمی نے (دعا دیتے ہوئے) کہا، اللہ تعالیٰ آپ کی مسافرت کو اچھا بنائے، اس آدمی نے کہا، آپ نے میری مسافرت کو کیسے جانا؟ نابینا نے کہا اس لیے کہ میں تیس سال سے یہاں ہوں (لیکن ان تیس سالوں کے درمیان) مجھے کسی نے سالم (یعنی درست) روٹی نہیں دی۔(قزوینی)

(۲۷۲)—بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ مستعصم بارش کے دن میں اکیلا چل رہا تھا اور وہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا اتنے میں اس نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا کہ اس کے ساتھ ایک گدھا ہے جس پر کانٹے لدے ہوئے ہیں، وہ گدھا پھسلا اور زمین پر گر گیا اور بوڑھا (بغیر مدد گار کے) کھڑا ہے، (یہ دیکھ کر) مستعصم اپنی سواری سے اترا تاکہ گدھے کو اٹھائے، اس پر بوڑھے آدمی نے اس سے کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اپنے کپڑے خراب نہ

کریں، مستعصم نے کہا کوئی بات نہیں ہے، پھر اس نے گدھے کو اٹھایا اور کانٹوں کو اس پر لاد دیا اور اپنے ہاتھ دھوئے پھر (جانے کے لیے) سوار ہوا، اس پر بوڑھے نے اس سے کہا، اے نوجوان! اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے، اتنے میں خلیفہ کے ساتھی اس سے آملے تو اس نے بوڑھے آدمی کو چار ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مستعصم بادشاہوں میں حد درجہ نجیب الاصل اور کشادہ اخلاق والے تھے۔ (ابوالفرج لمعلی)

بادشاہ اور ناصر الدولہ کا واقعہ

(۲۷۳) ترجمہ:۔ مجھے ابوالفضل نے خبر دی جو مصر میں باعزت شخص تھا، اس نے بتایا کہ مصر میں آل حمدان کی حکومت تھی اور ناصر الدولہ وزیر تھا، اسے ایک پھوڑے کی شکایت تھی، (جس کو ٹھیک کرنے سے) سارے طبیب عاجز آگئے، اور اس کو شفا نہ ملی، پھر (اسی زمانہ میں) بادشاہ نے اس کے قتل کی سازش رچی اور اس کے لیے ایک آدمی کو گھات میں لگا دیا جس کے پاس ایک خنجر تھا جب ناصر الدولہ محل کی ایک دہلیز میں آیا تو اس آدمی نے اس پر حملہ کر دیا اور خنجر سے اس کو مارا تو چوٹ اس کی کمر کے نیچے لگی اور خنجر کی نوک پھوڑے میں لگی، چنانچہ پھوڑے میں جو کچھ مواد تھا نکل گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے شفا عطا فرمائی اور وہ پہلے کی طرح صحت مند اور ٹھیک ہو گیا۔ (طرطوشی)

خلیفہ معتصم اور طبیب سلمویہ کا واقعہ

(۲۷۴) ترجمہ:۔ حسین نے بیان کیا، اس نے کہا کہ سلمویہ نصرانی فن طب کا عالم اور اپنے زمانے میں باکمال شخص تھا، جب وہ بیمار ہوا تو خلیفہ معتصم اس کی بیمار پرسی کے لیے آیا اور اس کے پاس رو پڑا اور اس سے کہا، مجھے اپنے بعد ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ جو (بیماریوں وغیرہ سے علاج کرنے میں) میری دیکھ بھال کرتا رہے، اس نے کہا، آپ پر لازم ہے اس بیکار آدمی یوحنا بن ماسویہ سے مشورہ کیجیے، اور جب یہ کوئی چیز بتائے تو اس پر عمل کیجیے

،جب سلمویہ مرگیا تو معتصم نے کہا،ابھی میں اس کی موت میں شریک ہوتا ہوں اس لیے کہ وہ میری زندگی کو برقرار رکھتا اور میرے جسم (کے ٹھیک کرنے) کا انتظام کرتا تھا،وہ اس دن کھانے سے باز رہا اور اس نے اس کے جنازے کو محل تک لانے کا حکم دیا اور (یہ بھی حکم دیا) کہ نصاریٰ کے عقیدے کے مطابق موم بتی اور دھونے دینے والی چیز کے ساتھ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے،چنانچہ یہ کیا گیا اور خلیفہ معتصم انھیں دیکھ رہا تھا۔(ابوالفرج)

کنجوس اور دینار کا واقعہ

(۲۷۵)ترجمہ:۔ایک کنجوس کے ہاتھ میں جب کوئی درہم آتا تو وہ اس سے مخاطب ہوتا اور کہتا تھا کہ تو میری عقل،میرا دین،میری نماز،میرا روزہ اور میرے شیرازہ کو جمع کرنے والا،میری آنکھ کی ٹھنڈک،میرا سکون،میری طاقت،میرا سامان اور میرا ستون ہے ،پھر اس سے کہتا آنے والے تیرا آنا مبارک ہو،میں تمھاری زیارت کا مشتاق تھا،پھر کہتا اے میری آنکھ کی روشنی اور میرے دل کے دوست ،تو ایسے شخص کے پاس آگیا ہے جو تیری حفاظت کرے گا اور تیری قدر پہچانے گا اور تیرا مرتبہ بڑھادے گا اور تیری قیمت کا لحاظ رکھے گا اور تجھ پر مہربانی کرے گا اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ تو لوگوں کے رتبے بڑھاتا ہے ،گھروں کو آباد کرتا ہے اور باعزت لوگوں کو بلند کرتا ہے اور شہرت کا سامان کرتا ہے،اور مرتبہ کو بلند کرتا ہے اور غم میں دل بہلاتا ہے،پھر اسے تھیلی میں ڈال لیتا اور کہتا:

(۱)۔ میری جان کی قسم اس (درہم) کا وجود میری آنکھوں سے پوشیدہ ہو گیا ہے ،حالانکہ میں وہ آدمی ہوں کہ اس کا ذکر میری زبان سے خالی نہیں ہوتا اور نہ ہی میرے دل سے (اس کی یاد جاتی ہے)۔تو اے عقل والو! اس کمینگی کی طرف نظر کرو (اور اندازہ کرو کہ یہ آدمی کتنا ذلیل تھا)۔(شریشی)

سلیمان بن عبدالملک کی موت کا واقعہ

(۲۷۶)ترجمہ:۔ سلیمان بن عبدالملک زیادہ کھانے والا شخص تھا ایک مرتبہ اس نے حج کیا اور اس وقت حجاز میں سخت گرمی تھی، اس لیے وہ ٹھنڈک کی تلاش میں طائف گیا ، اس کے پاس انار لائے گیے، تو اس نے ستر انار کھائے، پھر ایک بکری کا بچہ اور چھ مرغیاں لائی گئیں تو وہ انھیں بھی صاف کر گیا، پھر طائف کے عمدہ منقے لائے گیے تو اس نے اس میں سے بھی بہت سارا کھایا (اتنا کھانے کے بعد) اسے نیند آگئی اور وہ سو گیا، پھر جب وہ بیدار ہوا تو اس کے پاس دوپہر کا کھانا لایا گیا، اسے بھی اپنی عادت کے مطابق خوب کھایا۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ اس کی موت کا سبب یہ ہوا کہ اس کے پاس ایک نصرانی آیا اور وہ تیز رفتار گھوڑے پر دو ٹوکریاں انڈوں اور انجیروں سے بھری ہوئی لے کر حاضر ہوا اس نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ اس کے لیے انڈے چھیلے ، وہ انڈے اور انجیر کھانے لگا یہاں تک کہ دونوں ٹوکریاں ختم ہو گئیں، پھر لوگوں نے اس کو شراب اور بھیجا پیش کیا تو اسے بھی کھا گیا، اس پر اس کو بد ہضمی ہو گئی اور وہ بیمار ہو کر مر گیا۔ (ابو الفداء)

ہندوستانیوں کی عادت

(۲۷۷)ترجمہ:۔ ہندوستانی لوگ کھیل کود کی مذمت کرتے ہیں اور اسے اختیار نہیں کرتے ہیں ، اور نہ شراب پیتے ہیں اور نہ سرکہ استعمال کرتے ہیں ، کیونکہ (ان کے نزدیک) وہ بھی شراب ہی کی جنس سے ہے ، اور یہ چیز ان کا مذہب نہیں ہے بلکہ (اس وجہ سے ہے کہ ان کو شراب سے) نفرت ہے ، اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ جو بادشاہ شراب پیتا ہے وہ (دراصل) بادشاہ نہیں ہے ، اور یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کے ارد گرد بہت سارے بادشاہ ہوتے ہیں جن سے وہ جنگ کرتے رہتے ہیں اور وہ اس لیے کہتے ہیں کہ جو بادشاہ نشہ میں مست رہتا ہو وہ اپنے ملک کے معاملہ کا انتظام کیسے کر سکتا ہے۔

ہندوستانی راجاؤں کا پوشاک

(۲۷۸) ترجمہ:۔ ہندوستان کے راجہ اپنے کانوں میں سونے میں جڑی ہوئی عمدہ موتیوں کی بالیاں پہنتے ہیں اور اپنی گردن میں سرخ، بڑے شاندار ہیرے اور بیش قیمت موتی پر مشتمل عمدہ ہار ڈالتے ہیں، اور وہی اس وقت ان کے خزانے اور جمع کردہ مال ہوتے ہیں، اور ہار کو ان کی فوج کے کمانڈر اور معزز لوگ (بھی) پہنتے ہیں، اور ان کا سردار انھیں میں سے کسی آدمی کی گردن پر سوار ہوتا ہے اس حال میں کہ اس کے ہاتھ میں ایک چیز ہوتی ہے جو "جترہ" کے نام سے مشہور ہے، اور وہ مور کے پر کی چھتری ہے جسے وہ اپنے ہاتھ میں لیے رہتا ہے اور اس کے ذریعہ وہ دھوپ سے بچتا ہے، اور اس کے ساتھی اس کو گھیرے ہوتے ہیں۔ (سلسلۃ التواریخ)

اسکندریہ کی شہرپناہ کے ستونوں کا بیان

(۲۷۹) ترجمہ:۔ شہر اسکندریہ کے عجائبات میں سے زبردست سنگ مرمر کا وہ ستون ہے جو شہر کے باہر ہے، ان لوگوں میں "عمود السواری" کے نام سے موسوم ہے، اور وہ کھجوروں کے جنگل کے بیچ میں ہے، اور وہ اونچائی اور بلندی میں جنگل کے درختوں سے ممتاز (بلند وبالا) ہے، اور وہ اچھی طرح تراشا ہوا ایک ہی ٹکڑا ہے جو بڑے جبوتروں کی طرح چوکور پتھروں کی بنیاد پر جمایا گیا ہے، یہاں اس کے جمانے کی صفت معلوم نہیں ہوسکی ہے اور نہ اس بات کی تحقیق ہوسکی ہے کہ کس نے اسے جمایا ہے۔ (ابن بطوطہ)

ولید بن عبد الملک کی موت کا سبب

(۲۸۰) ترجمہ:۔ ولید بن عبد الملک اور اس کے بھائی سلیمان کے درمیان کچھ باتیں ہوگئیں، سلیمان نے ولید کو (فوراً) وہ بات کہی جو ان کی ماں پر پڑتی تھی، اس پر ولید نے اپنا منھ کھولا تاکہ اس کو جواب دے اتفاق سے ان کے بغل میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، انھوں نے ولید کا منھ پکڑ لیا اور (منھ میں آئی ہوئی) ان کی بات لوٹا

دی، اور فرمایا: اے عبد الملک کے صاحبزادے! سلیمان آپ کا بھائی اور آپ کی ماں کا بیٹا ہے، اور اسے (علم کی وجہ سے) آپ پر برتری حاصل ہے، خلیفہ ولید نے فرمایا: اے ابو حفص! (حضرت عمر بن عبد العزیز کی کنیت ابو حفص ہے) آپ نے مجھے مار ڈالا، انھوں نے فرمایا، اور میں نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ خلیفہ ولید نے کہا، آپ نے میرے دل میں وہ بات واپس کر دی جو انگارے سے زیادہ گرم ہے، (یہ کہتے ہوئے ولید بن عبد الملک) ایک طرف جھک گیے اور وصال ہو گیا۔ (طرطوشی)

سمعان کے گرجا کا واقعہ

(۲۸۱) ترجمہ:۔ سمعان کا گرجا دمشق کے کنارے صحت افزا مقام میں واقع ہے جس کو باغات، گھر اور محلات گھیرے ہوئے ہیں، اس گرجا میں ایک مشہور گوشہ نشین تھا جو لوگوں سے بالکل الگ تھلگ رہتا تھا، وہ اپنا سر ہر سال میں ایک متعین دن روشن دان سے باہر نکالتا تھا، تو جن مریضوں اور لنجوں پر اس کی نظر پڑتی وہ صحت یاب ہو جاتے تھے، چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں سنا تو وہ سمعان کی طرف گیے تاکہ اس کا مشاہدہ کریں، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے گرجا کے پاس بہت سے لوگوں کو دیکھا جو اس روشن دان کے مقابل کھڑے تھے، اور اس گوشہ نشین کے سر کے نکلنے کا انتظار کر رہے تھے، پھر جب وہ (متعین) دن آیا تو اس نے اپنا سر نکالا اور ان کی طرف دائیں اور بائیں دیکھا، چنانچہ جس پر بھی اس کی نظر پڑی وہ تندرست اور صحت یاب ہو گیا۔ (قزوینی)

چین والوں کے مُردوں کا بیان

(۲۸۲) ترجمہ:۔ ملک چین کے رہنے والوں میں سے جب کوئی مر جاتا تو اسے آٹھ سال اسی دن دفن کرتے جس دن وہ مرا ہے، وہ لوگ مردے کو ایک تابوت میں رکھتے اور اپنے اپنے گھروں میں چھوڑ دیتے تھے، اور اس پر چونہ ڈال دیتے تھے، (یہ سلوک عام لوگوں کے مردوں کے ساتھ ہوتا تھا) اور رہے بادشاہ تو لوگ انھیں ایلوا اور کافور میں کئی سال

رکھتے (اسی طرح ان کا یہ بھی طریقہ تھا کہ) جو (مرنے والے پر) نہ روئے تو اسے لکڑی سے مارا جاتا، ایسا ہی (معاملہ) عورتوں اور امردوں کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ (سلسلۃ التواریخ)

محمد بن مروان اور نوبہ کے بادشاہ کا واقعہ

(۲۸۳) ترجمہ:۔ محمد بن مروان نے خلیفہ مہدی سے بیان کیا، اس نے کہا، کہ جب بنی مروان کا شیرازہ منتشر ہو گیا، تو میں نوبہ کی زمین میں گیا چنانچہ میں نے چاہا کہ ان کا بادشاہ مجھے اپنے یہاں کچھ مدت ٹھہرنے کی اجازت دیدے، (یہ بات معلوم ہونے پر) وہ مجھ سے ملاقات کے لیے آیا، اور وہ لمبے کالے رنگ کا آدمی تھا، میں اپنے خیمہ سے نکل کر اس کے پاس گیا، اور اس سے خیمہ کے اندر آنے کی گزارش کی، اس نے خیمہ میں بیٹھنے سے انکار کیا، اور خیمہ کے باہر مٹی ہی پر بیٹھ گیا، میں نے اس کے بارے میں اس سے پوچھا، تو اس نے کہا، کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سلطنت عطا فرمائی ہے تو مجھ پر لازم ہے کہ عاجزی کے ذریعہ اس کا استقبال کروں۔ (قزوینی)

حکیم اور مردے کا واقعہ

(۲۸۴) ترجمہ:۔ ملک شام کے رہنے والے ایک آدمی نے بیان کیا کہ شہر دمشق میں ایک نان بائی (روٹی پکانے والا) اپنے تنور میں روٹی پکا رہا تھا، اچانک اس کے قریب سے ایک آدمی کا گزر ہوا جو زرد آلو بیچ رہا تھا چنانچہ اس نے اس آدمی سے زرد آلو خریدے اور اسے گرم روٹی سے کھانے لگا، جب کھا کر فارغ ہوا تو بیہوش ہو کر گر پڑا، لوگوں نے اس کو دیکھا تو وہ مر چکا تھا، لوگ اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ اس کے پاس طبیبوں کو لائیں تاکہ وہ لوگ اس کی زندگی کے آثار اور اس کی علامتوں کا پتہ لگا سکیں (جب طبیبوں نے دیکھا) تو ان لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ مردہ ہے، چنانچہ اسے نہلایا اور کفن پہنایا اور قبرستان کی طرف (لے جانے کے لیے) اٹھایا، پھر جب لوگ اسے لے کر شہر کے دروازے سے باہر نکلے تو ایک حکیم آدمی ان کے سامنے آیا، اس (حکیم) کو "یبرودی" کہا جاتا تھا وہ فن طب میں تجربہ کار ماہر

طبیب تھا، اس نے لوگوں کو سنا کہ وہ اس کے واقعہ کا بار بار ذکر کر رہے ہیں، اس نے لوگوں سے کہا، کہ اس (جنازے) کو نیچے رکھو تاکہ میں اس کو دیکھوں، لوگوں نے اسے نیچے رکھ دیا، اور وہ اس (جنازے) کو الٹنے پلٹنے لگا، اور زندگی کی ان علامتوں کو دیکھنے لگا جن کو وہ جانتا تھا پھر اس نے اس کا منہ کھولا اور اس کو کوئی چیز پلائی تو اچانک اس آدمی نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور بات چیت کی اور اپنی دکان پر اسی طرح واپس ہوا جیسا کہ وہ (پہلے) تھا۔ (طرطوشی)

سوڈان والوں کے عمدہ کام

(۲۸۵) ترجمہ:۔ سوڈان والوں کے عمدہ کاموں میں ظلم وزیادتی کی کمی ہے، وہ لوگ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت ظلم سے کافی دور رہتے ہیں، اور ان کا بادشاہ ذرہ بھر ظلم کے معاملہ میں کسی کو معاف نہیں کرتا ہے، اور ان کے اچھے کاموں میں سے ان کے ملک میں امن وامان کا عام ہونا ہے، اس لیے (ان کے) ملک میں مسافر اور مقیم چور اور زبردستی چھیننے والے آدمی سے بے خوف ہوتے ہیں، اور ان کے اچھے کاموں میں سے ان کا اس آدمی کے مال سے تعرض نہ کرنا ہے جو سفید فام آدمی ان کے ملک میں مرجائے اگرچہ وہ مال کافی مقدار میں ہو، وہ لوگ اس (مال) کو کسی قابل اعتماد سیاہ فام آدمی کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں تاکہ اس سے اس (مرنے والے) کا وارث لے لے، (یعنی جب سیاہ فام زیادہ مال چھوڑ کر مرتا ہے تو اس کا مال کسی قابل اعتماد شخص کے سپرد کر دیتے ہیں اور وہ اس میں خیانت نہیں کرتے ہیں تاکہ وہ شخص مرنے والے کے وارث تک اس کا مال پہنچا دے)۔ ان لوگوں کے اچھے کاموں میں سے ان کا نماز کی پابندی اور جماعت میں حاضر رہنا اور نماز چھوڑنے پر اپنی اولاد کو مارنا ہے، اور جمعہ کے دن اگر کوئی انسان صبح سویرے مسجد نہ پہنچے تو زیادہ بھیڑ کی وجہ سے نماز پڑھنے کی جگہ (مسجد میں) نہیں پائے گا۔ (ابن بطوطہ)

ابراہیم بن مہدی کے گانے کا واقعہ

(۲۸۶)ترجمہ:۔ مخبر نے بیان کیا: اس نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ ابراہیم بن مہدی گانے کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے اچھا تھا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ میں مامون اور معتصم جیسے خلفا کی مجلسوں میں ابراہیم کو دیکھتا تھا (جہاں) گانے والے گاتے رہتے تھے، پھر جب یہ گانا شروع کرتا تو بچے اور کاروباری، چھوٹے بڑے اور کاریگری والے ان میں سے جس کے ہاتھ میں جو رہتا اسے چھوڑ دیتا اور قریب سے قریب جگہ میں ہوجاتا جہاں سے اسے سن سکے، پھر جب تک وہ گاتا تو وہ اسے غور سے سنتا اس کام سے غافل ہو کر جس میں وہ مشغول ہوتا تھا، (یعنی کام کی طرف دھیان نہ دیتا تھا) پھر جب وہ (گانا گانا) بند کرتا اور کوئی دوسرا گانے لگتا تو سارے لوگ اپنے کاموں کی طرف واپس لوٹ جاتے، اور مزید اس کے گانے میں میں نے ایک عجیب چیز دیکھی کہ اگر میں اسے بیان کروں تو کوئی تصدیق نہیں کرے گا (اور وہ عجیب بات یہ ہے) کہ جب وہ گانا شروع کرتا تو جنگل کے جانور بھی کان لگا دیتے اور اپنی گردنیں دراز کر دیتے اور اس سے قریب ہوتے جاتے یہاں تک کہ اپنے سروں کو اس چبوترے پر رکھ دیتے جس پر ہم لوگ بیٹھے ہوتے تھے پھر جب وہ خاموش ہوجاتا تو سارے جانور ہم سے بھاگ جاتے یہاں تک کہ وہ اتنی دور چلے جاتے جتنا ان کا ہم سے دور ہونا ممکن ہوتا۔

(۲۸۷)۔لیلی اخیلیہ کے تعلق سے نوادر (انوکھے کلام) میں آیا ہے کہ حجاج نے (اپنے غلام سے) کہا: اے غلام! فلاں آدمی کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ لیلی اخیلیہ کی زبان کاٹ دے، (جب غلام نے حجاج کا پیغام اس آدمی کو دیا) تو اس نے حجام کے حاضر کرنے کا حکم دیا، اس پر لیلی اخیلیہ نے کہا، تیری ماں تجھ کو گم کر دے (یعنی تیرا برا ہو) حجاج نے تجھے حکم دیا ہے کہ تو انعام دے کر میری زبان کاٹ دے، (یعنی میرا منھ بند کر دے تاکہ میں اس کے خلاف کچھ نہ بولوں)" اور یہ ایسا لفظ ہے جو ان لوگوں کے یہاں استعمال ہوتا ہے

جنھیں حکم دینے اور روکنے کا اختیار ہے"(یعنی لیلی اخیلیہ کا یہ مقولہ صاحب اقتدار لوگوں کے یہاں اس معنی میں بولا جاتا ہے)چنانچہ وہ لیلی اخیلیہ کی ذہانت سے تعجب میں پڑ گیا،(اس لیے کہ اس آدمی نے "زبان کاٹنے "کا حقیقی معنی مراد لیتے ہوئے حجام کو بلوایا تھا اور یہی مطلب حجاج کا بھی تھا لیکن لیلی اخیلیہ نے اپنی ذہانت کی بنیاد پر "زبان کاٹنے "کا مجازی معنی "منھ بند کرنا" لیا؛کیوں کہ جب آدمی کو انعام دیا جاتا ہے تو اس کا منھ بند ہو جاتا ہے اس طرح گویا کہ اس کی زبان کٹ گئی اب وہ اس کے خلاف کچھ نہیں بول سکتا)۔(شرشی)

اپنی رعایا کے ساتھ ہرمز کا انصاف

(۲۸۸)ترجمہ:۔ہرمز بن نوشروان ایسا انصاف کرنے والا شخص تھا جو ادنی لوگوں کی وجہ سے اعلی لوگوں کو سزا دیتا تھا اور اس میں وہ مبالغہ کرتا(یعنی سزا دینے پر سختی سے پابند تھا)یہاں تک کہ اس سے (اس سزا کی وجہ سے)اس کے خاص لوگ بھی ناراض ہو گئے۔(صرف خاص لوگوں پر ہی سزا مقرر نہیں کی)بلکہ اپنی اولاد اور اپنے دوستوں پر بھی حق قائم کیا اور بڑے لوگوں پر انصاف اور سختی کرنے میں اس نے خوب مبالغہ کیا اور بڑے لوگوں کے ہاتھوں کو ایک حد تک کمزوروں پر (ظلم کرنے سے)روک دیا۔(ظالموں سے انصاف دلانے کے لیے)اس نے ایک صندوق رکھوایا جس کے بالائی حصے میں ایک سوراخ تھا اور حکم دیا کہ ظلم برداشت کرنے والا اپنے قصے کو اس میں ڈالے اور صندوق اس کی مہر سے مہر بند تھا،وہ صندوق کھولتا تھا اور شکوۂ ظلم کے بارے میں غور کرتا تھا،وہ اپنے خاص لوگوں اور گھر والوں سے مطمئن نہ تھا کہ(ہو سکتا ہے کہ)اس تک شکایتوں کو نہ پہنچایا جائے،پھر اس نے چاہا کہ ظلم برداشت کرنے والے کے ظلم کو پل پل جانتا رہے،اس لیے اس نے راستہ میں ایک زنجیر لگانے کا حکم دیا،اور اس کے لیے اپنے گھر میں علاحدگی کے وقت اپنے بیٹھنے کی جگہ ایک سوراخ کر دیا،اور اس میں ایک گھنٹی لگا دی،تو اب ظلم کو جھیلنے والا محل کے باہر ہی سے زنجیر

ہلا دیتا تو وہ اسے جان لیتا، چنانچہ وہ خود اس کو لانے اور اس پر ہونے والے ظلم کو ختم کرنے کے لیے آگے بڑھتا۔

نصاریٰ کے لیے جالینوس کی گواہی

(۲۸۹) ترجمہ:۔ جالینوس (مشہور یونانی حکیم) نے قوموذوس کا زمانہ پایا تھا، اور اس کے زمانے میں نصاریٰ کا دین ظاہر ہو چکا تھا، جالینوس نے اپنی کتاب "جوامع کتاب افلاطون" میں شہروں کی سیاست کے بارے میں نصاریٰ کا تذکرہ کیا ہے، چنانچہ اس نے کہا ہے، عام لوگوں کو برہانی (دلیل والے) اقوال کا طرز سمجھنا ممکن نہیں ہے اور اسی وجہ سے لوگ ایسے اشاروں کے محتاج ہوتے ہیں جن سے وہ فائدہ اٹھائیں (یعنی جالینوس اشاروں سے آخرت میں ثواب وعذاب کی خبروں کو مراد لیتا ہے) اسی وجہ سے آج ہم ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو نصاریٰ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنا ایمان دلیلوں سے حاصل کیا ہے، اور ان سے ان لوگوں کے افعال کی طرح افعال ظاہر ہوتے ہیں جو واقعی میں فلسفی ہیں، وہ یہ ہے (یعنی ان کاموں کی تفصیل یہ ہے) کہ ان کا موت سے نہ گھبرانا ایسا معاملہ ہے جس کو ہم اپنی معیبت سمجھتے ہیں، ایسے ہی (ان کے کاموں میں سے) ان کا پاکدامن ہونا بھی ہے، اس لیے کہ ان میں سے کچھ مرد اور عورتیں ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنی پوری زندگی گناہوں سے باز رہ کر گزاری ہے، اور ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں تدبیر کے ذریعہ اپنے نفس پر قابو رکھنے اور ان کی انصاف کرنے کی زیادہ خواہش اس انتہا کو پہنچ گئی ہے کہ وہ ان سے (قابلیت کے اعتبار سے) کم نہیں ہیں جو حقیقت میں فلسفی ہیں، جالینوس کی بات پوری ہوئی۔ (ابو الفداء)

محمد بن زیات کا واقعہ

(۲۹۰)ترجمہ:۔ بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن عبد الملک زیات (تیل فروش) نے لوہے کا ایک تنور تیار کیا اور اس کے اندر لوہے کی کیلیں نصب کیں تاکہ وہ جس کو سزا دینا چاہے (اس میں) سزا دے سکے، (مگر اتفاق ایسا ہوا کہ) پہلا وہ شخص جو اس میں گرا یہی (محمد بن عبد الملک زیات) تھا، اور (اس وقت) اس سے کہا گیا، کہ اس چیز کا مزہ چکھو جو تم نے دوسرے لوگوں کو چکھانے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ (ابن طقطقی)

ابو رغال کے ظلم کا واقعہ

(۲۹۱)ترجمہ:۔ ابو رغال طائف کا بادشاہ تھا، وہ اپنی رعایا پر ظلم کرتا تھا، چنانچہ اس کا گزر ایک ایسی عورت کے پاس سے ہوا جو ایک یتیم بچہ کو اپنی بکری کا دودھ پلا رہی تھی، تو اس نے اس بکری کو اس عورت سے لے لیا، حالانکہ وہ قحط کا زمانہ تھا، تو بچہ بغیر دودھ پلانے والی (بکری) کے ہو گیا، اس لیے وہ مر گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ابو رغال پر ایک ہلاک کرنے والی سخت مصیبت ڈال دی جس نے اسے ہلاک کر دیا، (جب وہ مر گیا) تو اہل عرب نے اس کی قبر کو سنگسار کر دیا، اور وہ (یعنی قبر) مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ (اصبہانی)

ملک چین میں ظلم کی شکایت کرنے والوں کا بیان

(۲۹۲)ترجمہ:۔ ملک چین کے شہروں میں سے ہر شہر میں ایک چیز ہوتی ہے جسے "دار" کہا جاتا ہے، اور وہ ایک گھنٹی ہے جو اس شہر کے حاکم کے سر کے اوپر لٹکی رہتی ہے، اور ایسے دھاگے سے بندھی ہوئی ہوتی ہے جو عام لوگوں کے لیے شاہراہ عام سے گزرتی ہے، حاکم اور اس (دھاگے) کے درمیان تقریباً ایک فرسخ (تین میل یا تقریباً آٹھ کلو میٹر) کا فاصلہ ہوتا ہے، پھر جب اس دراز کیے ہوئے دھاگے کو تھوڑی سی بھی حرکت دی جائے تو وہ گھنٹی بجنے لگتی ہے، چنانچہ جس پر ظلم ہوا کرتا ہے وہ اس دھاگے کو کھینچتا ہے جس کی وجہ سے وہ

گھنٹی جو حاکم کے سر کے اوپر لٹکتی ہے بجنے لگتی ہے، اس پر اس کو اندر آنے کی اجازت دی جاتی تاکہ وہ اپنا حال خود بیان کرے اور اپنے اوپر ظلم کی وضاحت کرے ملک چین میں تمام شہر اسی کی طرح ہیں۔(یعنی ان شہروں میں بھی یہ سہولت میسر ہے)۔(سلسلۃ التواریخ)

نظام الملک اور غریب استاذ کا واقعہ

(۲۴۳) ترجمہ:۔ بادشاہ نظام الملک کے پاس جب بڑے بڑے امیر حضرات تشریف لاتے تو وہ ان (کی تعظیم) کے لیے کھڑا ہو جاتا اور (کھڑا ہونے کے بعد) اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا، اور نظام الملک کے ایک غریب استاذ تھے، جب وہ اس کے پاس تشریف لاتے تو وہ ان (کی تعظیم) کے لیے کھڑا ہو جاتا اور ان کو اپنی نشست گاہ پر بٹھاتا، اور خود ان کے سامنے بیٹھتا، چنانچہ اس کے تعلق سے اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا، کہ وہ (یعنی میرے استاذ کے علاوہ باقی علما حضرات) لوگ جب میرے پاس تشریف لاتے ہیں تو وہ میری وہ خوبی بیان کرتے ہیں جو مجھ میں نہیں ہے، تو ان لوگوں کا کلام میرے اندر غرور اور تکبر کو زیادہ کرتا ہے، اور یہ حضرت (یعنی میرے استاذ) میرے عیبوں کو مجھ سے بیان کرتے ہیں اور اس ظلم و زیادتی کو بیان کرتے ہیں جو میری طرف سے ہوئی ہے، اسی وجہ سے میرے اندر عاجزی پیدا ہوتی ہے، چنانچہ میں بہت سی خامیوں سے باز آجاتا ہوں جو مجھ سے ہو رہی ہیں۔(ابوالفرج)

قیس بن سعد اور دیہاتی کا واقعہ

(۲۴۴) ترجمہ:۔ قیس بن سعد سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے کبھی اپنے سے زیادہ سخی کسی آدمی کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، (اور واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ) ہم جنگل میں ایک عورت کے مہمان بنے، اتنے میں عورت کا شوہر حاضر ہوا تو اس عورت نے کہا، کہ آپ کے پاس دو مہمان تشریف لائے ہیں، چنانچہ وہ ایک اونٹنی لایا اور اسے ذبح کر دیا اور بولا، آپ لوگ اپنی اسی حالت پر رہیں (یعنی آپ مہمان بنے رہیں اور میں ضیافت کرتا رہوں گا) پھر جب دوسرا دن آیا تو دوسری اونٹنی لایا اور اسے ذبح کر دیا اور کہا، آپ لوگ اسی حالت پر بر قرار

رہیں، اس پر میں نے کہا: آپ نے وہ اونٹنی جو کل ذبح کی تھی ابھی ہم اس کا کچھ حصہ ہی کھا پائے ہیں (اس لیے دوسری اونٹنی ذبح کرنے کی ضرورت نہ تھی) اس نے کہا، میں اپنے مہمانوں کو باسی کھانا نہیں کھلاتا ہوں، چنانچہ ہم اس کے پاس کئی دن ٹھہرے اس حال میں کہ بارش ہو رہی تھی، اور وہ ایسا ہی کرتا رہا (یعنی ہمارے لیے اچھی طرح کھانا بناتا رہا) پھر جب ہم نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے گھر میں سو دینار رکھ دیے اور اس کی عورت سے کہا کہ ہماری طرف سے اپنے شوہر سے معذرت پیش کرنا، اور ہم چل دیے، پھر جب دن چڑھا تو اچانک ایک آدمی ہمارے پیچھے چیخ رہا ہے کہ اے کمینے مسافرو! ٹھہرو، تم نے ہمیں ضیافت کی قیمت دی ہے، اسے لے لو ورنہ میں تمہیں اپنے نیزے سے مار دوں گا، چنانچہ ہم نے اسے لے لیا تو وہ واپس ہوا۔ (طرطوشی)

ماردین کے قلعہ کا واقعہ

(۲۹۵) ترجمہ: قزوینی نے کہا ہے کہ وہ (ماردین کا قلعہ) ایک مشہور قلعہ ہے جو جزیرے میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے، روئے زمین پر اس سے خوب صورت اور مضبوط کوئی بڑا قلعہ نہیں ہے، اور یہ قلعہ "دنیسر، دارا اور نصیبین" کے سامنے ہے، اس کے سامنے ایک بڑی آبادی ہے جس میں بازار، ہوٹل، مدرسے اور سرائے ہیں، جن کی بناوٹ عجیب ہے کسی شہر میں اس کی نظیر نہیں ہے، اور وہ اس لیے ہے کہ ان کے گھر سنگار دان کی طرح ہیں، ہر گھر دوسرے کے اوپر ہے، اور ان کے پینے کا بڑا حصہ ان پانی کے حوضوں سے ہوتا ہے جو ان کے گھروں میں تیار کیے جاتے ہیں، کسی ہوشیار شاعر نے کہا ہے:

(۱)-قلعہ ماردین میں میرے لیے ایسی امن وامان حاصل کرنے والی چیز ہے "اللہ تعالی اس کی حفاظت فرمائے" کہ اگر ضرورت نہ ہو تو میں خود اس سے جدا نہ ہوں۔

سوڈان کے بادشاہوں کے مرنے کا واقعہ

(۲۹۶)ترجمہ:۔ ملک سوڈان میں جب کوئی بادشاہ مرجاتا تو اس کے لیے ساکھو کی لکڑی سے ایک بڑا گنبد بناتے اور اسے اس کی قبر کی جگہ میں رکھ دیتے، پھر اس کو مختصر بچھونا اور فرش والے تخت پر رکھ دیتے پھر مردے کو اس گنبد میں رکھ دیتے، اور اس کے ساتھ اس کے زیور، ہتھیار اور وہ برتن رکھ دیتے جس میں وہ کھاتا پیتا تھا، اور اس گنبد میں کھانے پینے کی چیزیں بھی رکھ دیتے اور اسی مردے کے ساتھ ان لوگوں کو بھی داخل کر دیتے تھے، جو (زندگی میں) اس کے کھلانے اور پلانے کی خدمت پر مامور تھے، اور ان کو داخل کر کے گنبد کا دروازہ بند کر دیتے، اور گنبد کے اوپر چٹائیاں اور سامان رکھ دیتے تھے، پھر لوگ جمع ہوتے اور گنبد پر مٹی ڈالتے یہاں تک کہ وہ زبردست پہاڑ کی طرح ہو جاتا، پھر وہ لوگ اس کے اردگرد خندق کھودتے تاکہ اس ٹیلہ تک صرف ایک ہی راستہ سے پہنچا جا سکے اور (ان کا یہ بھی اصول ہے کہ) یہ لوگ اپنے مردوں کے لیے جانوروں کی قربانی پیش کرتے ہیں۔ (ابن عبد العزیز بکری)

خلیفہ امین کی رائے کی کمزوری کا واقعہ

(۲۹۷)ترجمہ:۔ وہ واقعہ جو خلیفہ امین کی کوتاہی اور نادانی کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے یہ ہے کہ اس نے اپنے بھائی (مامون) سے جنگ کرنے کے لیے اپنے باپ کے ساتھیوں میں سے ایک آدمی کو بھیجا جس کو علی بن عیسٰی بن ماہان کہا جاتا تھا، اور اس کے ساتھ پچاس ہزار کا لشکر روانہ کیا، اور یہ پہلا لشکر تھا جو اس نے اپنے بھائی کی طرف بھیجا تھا، چنانچہ علی بن عیسٰی بن ماہان اس زبردست لشکر کو لے کر چلا، اور علی حکومت کے سرداروں میں سے ایک اہم اور بارعب شخص تھا، چنانچہ طاہر بن حسین (جو مامون کی فوج کے ایک حصہ کا کمانڈر تھا) سے شہر "رے" کے باہر مقابلہ ہو گیا، اور طاہر کی فوج تقریباً چار ہزار گھوڑسواروں کی تھی، (پیدل فوج اس کے علاوہ تھی) اب دونوں فوجوں میں زبردست لڑائی ہوئی جس میں طاہر

فتحیاب ہوا اور علی بن عیسیٰ قتل کر دیا گیا طاہر نے اس کا سر مامون کے پاس بھیجا اور اس کو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا "اما بعد تو یہ میرا خط ہے امیر المؤمنین کی بارگاہ میں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے" اس حال میں کہ علی بن عیسیٰ کا سر میرے سامنے ہے، اور اس کی انگوٹھی میرے ہاتھ میں ہے، اور اس کی فوج میرے تابع فرمان ہے، "والسلام" اس نے خط ڈاک سے بھیجا تھا تو وہ مامون کو تین دن میں مل گیا، حالانکہ ان دونوں کے درمیان دو سو پچاس فرسخ (تقریباً چھ سو نوے کلو میٹر) کا فاصلہ تھا، پھر علی بن موسیٰ کی خبر امین کے پاس پہنچی اس حال میں کہ وہ مچھلی کا شکار کر رہا تھا، اس پر امین نے خبر دینے والے شخص سے کہا، مجھے چھوڑ دو، (مچھلی کا شکار کرنے دو) اس لیے کہ کوثر نے دو مچھلیوں کا شکار کر لیا ہے، اور میں نے اب تک کوئی شکار بھی نہیں کیا ہے اور کوثر امین کا خادم تھا، اور وہ کوثر سے محبت کرتا تھا۔ (فخری)

ملک سراندیپ کے بادشاہوں کی موت کا واقعہ

(۲۹۸) ترجمہ:۔ ملک سراندیپ میں جب کوئی بادشاہ مر جاتا تو اسے ایسی گاڑی پر منتقل کر دیا جاتا جو زمین سے قریب ہوتی اور اسے گاڑی کے پچھلے حصہ میں پیٹھ کے بل چت لٹا کر اس طرح لٹکا دیا جاتا کہ اس کے سر کے بال زمین پر گھسٹتے اس حال میں کہ ایک عورت جس کے ہاتھ میں جھاڑو ہوتی وہ مردہ بادشاہ کے سر پے مٹی ڈالتی رہتی اور پکارتی رہتی کہ اے لوگو! یہ کل تمہارا بادشاہ تھا، تم پر حکومت کرتا تھا، اور اس کا حکم تم پر نافذ تھا، اور اب یہ ایسی حالت میں ہو گیا ہے جو تم دیکھ رہے ہو، یعنی دنیا چھوڑ چکا ہے، اور اس کی روح ملک الموت قبض کر چکے ہیں، اس لیے تم لوگ اس کے بعد دنیاوی زندگی سے دھوکا مت کھاؤ، اور اس طرح کی دوسری باتوں کا سلسلہ تین دن تک جاری رہتا، پھر اس کے لیے صندل (ایک خوشبو دار لکڑی کا نام ہے) کافور اور زعفران تیار کیا جاتا اور اس سے مردہ کو جلا دیا جاتا، پھر اس کی راکھ ہوا میں پھینک دی جاتی، اور ہندوستان کے لوگ اپنے مردوں کو آگ میں جلاتے ہیں

،اور سرانديپ آخری جزيرہ ہے،اور يہ ملکِ ہندوستان کا ايک حصہ ہے،کبھی کبھی جب بادشاہ کو جلايا جاتا تو ان کی عورتيں بھی آگ ميں داخل ہو جاتيں اور اس کے ساتھ جل جاتيں۔

چينيوں کی مہارت کا واقعہ

(۲۹۹)ترجمہ:۔ چين کے لوگ اللہ کی مخلوق ميں ہاتھ کے ذريعہ نقش و نگار ،کاريگری اور ہر کام ميں سب سے زيادہ مہارت رکھتے ہيں ،باقی دوسری قوموں اور لوگوں ميں سے کوئی اس (نقاشی) ميں ان سے آگے نہيں بڑھ سکتا ہے،ان ميں سے ايک آدمی اپنے ہاتھ سے کچھ ايسا بناتا جس کے متعلق اس کا اندازہ ہوتا کہ دوسرا آدمی اس کے بنانے سے عاجز رہے گا،پھر وہ اسے لے کر بادشاہ کے دروازے پر جاتا تاکہ وہ اپنی انوکھی چيز کی ايجاد پر انعام طلب کرے،چنانچہ بادشاہ اسے اس وقت سے لے کر ايک سال تک اپنے دروازے پر لگانے کا حکم ديتا،پھر اگر کوئی شخص اس ميں عيب نہ نکالے تو وہ اس کو انعام ديتا،اور اس (تصوير)کو اپنے کاريگروں کی جماعت کے مجموعہ ميں شامل کر ليتا اور اگر اس ميں کوئی عيب نکل جاتا تو وہ اس کو پھکوا ديتا،اور اسے انعام بھی نہيں ديتا،(ايک مرتبہ)انھيں ميں سے ايک آدمی نے ايک ايسی بالی کی تصوير بنائی جس پر ريشم کے کپڑے کی چڑيا بنی ہوئی تھی ،اس کی طرف ديکھنے والا کوئی بھی شک نہيں کرتا کہ يہ بالی نہيں ہے،اور اس پر چڑيا بيٹھی ہوئی نہيں ہے،چناں چہ يہ ايک زمانے تک نمائش پر لگی رہی پھر (ايک دن)اس کے پاس سے ايک کبڑا آدمی گزرا تو اس نے اسے عيب دار بتايا چناں چہ اسے اس ملک کے بادشاہ کی بارگاہ ميں پيش کيا گيا اور اس کے بنانے والے کو بھی پيش کيا گيا،اب اس کبڑے آدمی سے عيب کے بارے ميں دريافت کيا گيا،اس پر اس نے کہا:تمام لوگوں کے نزديک يہ بات مسلم ہے کہ جو چڑيا کسی بالی پر بيٹھے گی تو وہ اس کو جھکا دے گی،اور اس تصوير بنانے والے نے بالی کی تصوير کھڑی بنائی ہے جس ميں کچھ بھی جھکاؤ نہيں ہے اور چڑيا کو اس کے اوپر سيدھا کھڑا کر ديا ہے،يہ اس تصوير بنانے والے نے

غلطی کی ہے چناں چہ اس کی تصدیق کی گئی اور بادشاہ نے اس کے بنانے والے کو کوئی انعام نہیں دیا۔ (سلسلۃ التواریخ)

(۳۰۰)۔ اس واقعہ کو ابن بطوطہ نے بیان کیا ہے، اس نے کہا کہ چین والے لوگ صنعت وحرفت کے کام کو اچھے طریقے پر کرنے میں دوسرے لوگوں سے بڑھ کر ہیں، اور اس میں وہ کافی مہارت رکھتے ہیں، اور ان کی یہ صفت مشہور ہے جسے لوگوں نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، اور ان لوگوں نے اس میں حد سے زیادہ تعریف کی ہے، رہا تصویر سازی کا معاملہ تو اس کام کو ٹھیک طور پر انجام دینے میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے، اور ان لوگوں کو اس میں زبردست قدرت حاصل ہے، اور اس (تصویر سازی) کے بارے میں وہ عجیب وغریب چیز جس کا میں نے ان کے یہاں مشاہدہ کیا ہے، یہ ہے کہ جب کبھی میں ان کے شہروں میں سے کسی شہر میں داخل ہوا تو پھر دوبارہ اس شہر میں واپس آیا تو یہی دیکھا کہ میری اور میرے ساتھیوں کی تصویریں دیواروں میں نقش کی ہوئی ہیں، اور کاغذوں میں نقش کی ہوئی بازاروں میں رکھی ہوئی ہیں، (اسی طرح کا ایک واقعہ اور ہے کہ) بادشاہ کے شہر میں داخل ہوا تو میرا گزر نقش ونگار بنانے والوں کے بازار سے ہوا، اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ شاہی محل تک جا پہنچا اس حال میں کہ ہم سب عراقی لباس میں تھے، پھر جب شام کو محل سے واپس لوٹا تو اسی مذکورہ بازار سے گزرا، چناں چہ میں نے دیکھا کہ میری اور میرے ساتھیوں کی تصویریں کاغذ میں نقش کی ہوئی ہیں، جن کو لوگوں نے دیواروں پر چپکا دیا ہے، اس پر ہم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی تصویر دیکھنے لگا، اور اس تصویر میں سے ہم کسی چیز کو غلط نہیں ٹھہرا سکے۔ اور مجھ سے بیان کیا گیا کہ بادشاہ نے انھیں (اس تصویر بنانے) کا حکم دیا تھا، اور وہ لوگ شاہی محل میں آئے اور ہم اسی جگہ تھے، تو وہ لوگ ہمیں دیکھنے لگے اور ہماری تصویریں بنانے لگے، اور ہم اس کو جان نہ سکے، اور یہی ان کی عادت ہے ہر اس شخص کی تصویر بنانے میں جو ان کے پاس سے گزرے، (یعنی جو شخص بھی ان کے پاس سے گزرتا ہے تو اس کی تصویر بنا دیتے ہیں اور

اس کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے) اور اس بارے میں ان کا حال اس درجہ کو پہنچ گیا ہے کہ کوئی پردیسی اگر ایسی حرکت کرے جس کی وجہ سے اس کے لیے ان کے یہاں سے بھاگ جانا ضروری ہو (اور وہ اپنے شہر چلا جائے) تو یہ لوگ اس کی تصویر اس کے شہر روانہ کر دیتے اور اس تصویر کو لے کر اس کی تلاش کی جاتی، پھر جہاں اس تصویر کا ہم شکل مل جاتا تو اس کو گرفتار کر لیا جاتا۔ (ابن بطوطہ)

بادشاہ نور الدین کے انصاف کا واقعہ

(۳۰۱) ترجمہ: ۔بادشاہ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت سے اچھی عادت کسی دوسرے بادشاہ کی نہ تھی اور انصاف کے لیے ان سے بڑھ کر حقیقت کو معلوم کرنے والا کوئی شخص نہ تھا، اور اپنے خاص معاملہ میں جو کھاتے، پہنتے اور خرچ کرتے تو وہ اسی جائداد سے تھا جو ان کی تھی جس کو انھوں نے اپنے مالِ غنیمت کے حصہ سے خرید لیا تھا، (ایک مرتبہ) ان سے ان کی بیوی نے غربت کی شکایت کی، اس پر نور الدین زنگی نے حمص کی تین دکانیں جو خود ان کی تھیں بیوی کو دیدیں، جن سے سالانہ تقریباً بیس ہزار دینار حاصل ہوتے تھے، پھر جب بیوی نے اسے بھی تھوڑا سمجھا، تو نور الدین زنگی نے فرمایا کہ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اور جو کچھ میرے پاس ہے اس میں میں مسلمانوں کا خازن ہوں، جس میں آپ کی خیانت نہیں کروں گا، اور نہ تمھاری وجہ سے جہنم کی آگ میں داخل ہوں گا۔

(ابو الفرج)

شیخ ابو عبد اللہ اور ہاتھیوں کا واقعہ

(۳۰۲) ترجمہ: ۔بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ ابو عبد اللہ بن خفیف نے ایک مرتبہ سر اندیپ کے پہاڑ کے سفر کا ارادہ کیا، اور ان کے ساتھ تقریباً تیس فقیر تھے، چناں چہ پہاڑ کے راستہ میں جہاں کوئی آبادی نہ تھی، ان لوگوں کو بھوک لگ گئی، اور یہ لوگ راستہ سے بھٹک گئے، ان لوگوں نے شیخ سے درخواست کی کہ وہ انھیں ایک چھوٹا سا ہاتھی پکڑنے کی اجازت

دیں، اور اس جگہ میں ہاتھی بہت زیادہ تھے اور اس جگہ سے ہندوستانی بادشاہ کی بارگاہ میں لائے جاتے تھے، شیخ نے انہیں (ہاتھی پکڑنے) سے منع کیا، جب ان پر بھوک غالب ہوئی تو انھوں نے شیخ کے قول کی خلاف ورزی کی، اور ان میں سے ایک چھوٹا ہاتھی پکڑ لیا اور اسے ذبح کیا، اور اس کا گوشت کھایا، (لیکن) شیخ نے اس کے کھانے سے انکار کیا، پھر جب یہ لوگ اس رات سوئے، تو ہر طرف سے ہاتھی اکٹھا ہوئے اور ان کے پاس آئے، تو وہ ان میں سے ایک ایک آدمی کو سونگھتے تھے اور اسے مار ڈالتے تھے یہاں تک کہ ان سب کو مار ڈالا، (لیکن) ہاتھیوں نے شیخ کو سونگھا تو انھیں کوئی تکلیف نہ دی، اور ان میں سے ایک ہاتھی نے شیخ کو پکڑا، ان پر اپنا سونڈ لپیٹا اور اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا، اور ان کو اس جگہ لایا جہاں آبادی تھی، چناں چہ جب شیخ کو اس طرف کے لوگوں نے دیکھا تو اس واقعہ سے حیرت میں پڑ گئے، اور انھوں نے شیخ کا استقبال کیا، تاکہ ان کے معاملہ کو جان لیں، پھر جب شیخ ان لوگوں سے قریب ہو گئے، تو ہاتھی نے ان کو اپنی سونڈ سے پکڑا اور اپنی پیٹھ سے زمین پر اتار دیا، جہاں لوگ ان کو دیکھ لیں، تو لوگ ان کے پاس آئے اور ان کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے، لوگوں نے شیخ کے واقعہ سے بادشاہ کو واقف کرایا، (حالاں کہ) یہ سب کافر تھے، اور شیخ ان کے پاس کچھ دنوں تک ٹھہرے۔ (ابن بطوطہ)

خلیفہ منصور کی موت کا واقعہ

(۳۰۳) ترجمہ:۔ فضل بن ربیع نے خبر دی اس نے کہا کہ میں خلیفہ منصور کے ساتھ اس سفر میں تھا جس میں اس کی موت ہوئی، ہم ایک مقام پر اترے، تو اپنے قبہ (گنبد) میں رہتے ہوئے اس نے مجھے دیوار کے پاس بلایا، اور کہا کہ کیا میں نے تمھیں عام لوگوں کو بلانے سے منع نہیں کیا تھا جو ان گھروں میں داخل ہوں تو ان میں وہ باتیں لکھ دیں جن میں کوئی بھلائی نہ ہو، میں نے کہا، اور وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: کیا تم دیوار پر لکھی ہوئی تحریر کو نہیں دیکھتے

(۱)- اے ابو جعفر! تیری موت کا وقت قریب ہو چکا ہے اور تیری زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں اور اللہ کا حکم ضرور واقع ہوگا۔ (۲) اے ابو جعفر! کیا کوئی کاہن یا نجومی اللہ کے فیصلہ کو لوٹا دے گا یا تم جاہل ہو۔

اس پر میں نے کہا: اللہ کی قسم دیوار پر تو کوئی تحریر نہیں ہے، وہ تو بالکل صاف ستھری سفید ہے، اس نے کہا، بلاشبہ وہی لکھا ہوا ہے، خدا کی قسم، میری جان (مجھے دنیا سے) کوچ کرنے کی خبر دے چکی ہے، اب ہم (اس جگہ سے) روانہ ہوئے اور وہ (اسی جگہ) سخت بیمار ہو گیا یہاں تک کہ وہ بئر میمون (ایک کنوئیں کا نام) تک پہنچا، اس پر میں نے اس سے کہا، کہ آپ حرم (کے حدود) میں داخل ہو گئے ہیں، (یہ سن کر) اس نے الحمد للہ کہا، اور اسی دن انتقال کر گیا، (راوی کا بیان ہے) جب اس کی موت کا وقت قریب ہوا، تو کہا، بادشاہ (تو حقیقت میں) وہی ہے جو نہ مرے۔ (شریشی)

یحیٰ بن خالد اور نگینہ کا واقعہ

(۳۰۴) ترجمہ: یحیٰ بن خالد بن برمک سے کہا گیا کہ اے وزیر! ہمیں وہ اچھا واقعہ بتائیے جو آپ نے اپنی خوش بختی کے زمانے میں دیکھا ہو، وزیر نے کہا، ایک دن میں تفریح کے ارادہ سے ایک کشتی میں سوار ہوا، جب چڑھنے کے لیے میں نے اپنا پیر نکالا تو اس کے تختوں میں سے ایک تختے پر ٹیک لگایا، اور میری انگلی میں ایک انگوٹھی تھی، جس کا نگینہ میرے ہاتھ سے گر گیا، اور وہ (نگینہ) سرخ یاقوت کا تھا، جس کی قیمت ایک ہزار مثقال سونا تھی، چناں چہ اس سے میں نے بدفالی لی، پھر میں اپنے گھر لوٹ آیا، (جب گھر پہنچا) تو باورچی بعینہ وہی نگینہ لے کر آیا، اور کہا، اے وزیر! میں نے یہ نگینہ ایک مچھلی کے پیٹ میں پایا ہے، اور وہ اس طرح کہ میں نے باورچی خانہ کے لیے مچھلیاں خریدیں، پھر ان کا پیٹ چاک کیا، تو اس نگینہ کو دیکھا، اس پر میں نے سوچا کہ یہ تو عزت مآب وزیر صاحب ہی کے لائق ہے، (وزیر کا بیان

ہے) کہ اس پر میں نے کہا، الحمد للہ یہ مقصد کا پالینا ہے (یعنی اللہ کا شکر ہے کہ میرا کھویا ہوا قیمتی نگینہ مجھے مل گیا اور اس طرح میں نے اپنے مقصد کو پالیا)۔

عزت کے بعد ذلت کا بیان

(۳۰۵) ترجمہ:۔ بجی سے کہا گیا کہ وہ پریشانیاں جو آپ کو درپیش ہوئیں ان میں سے کسی کے بارے میں ہمیں خبر دیجیے۔ اس نے کہا، باورچی کی ہانڈی میں گوشت دیکھ کر میں نے (کھانے کی) خواہش کی، جبکہ میں جنگل میں تھا، چناں چہ میں نے اپنی خواہش کو پورا کرنے کی خاطر ہزار دینار قرض لیے، یہاں تک کہ میرے پاس ہانڈی اور کٹا ہوا گوشت ایک ایرانی برتن میں لایا گیا، سرکہ اور گوشت کی باقی ضروری چیزیں دوسرے برتن میں لائی گئیں، اور میری ضروری چیزوں کو لوگوں نے میرے پاس رکھ دیا، اور میرے پاس آگ لائی گئی، پھر میں نے اسے ہانڈی کے نیچے جلایا، اور پھونک ماری، اس حال میں کہ میری داڑھی زمین پر لٹک رہی تھی، یہاں تک کہ قریب تھا کہ میری جان نکل جائے، پھر جب وہ چیزیں (جو ہانڈی میں تھیں) پک گئیں، تو میں نے اسے ابلتے اور جوش مارتے ہوئے چھوڑ دیا، اور روٹی توڑی، اور اسے اتارنے کا ارادہ کیا، تو وہ میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور ہانڈی زمین پر گر کر ٹوٹ گئی، تو میں زمین سے گوشت کو اٹھاتا رہا اور اس سے مٹی صاف کرتا رہا اور اسے کھاتا رہا، اور سارا شوربا بہہ گیا جس کی میں نے خواہش کی تھی، یہ سب سے بڑی پریشانی تھی جو مجھ پر گزری۔

مقرر اور شاگرد کا واقعہ

(۳۰۶) ترجمہ:۔ جزیرۂ سسلی میں ارشیلو خوس "غراب" لقب کا خطیب مشہور تھا، اس کی خطابت سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے طلبہ اس کے پاس آتے تھے، اس کے پاس جانے والوں میں ایک یونانی نوجوان بھی تھا، جسے "تیسیاس" کہا جاتا ہے، تیسیاس نے معلم سے اس فن کو سیکھنے کی خواہش کی، اور اس نے ارشیلو خوس سے تعلیم دینے کے لیے ایک متعین رقم دینے کا ذمہ لیا، ارشیلو خوس نے اس (تیسیاس کی درخواست) کو اس کی

خواہش کی وجہ سے قبول کر لیا، اور اس کو تعلیم دی، پھر جب وہ خطابت میں ماہر ہو گیا، تو استاذ کے ساتھ دھوکا کرنے کی کوشش کی، اور اسے دھوکا دینے کا ارادہ کیا، (اس وقت اسے)وہ بات پیش ہوئی جس نے اسے استاذ کے موافق کر دیا، چناں چہ اس نے استاذ سے کہا، اے استاذ! خطابت کی تعریف کیا ہے؟ استاذ نے جواب دیا، کہ خطابت وہ ہے جو (مخاطب کو)منوانے کا فائدہ دے، (یعنی خطیب اپنی خطابت سے مخاطب کو مطمئن کر دے تو وہ خطابت ہے ورنہ نہیں)شاگرد نے کہا، کہ اب میں آپ سے اجرت (یعنی تعلیم کے عوض جو مالِ متعین دینے کا وعدہ کیا ہے) کے متعلق مناظرہ کروں گا، پھر اگر میں نے آپ کو قائل کر دیا کہ مجھے مالِ متعین آپ کو نہیں دینا ہے تو میں اسے نہیں دوں گا، اس لیے کہ میں آپ سے اس (مال متعین نہ دینے کی بات)کو منوا چکا ہوں گا، اور اگر میں اس پر قادر نہ ہوا (یعنی آپ کو مطمئن نہ کر سکا) تب بھی میں آپ کو کچھ نہیں دوں گا، اس لیے کہ میں نے آپ سے خطابت سیکھی ہی نہیں جو بات منوانے کا فائدہ دیتی ہے، (کیوں کہ خطابت وہی ہے جس سے مخاطب مطمئن ہو جائے اور جب میں آپ کو مطمئن نہ کر سکا تو گویا میں نے آپ سے خطابت سیکھی ہی نہیں)اس پر استاذ نے شاگرد کو جواب دیا، اور کہا میں بھی تم سے مناظرہ کروں گا، پھر اگر میں تم سے اس بات کو منوا لوں گا کہ مجھے تم سے اپنا حق حاصل کرنا ضروری ہے تو میں اس (حق) کو تم سے لے لوں گا، اس لیے کہ میں حق اس سے لوں گا جو حق دینے پر قائل ہو چکا ہو گا، (یعنی تم کو حق دینے پر قائل کر چکا ہوں گا اس لیے میں تم سے حق لوں گا) اور اگر میں تم کو مطمئن نہ کر سکا تب بھی تم سے مالِ متعین حاصل کرنا ضروری ہو گا، اس لیے کہ میں نے ایسا شاگرد بنایا ہے جو اپنے استاذ پر فتح حاصل کرتا ہے، (اسی واقعہ سے)مثل بیان کی جانے لگی (اور اہل عرب میں یہ خوب مشہور ہوئی) "خراب کوے کا خراب انڈا" (ارخیلو خوس کا لقب غراب تھا جس کا معنی کوے کے ہیں، یعنی جیسا استاذ ویسا شاگرد)۔ (ابو الفرج)

بصرہ کی مسجد کی حالت اور اس کے خطیب کا واقعہ

(۳۰۷)ترجمہ:۔ بصرہ کی مسجد تمام مسجدوں سے زیادہ خوب صورت اور اس کا صحن انتہائی کشادہ ہے، جو ان سرخ سنگریزوں سے بنا ہوا ہے جنھیں "وادی سباع" سے لایا جاتا ہے،(ابن بطوطہ کا بیان ہے) کہ ایک مرتبہ میں اس مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لیے حاضر ہوا، پھر جب خطیب خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہوا اور خطبہ بیان کیا اس نے خطبہ میں بہت ساری واضح غلطیاں کیں، چناں چہ مجھے اس کے معاملہ سے تعجب ہوا، اور اسے قاضی حجت الاسلام سے بیان کیا، اس پر قاضی صاحب نے مجھے بتایا کہ (اس وقت) اس شہر میں کوئی بھی نہیں بچا ہے جسے علم نحو کی کچھ معلومات ہو، اور یہ عبرت ہے اس شخص کے لیے جو شہر بصرہ میں غور وفکر کرے، پاک ہے وہ ذات جو چیزوں کو بدلنے والی اور معاملات کو پلٹنے والی ہے، یہ وہی بصرہ ہے جس کے رہنے والوں پر علم نحو کی سرداری ختم ہوئی، اور اسی بصرہ میں اس علم نحو کا اصل اور اس کا فرع ہے، اور اسی بصرہ کے رہنے والوں میں (فن نحو کے) وہ امام (سیبویہ) تھے جن کی (اس فن میں) اولیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، (آج اس بصرہ کا حال یہ ہے کہ) اس کا خطیب اپنی کوشش کے باوجود جمعہ کا خطبہ پورے طور پر نہیں پڑھ رہا ہے۔(ابن بطوطہ)

مامون کے صبر وتحمل کا واقعہ

(۳۰۸)ترجمہ:۔ خلیفہ مامون کا ایک خادم تھا وہ ان برتنوں کو چرا لیتا تھا جن میں وہ پانی پیتے تھے، اس پر مامون نے اس سے کہا، جب تم کسی چیز کو چراؤ تو چرائی ہوئی چیز کو میرے پاس لے آؤ تاکہ میں اسے تم سے خرید لوں، اس پر خادم نے مامون سے کہا، مجھ سے یہ (پیالہ) خرید لو، اور اس پیالہ کی طرف اشارہ کیا جو اس کے سامنے رکھا ہوا تھا، تو خلیفہ

ماسون نے کہا، کتنے میں؟ خادم نے کہا، دودینار میں، ماسون نے کہا، (میں یہ پیالہ خریدوں گا)لیکن اس شرط پر کہ تم اسے (کبھی) نہیں چراؤ گے، خادم نے کہا، ٹھیک ہے ماسون نے اس کو دو دینار دیدیے، چناں چہ خادم نے اس کے بعد کسی چیز کی چوری نہیں کی اس وجہ سے جو اس نے خلیفہ کا صبر وتحمل دیکھا۔(الملیدی)

ان گاڑیوں کا بیان جن پر ملک روم میں سفر کیا جاتا ہے

(۳۰۹)ترجمہ:۔روم والے عجلہ (سامان لادنے کی گاڑی) کو عربہ (سواری گاڑی) کہتے ہیں، اور وہ ایسی گاڑیاں ہیں کہ ان میں سے ایک ایک میں چار بڑی بڑی چرخیاں ہوتی ہیں ،اور ان میں سے کچھ گاڑیاں ایسی ہوتی ہیں جنھیں دو گھوڑے کھینچتے ہیں، اور ان میں سے کچھ ایسی ہوتی ہیں جنھیں اس سے بھی زیادہ گھوڑے کھینچتے ہیں، گاڑی کے وزنی یا ہلکا ہونے میں گاڑی کی حالت کے مطابق اسے گائے اور اونٹ بھی کھینچتے ہیں، اور وہ شخص جو گاڑی کو چلاتا ہے انھیں گھوڑوں میں سے کسی گھوڑے پر سوار ہوتا ہے جو گاڑی کو کھینچتے ہیں، اور اس گھوڑے پر (جس پر وہ سوار ہوتا ہے)زین ہوتی ہے ،اور اس کے ہاتھ میں ایک کوڑا ہوتا ہے، جس کو وہ (گھوڑوں کے) چلنے کے لیے ہلاتا ہے، اور ایک بڑی لکڑی ہوتی ہے جس سے وہ گھوڑوں کو سیدھا کرتا ہے جب وہ راستہ سے ہٹتے ہیں، اور گاڑی پر لکڑی کی کٹی ہوئی شاخوں سے ان میں سے ایک دوسرے کو باریک چمڑے کے تسمے سے باندھ کر گنبد جیسا بنایا جاتا ہے، اور یہ لادنے میں ہلکا ہوتا ہے اور اس پر بچھونا یا کمبل چڑھا دیا جاتا ہے، اور اس میں بہت سے جالی دار طاق ہوتے ہیں، اور وہ آدمی جو اس کے اندر ہوتا ہے باہر کے لوگوں کو دیکھتا ہے اور باہر کے لوگ اس کو نہیں دیکھتے ہیں، اور وہ اس میں جس طرح چاہے کروٹیں لیتا ہے، سوتا ہے، کھاتا ہے، لکھتا ہے اور پڑھتا ہے حالاں کہ وہ اپنے سفر کی حالت میں ہوتا ہے، اور وہ گاڑیاں جو ان میں سے بوجھ اور توشۂ سفر اور کھانے کے سامان ڈھوتی ہیں ان پر گھر جیسا بنا ہوتا ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور اس میں تالا دیا جاتا ہے۔(ابن بطوطہ)۔

حسن بن سہل کی فیاضی کا واقعہ

(۳۱۰)ترجمہ:۔حسن بن سہل خلیفہ مامون کا وزیر تھا، اس کی لڑکی "بوران" سے مامون نے شادی کی ،(شادی کے موقع پر بارات لے کر) مامون اپنے گھر والوں ، اپنے دوستوں ، اپنی فوج اور اپنے افسروں کے ساتھ شہر واسط میں "فم صلح" پر اترا، تو حسن بن سہل نے ان کی مہمانی کے لیے زبردست انتظام کیا، اور کافی مال خرچ کیا، اور اتنے موتی بکھیرے جو کثرت کی حد سے بڑھ گئے، یہاں تک کہ اس نے عنبر سے خربوزے بنائے، اور ان میں سے ہر ایک کے درمیان میں اپنی جائدادوں میں سے کسی جائداد کو لکھ کر ایک کاغذ رکھا، اور اسے (باراتیوں پر) بکھیر دیا، پھر جس کے ہاتھ میں اس میں سے جو خربوزہ پڑا اور اس کو کھولا تو اس میں لکھی ہوئی جائداد اس کو دے دی گئی، اور یہ ایک بڑی دعوت تھی جو کثرت کی حد کو پار کر گئی تھی، یہاں تک کہ مامون نے اس بارے میں اپنے وزیر کو حد اعتدال سے تجاوز کرنے کی طرف منسوب کیا، (یعنی فضول خرچ کہا) لوگوں نے بیان کیا ہے کہ "فم صلح" کی دعوت پر جو اس نے خرچ کیا وہ پانچ کروڑ درہم تھے، اور حسن بن سہل نے مامون (دولہا) کے لیے ایسی چٹائی بچھائی جو سونے کے تاروں سے بنی ہوئی تھی اور اس پر ایک ہزار بڑے بڑے موتی پھیلائے۔(تحری)۔

روم کے بادشاہ اور حاتم طائی کا واقعہ

(۳۱۱)ترجمہ:۔ان تعجب خیز واقعات میں سے جو حاتم طائی کے بارے میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ روم کے بادشاہوں میں سے ایک کو حاتم کی خبریں پہنچیں تو اس نے اسے عجیب سمجھا، اور اسے خبر پہنچی کہ حاتم کے پاس عمدہ گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا ہے جو اسے محبوب ہے، چناں چہ اس نے اپنے ایک دربان کو حاتم کے پاس بھیجا کہ وہ اپنے لیے بطور

ہدیہ اس سے وہی گھوڑا طلب کرے، اور وہ اس سے حاتم کی سخاوت کا امتحان لینا چاہتا تھا، پھر جب دربان قبیلہ طے کے علاقے میں داخل ہوا تو حاتم کا گھر پوچھا یہاں تک کہ وہ حاتم کے پاس پہنچا، اس پر حاتم نے اس کا استقبال کیا، اور اسے خوش آمدید کہا، حالاں کہ حاتم نہیں جانتا تھا کہ یہ روم کے بادشاہ کا دربان ہے، اور اس وقت حاتم کے تمام جانور چراگاہ میں تھے، چناں چہ حاتم اپنے مہمان کی مہمان نوازی کرنے کی وجہ سے وہاں تک نہ جاسکا، (کیوں کہ اس کے اخلاق سے بعید تھا کہ وہ مہمان کو تنہا چھوڑ کر چراگاہ میں جانور لینے کے لیے جائے) اس لیے اس نے وہی گھوڑا (جو اسے محبوب تھا) ذبح کردیا، اور (گوشت پکنے کے لیے) آگ جلادی پھر اپنے مہمان کے پاس آیا کہ اس سے بات کرے، اب اس نے بتایا کہ وہ بادشاہ قیصر کا ایلچی ہے اور وہ حاضر ہوا ہے کہ اس سے گھوڑا عطیہ مانگے، اس بات نے حاتم کو غمگین کردیا، حاتم نے کہا، آپ نے اس سے پہلے مجھے کیوں نہیں بتایا اس لیے کہ میں نے اسی گھوڑے کو تمھاری (ضیافت) کے لیے ذبح کردیا ہے جبکہ اپنے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا جانور نہیں پایا، اس پر ایلچی حاتم کی سخاوت سے متعجب ہوا اور کہا، خدا کی قسم، ہم نے جتنا سنا تھا اس سے زیادہ آپ کو پایا۔ ابن عبدربہ)

ایذج کے بادشاہ نجل کی موت کا واقعہ

(۳۴۴) ترجمہ:۔ (ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ) جب میں شہر ایذج میں داخل ہوا تو بادشاہ کی زیارت کرنی چاہی (لیکن) یہ مجھ پر آسان نہ ہوا (یعنی زیارت نہ کرسکا) اس لیے کہ وہ صرف جمعہ ہی کو نکلتا تھا، اور اس کا ایک بیٹا تھا وہی ولی عہد تھا، اس کے علاوہ اس کا کوئی رشتہ دار نہ تھا، چناں چہ وہ انھیں دنوں میں بیمار ہوگیا، انھیں راتوں میں سے کسی رات میں جب آدھی رات گزری تو ہم نے رونے اور چلانے کی آواز سنی، اور وہ بیمار مذکور مرچکا تھا، جب اگلا دن ہوا تو ایک خانقاہ کے شیخ اور شہر کے لوگ میرے پاس آئے اور بولے کہ شہر کے بڑے بڑے حضرات قاضی، فقیہ، شریف اور امیر بادشاہ کے گھر تعزیت کے لیے گیے ہیں، لہٰذا

آپ کے لیے بھی مناسب ہے کہ ان کے ساتھ جائیں، میں نے اس (جانے) کو ناپسند کیا، اس پر ان لوگوں نے مجھ سے اصرار کیا اس لیے مجھے چلنا ہی پڑا، چناں چہ میں ان کے ساتھ گیا، (جب وہاں پہنچا) تو بادشاہ کا مزین دیوان خانہ غلاموں، شہزادوں، وزیروں اور فوجیوں سے اور مردوں اور بچوں سے بھرا ہوا دیکھا اس حال میں کہ وہ لوگ ٹوپیاں اور جانوروں کی کھالیں پہنے ہوئے ہیں اور اپنے سروں پر مٹی اور بھوسہ ڈالے ہوئے ہیں، ان میں سے بعض اپنی پیشانی کے بال کاٹے ہوئے ہیں، وہ لوگ دو گروہ میں بٹے ہوئے تھے ایک گروہ مزین دیوان خانہ کے اوپری حصہ میں تھا اور دوسرا اس کے نچلے حصہ میں تھا، اور ہر گروہ دوسرے کی طرف آہستہ چلتا، اور وہ سب اپنے ہاتھوں سے سینوں کو کوٹتے یہ کہتے ہوئے "ہائے ہمارے آقا! (اب کون ہماری امداد کرے گا؟)" میں نے اس طرح کا خوف ناک معاملہ اور بڑا منظر دیکھا کہ اس کا حل (ابھی تک) نہیں جانتا ہوں، جب میں اندر گیا تو پورا مزین دیوان خانہ لوگوں سے بھرا ہوا دیکھا، میں نے دائیں اور بائیں نظر ڈالی تاکہ اپنے بیٹھنے کے لیے جگہ تلاش کروں، تو وہاں میں نے دیکھا کہ زمین سے ایک بالشت کی مقدار اونچی ایک چھت ہے اور اس کے ایک گوشہ میں ایک آدمی لوگوں سے الگ تھلگ بیٹھا ہے اس کے بدن پر نمدہ کی شکل کا ایک اونی کپڑا پڑا ہے، جس کو اس ملک میں غریب لوگ بارش، سردی اور سفر کے زمانے میں پہنتے ہیں، چناں چہ میں اس آدمی کی طرف آگے بڑھا تو مجھ سے میرے ساتھی جدا ہو گیے جب ان لوگوں نے اس آدمی کی طرف مجھے بڑھتے ہوئے دیکھا اور مجھ پر تعجب بھی کیا، حالاں کہ میں اس آدمی کی حالت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا، میں چھت پر چڑھ گیا اور اس آدمی کو سلام کیا، اس پر اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور زمین سے اٹھا گویا کہ وہ کھڑا ہونا چاہتا ہو، اور وہ اس کو آدھا قیام کہتے ہیں، اب میں اس آدمی کے مقابل کونے میں بیٹھ گیا، پھر میں نے لوگوں کو دیکھا کہ مجھے گھور رہے ہیں، مجھے ان پر تعجب ہوا، مزید میں نے فقہا مشائخ اور شرفا کو دیکھا کہ وہ سب چھت کے نیچے دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے ہیں (اس وقت

ایک قاضی صاحب نے مجھے اشارہ کیا کہ میں ان کے پاس نیچے اتر آؤں (لیکن) میں نے نہیں کیا، اور اس وقت مجھے احساس ہوا کہ وہی بادشاہ ہے۔ پھر کچھ دیر بعد شیخ المشائخ نورالدین کرمانی تشریف لائے تو وہ اسی چھت پر چڑھے اور اس آدمی کو سلام کیا تو وہ ان (کی تعظیم) کے لیے کھڑا ہو گیا، اور وہ چھت پر میرے اور اس کے درمیان بیٹھ گیے چناں چہ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ یہ آدمی بادشاہ ہی ہے، پھر جنازہ لایا گیا اس حال میں کہ وہ چکوترا اور لیموں اور نارنگی کے درختوں کے درمیان تھا، جن کی شاخیں ان کے پھلوں سے لدی ہوئی تھیں اور درخت لوگوں کے ہاتھ میں تھے، تو گویا جنازہ ایک باغ میں چل رہا تھا اس حال میں جنازے کے آگے آگے لمبے لمبے نیزوں میں قندیلیں اور ایسے ہی موم بتیاں لوگ اٹھائے ہوئے تھے، پھر جنازے کی نماز پڑھی گئی اور لوگ جنازہ کے ساتھ شاہی قبرستان کے لیے گیے، شاہی قبرستان ایسی جگہ ہے جسے "ہلافحان" کہا جاتا ہے جو شہر سے چار میل کے فاصلے پر ہے، اور وہاں (شہر میں) ایک بڑا مدرسہ ہے جس کے بیچ میں ایک نہر اور مدرسے کے اندر ایک مسجد ہے جس میں نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے، مدرسہ سے باہر ایک حمام ہے اور مدرسہ کو ایک بڑا باغ گھیرے ہوئے ہے، مزید اس میں آنے اور جانے والوں کے لیے کھانے کا انتظام کیا گیا ہے، قبرستان تک اس کی دوری کی وجہ سے میں لوگوں کے ساتھ نہ جا سکا اس لیے میں مدرسہ واپس آ گیا۔ (ابن بطوطہ)

نواں باب سفروں کے بیان میں
شہر بلغاریہ کی طرف ابن بطوطہ کا سفر

(۳۳) ترجمہ:۔ ابن بطوطہ نے بیان کیا کہ میں شہر بلغاریہ کے متعلق (عجیب باتیں) سنتا تھا، اس لیے وہاں جانے کا ارادہ کیا تاکہ جو باتیں اس کے متعلق بیان کی گئی ہیں انھیں دیکھوں، یعنی رات کا چھوٹا ہونا اور اس کے خلاف موسم میں دن کا بھی چھوٹا ہونا، شہر بلغاریہ اور ترکوں کے بادشاہ سلطان اوزبک خان کے محلہ کے درمیان دس دن کی مسافت

تھی، چناں چہ میں نے بادشاہ سے ایک ایسے آدمی کی فرمائش کی جو مجھے وہاں تک پہنچا دے، اس پر اس نے میرے ساتھ ایک آدمی کو بھیجا جو مجھے بلغاریہ پہنچائے اور پھر اس کے پاس واپس لائے، میں وہاں رمضان کے مہینے میں پہنچا، تو جب ہم نے مغرب کی نماز پڑھ لی تو کھانا کھایا اور ہمارے کھانا کھانے کے درمیان ہی عشا کی اذان دے دی گئی، چناں چہ ہم نے عشا کی نماز پڑھی اور باقی نمازیں پوری کیں، اس کے بعد ہی طلوع فجر ہو گیا، ایسے ہی وہاں دن بھی چھوٹا ہوتا ہے، موسم چھوٹا ہونے کے وقت میں بلغاریہ میں تین دن ٹھہرا اور میں ارضِ ظلمت و تاریکی (یعنی وہ علاقہ جہاں ہمیشہ تاریکی رہتی ہے) میں جانا چاہتا تھا اور وہاں جانا شہر بلغاریہ سے ہوتا ہے، شہر بلغاریہ اور ارضِ ظلمت کے درمیان چالیس دن کی مسافت ہے، پھر میں تکلیف کی زیادتی اور فائدہ کی کمی کی وجہ سے اس ارادہ سے باز رہا، ارضِ ظلمت تک سفر صرف چھوٹی چھوٹی گاڑیوں ہی میں ہوتا ہے جنھیں بڑے بڑے کتے کھینچتے ہیں، اس لیے کہ اس بے آب گیاہ میدان میں برف ہوتا ہے جس میں نہ آدمی کے قدم ٹھہرتے ہیں نہ جانوروں کے کھر (البتہ) کتوں کے ناخن ہوتے ہیں اس لیے ان کے قدم برف میں ٹھہر جاتے ہیں اور اس جگہ صرف وہی طاقت ور تاجر جاتے ہیں جن کے پاس سو سو یا اس کے مثل گاڑیاں ہوں جن پر ان کے کھانے کی چیزیں اور (جلانے کے لیے) لکڑی لادی گئی ہوں، اس لیے کہ اس جگہ نہ کوئی درخت ہے اور نہ ہی کوئی گاؤں، اس زمین کی طرف رہنمائی کرنے والا وہی کتا ہوتا ہے جو وہاں کئی بار جا چکا ہو، اور اس کتے کی قیمت ہزار دینار یا اسی کے قریب قریب ہوتی ہے، گاڑی اس کتے کی گردن میں باندھی جاتی ہے، نیز اس کے ساتھ تین کتے اور باندھے جاتے ہیں اور وہ کتا آگے ہوتا ہے، اور دوسرے کتے گاڑیاں لیے اس کے پیچھے ہوتے ہیں تو جب وہ رک جاتا ہے تو سارے کتے رک جاتے ہیں، اس بیابان میں مسافروں کے لیے جب چالیس منزلیں پوری ہو جاتی ہیں تو یہ ارضِ ظلمت کے پاس اترتے ہیں اور ان میں سے ہر شخص وہ سامان جو اپنے ساتھ لاتا ہے وہیں چھوڑ دیتا ہے، اور وہ سب اپنی مقررہ منزل تک جاتے ہیں، پھر جب

اگلا دن ہوتا ہے تو اپنے سامانوں کی تلاش میں واپس پلٹتے ہیں (جب لوگ سامان رکھنے کی جگہ پہنچتے ہیں) تو سامان کے بدلے "سمور، سنجاب" اور قاقم (یعنی چوہے اور نیولے کے برابر جانور ہیں) پاتے ہیں، چناں چہ سامان کا مالک ان جانوروں سے جو اپنے سامانوں کے بدلے میں پاتا ہے اگر وہ راضی ہوتا ہے تو اسے لے لیتا ہے اور اگر راضی نہیں ہوتا تو چھوڑ دیتا ہے۔

چین کی طرف ابن بطوطہ کا سفر اور اس کی تھکا دینے والی مشقت کا واقعہ

(۳۱۴) ترجمہ:۔ (ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ) ہندوستان کے بادشاہ کی خواہش ہوئی کہ وہ چین کے بادشاہ کے لیے عمدہ تحفہ بھیجے، چناں چہ بادشاہ نے میرے ساتھ امیر ظہیر الدین زنجانی جو علم والوں میں صاحب کمال تھے اور نوجوان کافور کو متعین کیا، اور کافور ہی کو تحفہ سپرد کیا گیا، نیز بادشاہ نے امیر محمد ہروی کو ایک ہزار فوج دے کر ہمارے ساتھ بھیجا تاکہ وہ ہمیں اس جگہ تک پہنچا دے جہاں سے ہم سمندر میں سوار ہوں، ہمارا سفر ۱۷ر صفر ۷۴۳ھ میں ہوا، اور پہلی مرتبہ ہمارا پڑاؤ تبت کے مقام میں ہوا، تبت سے مقام اوقم کی طرف پھر بیانہ کی طرف سفر کیا، پھر وہاں سے ہم سب شہر کول کی طرف چلے، جب ہم سب وہاں پہنچے تو ہمیں خبر ملی کہ کچھ ہندوستانی کافروں نے شہر جلالی کا محاصرہ اور اسے گھیر لیا ہے، شہر جلالی شہر کول سے سات میل کے فاصلے پر واقع ہے، چناں چہ ہم وہاں گیے اس حال میں کہ کفار وہاں کے لوگوں سے لڑ رہے ہیں اور وہاں کے لوگ ہلاک ہونے کے قریب ہیں، کافروں کو ہمارے متعلق علم نہ ہو سکا یہاں تک کہ ہم نے ان پر اچانک ایک زوردار حملہ کیا، وہ لوگ ایک ہزار گھڑ سوار اور تین ہزار پیادہ پا (پیدل) تھے چناں چہ ہم نے ان میں سے ایک ایک کو قتل کر دیا اور ان کے گھوڑوں اور ان کے ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا، اور ہمارے ساتھیوں میں سے تیئیس سوار اور پچپن پیادہ شہید ہوئے، اور نوجوان کافور ساقی بھی شہید ہو گیا جس کے ہاتھ میں تحفہ سپرد کیا گیا تھا، چناں چہ ہم نے بادشاہ کو اس حادثہ کے متعلق لکھا اور جواب کے انتظار

میں رک گیے، اس درمیان کفار وہیں کے ایک پہاڑ سے اترتے اور شہر جلالی کے اطراف پر حملہ کرتے تھے اور ہمارے ساتھی ہر دن اس طرف کے امیر کے ہمراہ سوار ہو جاتے تاکہ وہ کفار کی مزاحمت کرنے پر اس کی مدد کریں، انھیں دنوں میں ایک دن میں بھی اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ چلا۔

ترجمہ:۔ اور ہم سب ایک باغ میں داخل ہوئے تاکہ اس میں قیلولہ کریں، اور وہ سخت گرمی کا موسم تھا، اتنے میں ہم نے چیخنے چلانے کی آواز سنی، چناں چہ ہم سوار ہوئے اور ان کفار کے نزدیک پہنچ گئے جنھوں نے جلالی کے گاؤں میں سے ایک گاؤں میں حملہ کر دیا تھا، پھر ہم نے ان کا پیچھا کیا تو وہ سب منتشر ہو گیے، اور ان کی تلاش میں ہمارے ساتھی بھی بکھر گئے، اور میں اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ علاحدہ ہو گیا، اتنے میں بہت سارے گھڑ سوار اور پیادے وہیں کی ایک جھاڑی سے نکلے، چناں چہ ان کے زیادہ ہونے کی وجہ سے ہم سب بھاگ نکلے، ان میں سے تقریباً دس لوگوں نے میرا پیچھا کیا، پھر ان میں سے تین کے علاوہ سب رک گئے، اور میرے سامنے ان سے بچنے کا کوئی راستہ نہ رہا، اور وہ زمین بڑی پتھریلی تھی، چناں چہ میرے گھوڑے کے اگلے دونوں قدم پتھروں کے درمیان اٹک گئے اس پر میں گھوڑے سے اترا اور اس کے قدم کو باہر نکالا، نیز اپنی سواری پر دوبارہ سوار ہوا، ہندوستان میں عادت یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس دو تلواریں ہوتی ہیں، ان میں سے ایک زین کے ساتھ لٹکائی جاتی ہے اور اسے "رکابی" کہا جاتا ہے اور دوسری تلوار ترکش (تیر رکھنے کا تھیلا) میں ہوتی ہے، چناں چہ میری رکابی تلوار اس کے میان سے گر گئی جس کا دستہ سونے کا تھا اس لیے میں اترا پھر اسے اٹھایا اور گلے میں ڈال لیا اور سوار ہو گیا، حالاں کہ وہ لوگ (یعنی کافر) میرے پیچھے تھے، پھر میں ایک بڑے خندق کے پاس پہنچا تو اترا اور اس کے اندر داخل ہو گیا، اس وقت میں نے انھیں آخری بار دیکھا، (پھر وہ لوگ کہاں گیے معلوم نہ ہو سکا) پھر میں مقام

شعراء کے بیچ میں ایک نالے کی طرف دائیں بائیں دیکھتے ہوئے نکلا جس کے بیچ میں ایک راستہ تھا، چناں چہ میں اس راستے پر چلا حالاں کہ مجھے اس کی آخری حد معلوم نہ تھی، اس درمیان کہ میں اسی میں تھا کافروں کے تقریبًا چالیس آدمی میرے سامنے آگیے جن کے ہاتھوں میں کمانیں تھیں، پھر انھوں نے مجھے گھیر لیا، اور مجھے خوف ہوا کہ اگر میں ان سے بھاگوں تو ان میں سے کسی نہ کسی آدمی کا نشانہ مجھ کو لگ جائے گا اور (اس وقت) میں زرہ پہنے ہوئے بھی نہیں تھا اس لیے میں زمین پر لیٹ گیا اور قیدی بننے کے لیے اپنے آپ کو حوالہ کر دیا، وہ لوگ اس آدمی کو جو ایسا کرے (یعنی زمین پر لیٹ جائے) قتل نہیں کرتے ہیں، چناں چہ انھوں نے مجھے پکڑا اور جبہ، قمیص اور پائجامہ کے علاوہ سب کچھ چھین لیا، اور مجھے لے کر اسی جھاڑی کی طرف لے چلے، پھر وہ لوگ میرے ساتھ اسی جھاڑی میں اپنے بیٹھنے کی جگہ پہنچے جو درختوں کے درمیان پانی کے حوض کے پاس بنائی گئی تھی، اور وہ لوگ میرے پاس اڑد (مونگ) کی دال لائے اور ماش مٹر ہے (یعنی ماش اڑد کو کہتے ہیں) چناں چہ میں اس کو کھایا اور پانی پیا، ان لوگوں کے ساتھ دو مسلمان تھے جنھوں نے مجھ سے فارسی میں گفتگو کی اور مجھ سے میری کیفیت دریافت کی، اس پر میں نے ان دونوں سے اپنا کچھ حال بیان کیا اور اس بات کو پوشیدہ رکھا کہ میں بادشاہ کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں، ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ لوگ یا ان کے علاوہ دوسرے لوگ تمھیں ضرور قتل کردیں گے، لیکن یہ ان لوگوں کا قائد ہے (اس سے بات کرو شاید تمھیں چھٹکارا مل جائے) اور ان دونوں نے انھیں میں سے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا (یعنی مجھے اشارہ کرکے بتایا کہ یہ ان کا قائد ہے) پھر میں نے اس سے مسلمانوں کی زبان میں بات کی اور اس سے مہربانی کی درخواست کی، اس پر اس نے مجھے انھیں میں تین آدمیوں کے سپرد کردیا، ان میں سے ایک بوڑھا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا اور دوسرا کالا کلوٹا تھا، ان تینوں نے مجھ سے بات کی تو ان کی باتوں سے میں نے سمجھا کہ انھیں قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ترجمہ:۔ وہ لوگ شام کے وقت ایک غار کی طرف لے گیے (جہاں) اللہ تعالیٰ نے ان میں کالے کلوٹے کو کپکپی والے بخار میں مبتلا کر دیا، چناں چہ اس نے اپنے دونوں پیروں کو مجھ پر رکھ دیا (اور لپٹ گیا) اور بوڑھا اور اس کا بیٹا سو گیے، پھر جب صبح ہوئی تو ان لوگوں نے آپس میں باتیں کیں، اور مجھے اپنے حوض کی طرف چلنے کا اشارہ کیا، میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں، چناں چہ میں نے بوڑھے سے بات کی اور اس سے مہربانی کی درخواست کی، تو اسے مجھ پر ترس آ گیا، میں نے اپنی قمیص کی دونوں آستینیں کاٹیں اور اس بوڑھے کو دے دیں تاکہ اسے اس کے ساتھی اس بات پر گرفت نہ کر سکیں کہ میں بھاگ گیا (اور وہ کچھ نہ کر سکا) جب ظہر کا وقت ختم ہوا تو ہم نے حوض کے پاس کچھ باتیں سنیں تو انھیں گمان ہوا کہ وہ لوگ ان کے ساتھی ہیں اس لیے ان لوگوں نے مجھے ان کے پاس (جو حوض کے پاس بیٹھے ہوئے تھے) چلنے کا اشارہ کیا، ہم گیے تو ہم نے (وہاں) دوسرے لوگوں کو پایا (اور وہ لوگ ان کے ساتھی نہیں تھے) پھر انھوں نے (جو حوض کے پاس بیٹھے ہوئے تھے) مشورہ دیا کہ یہ لوگ ان کے ساتھ چلیں اس پر ان لوگوں نے انکار کر دیا، یہ تینوں میرے سامنے بیٹھے اور میں ان کی طرف رخ کیے ہوئے تھا، انھوں نے سن کی رسی جوان کے پاس تھی زمین پر رکھی اور میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا، اور اپنے دل میں خیال کر رہا تھا کہ اسی رسی سے مجھے قتل کے وقت باندھیں گے، میں ایک گھنٹہ ایسے ہی رہا پھر ان کے علاوہ تین ساتھی جنھوں نے مجھے گرفتار کیا تھا آگیے اور ان سے بات چیت کی، (ان کی بات چیت کا مطلب) میں نے یہ سمجھا کہ ان لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ کس وجہ سے تم لوگوں نے اس شخص کو قتل نہیں کیا؟ اس پر بوڑھے نے کالے کی طرف اشارہ کیا، گویا کہ اس نے اس کے مرض کا عذر بیان کیا، ان تینوں میں ایک آدمی خوب صورت جوان تھا اس نے مجھ سے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو چھوڑ دوں؟ میں نے کہا: ہاں، اس نے کہا: جاؤ، اس پر میں نے ایک جبہ جو میرے بدن پر تھا

لیا اور اسے اس شخص کو دے دیا، اور اس نے پرانی تاریخ جو اس کے پاس تھی مجھے دے دی، اور مجھے راستہ دکھایا، اب میں چل پڑا (البتہ) مجھے اندیشہ تھا کہ اگر میرا حال ان پر ظاہر ہوجائے گا تو وہ لوگ مجھے پکڑ لیں گے، چناں چہ میں ایک بانس کی جھاڑی میں گھس گیا اور اسی میں چھپ گیا، یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا، پھر میں نکلا اور اسی راستہ پر چل پڑا جو اس جوان نے دکھایا تھا، اس راستے نے مجھے پانی کے پاس پہنچایا تو میں نے اسے پیا اور تہائی رات تک سفر جاری رکھا، بالآخر میں ایک پہاڑ کے پاس پہنچا اور اس کے نیچے سوگیا، پھر جب صبح ہوئی تو اسی راستے پر میں روانہ ہوا، چناں چہ چاشت کے وقت پتھروں کے ایک بلند پہاڑ تک پہنچا جہاں درخت، وادی اور بیری کے درخت تھے، میں بیروں کو چنتا رہا اور انھیں کھاتا رہا یہاں تک کہ میرے بازوؤں میں کانٹوں کے نشان پڑ گیے، اور وہ نشانات ان پر اب تک باقی ہیں، پھر میں اس پہاڑ سے ایسے کھیت میں اترا جس میں روئی بوئی گئی تھی، اور اس کھیت میں ارنڈی کے درخت تھے، اور وہیں ایک بائن بھی تھا، بائن ان کے یہاں اس انتہائی کشادہ کنوئیں کو کہتے ہیں جس پر پتھروں سے من (منڈیر) بنا ہوتا ہے، نیز اس میں سیڑھیاں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ پانی تک پہنچا جاتا ہے، ان میں سے بعض کنوؤں کے بیچ اور ان کے کناروں میں پتھروں کے گنبد اور کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی چیزیں اور بیٹھنے کی جگہیں ہوتی ہیں، ان ملکوں کے بادشاہ اور ان کے امراان راستوں میں جن میں پانی کا نام ونشان نہیں ہوتا ہے ان کنوؤں کی تعمیر کرکے فخر کرتے ہیں" بادشاہوں کے بارے میں جو چیزیں ہم نے دیکھیں ان کا تذکرہ بعد میں کریں گے۔

ترجمہ:۔ جب میں بائن (کنوئیں) پر پہنچا تو اس سے پانی پیا، اور اس پر مجھے رائی کی کچھ نرم ٹہنیاں ملیں جو ان لوگوں سے گرگئی ہوں گی جنھوں نے اسے دھویا ہوگا، تو میں نے ان میں سے کھایا اور باقی کو جمع کرلیا اور ایک ارنڈی کے درخت کے نیچے سوگیا، اسی درمیان

کہ میں ایسا ہی ہوں (یعنی سو رہا ہوں) اچانک تقریباً چالیس زرہ پوش سوار اس کنوئیں پر آئے، پھر ان میں سے کچھ اس کھیت میں داخل ہوئے اور چلے گئے اور اللہ نے میرے متعلق ان کی آنکھیں بے نور کر دیں (کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے) پھر ان کے بعد تقریباً پچاس ہتھیار بند آدمی آئے، اور اس کنوئیں کے پاس اترے، ان میں سے ایک آدمی اس درخت کے پاس آیا جو اس درخت کے سامنے تھا جس کے نیچے میں سویا تھا، (لیکن) وہ جان نہ سکا، اس وقت میں ایک روئی کے کھیت میں گھس گیا اور باقی دن وہیں رہا، اور وہ لوگ اس کنوئیں پر اپنے کپڑے دھوتے اور کھیلتے رہے، پھر جب رات ہوئی تو ان کی آوازیں کم ہو گئیں، اس پر میں نے جان لیا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں یا سو چکے ہیں، اس وقت میں نکلا اور گھوڑوں کے نشان کے پیچھے چلا اس حال میں کہ چاندنی رات تھی، میں چلتا رہا یہاں تک کہ ایک دوسرے کنوئیں پر پہنچا، اس پر ایک گنبد تھا، چنانچہ میں اس کنوئیں پر اترا اور اس کا پانی پیا اور رائی کی نرم ٹہنیاں کھائیں جو میرے پاس موجود تھیں، اور گنبد میں داخل ہوا تو اسے ان گھاسوں سے بھرا ہوا پایا جسے پرندے جمع کرتے ہیں، چنانچہ میں اس میں سو گیا، اور میں اس گھاس میں کسی جانور کی حرکت محسوس کر رہا تھا جس کو میں سانپ گمان کر رہا تھا (لیکن) میں اس کی پرواہ نہیں کر رہا تھا اس لیے کہ میں تھکا ہوا تھا، پھر جب صبح ہوئی تو میں ایک چوڑے راستہ پر چلا جو ایک ویران گاؤں میں جاتا تھا (اس لیے اسے چھوڑ دیا) اور اس کے علاوہ دوسرے راستہ پر چلا تو وہ بھی اسی کی طرح تھا، یونہی میں نے کئی دن گزارے، انھیں دنوں میں سے ایک دن میں جھکے ہوئے درختوں کے پاس پہنچا جن کے درمیان پانی کا ایک حوض تھا اور اس کے اندر گھر جیسا تھا اور حوض کے کنارے کنارے جنگل کی طرح اور اس کے علاوہ زمین کی گھاس تھی، چناں چہ میں نے ارادہ کیا کہ یہیں بیٹھوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو بھیجے جو مجھے آبادی تک پہنچا دے، پھر میں نے تھوڑی سی طاقت محسوس کی تو میں اس راستہ پر چلنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، جس پر گائے کے کھر کا نشان پایا، مزید ایک بیل ملا جس پر کمبل اور درانتی رکھا ہوا تھا، اتفاق

سے وہ راستہ بھی کافروں کے گاؤں میں جاتا تھا اس لیے ایک دوسرے راستہ پر چلا، اس نے مجھے ایک ویران گاؤں تک پہنچایا، میں نے اس جگہ دو کالے سانپ دیکھے، چنانچہ میں ان سے ڈرا، اور وہیں درختوں کے نیچے ٹھہر گیا، پھر جب رات ہوئی تو اس گاؤں میں داخل ہوا، میں نے اس کے گھروں میں سے ایک گھر میں کرہ کو بڑے مٹکا کی طرح پایا جسے لوگ کھیتی کو ذخیرہ کرنے کے لیے بناتے ہیں، اس کے نیچے حصہ میں ایک سوراخ تھا جس میں ایک آدمی کی گنجائش تھی اس لیے میں اس میں گھس گیا، اور اس کے اندر بھوسا بچھا ہوا پایا نیز اس میں ایک پتھر تھا جس پر میں نے اپنا سر رکھا اور سو گیا، اس کے اوپر ایک پرندہ رات کے اکثر حصہ میں اپنے پروں کو ہلاتا تھا اور میرا خیال تھا کہ وہ ڈر رہا تھا، چناں چہ ہم ڈرنے والے اکٹھا ہو گیے تھے، اور جس دن سے میں قید کیا گیا وہ ہفتہ کا دن تھا اس دن سے سات دن تک میں اسی حال میں رہا، اور اس کے ساتویں دن کافروں کے ایک آباد گاؤں میں پہنچا، وہاں پانی کا حوض اور سرسبزو شاداب کھیتیاں تھیں میں نے ان لوگوں سے کھانا مانگا۔

ترجمہ:۔ تو انہوں نے دینے سے انکار کر دیا، میں نے اس گاؤں میں ایک کنوئیں کے پاس مولی کے کچھ پتے پائے تو انہیں کھالیا اور گاؤں میں آیا تو مجھے کافروں کی ایک جماعت ملی جن کا ایک ہراول تھا، ان کے ہراول نے مجھے بلایا تو میں نے بلانے کا جواب نہیں دیا اور زمین پر بیٹھ گیا، اس پر ان کا ایک آدمی ننگی تلوار لے کر آیا اور مجھے مارنے کے لیے تلوار اٹھائی (لیکن) میں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی اس لیے کہ میں بہت تھکا ہوا تھا، پھر اس نے میری تلاشی لی تو میرے پاس اسے کچھ نہ ملا، اس پر اس نے (میری) وہ قمیص لے لی جس کی آستینیں میں اس بوڑھے کو دے چکا تھا جو مجھ پر (گرفتار ہونے کے بعد) مقرر کیا گیا تھا، اور جب آٹھواں دن ہوا تو مجھے سخت پیاس لگی اس حال میں کہ میرے پاس پانی نہیں تھا، میں ایک ویران گاؤں میں پہنچا تو اس جگہ مجھے کوئی حوض نہ ملا حالانکہ اس طرف کے گاؤں میں

لوگوں کی عادت یہ ہے کہ وہ کوئی حوض بناتے ہیں جس میں بارش کا پانی اکٹھا ہوتا ہے جس سے وہ لوگ پورے سال پانی پیتے ہیں، پھر میں ایک راستہ پر چلا، اس نے مجھے ایک ایسے کنوئیں پر پہنچایا جو بغیر من (منڈیر) کے تھا اس پر ایک رسی تھی جو زمین کے کسی پودے سے بنائی گئی تھی (لیکن) اس جگہ کوئی برتن (جیسے ڈول یا بالٹی کنوئیں سے پانی نکالنے کے لیے) نہ تھا جس سے پانی نکالا جا سکے، تو میں نے اس کپڑے کو جو میرے سر سے بندھا ہوا تھا رسی میں باندھا، اور وہ پانی جو اس میں لگ کر آیا اسے چوسا (لیکن) میری پیاس نہ بجھی، پھر میں نے اپنے موزہ کو باندھا اور اس کے ذریعہ پانی نکالا پھر بھی پیاس نہ بجھی، تو اس سے دوبارہ پانی نکالتے میں رسی ٹوٹ گئی اور موزہ کنوئیں میں گر گیا، پھر میں نے دوسرے موزہ کو باندھا اور پانی پیا یہاں تک کہ میری پیاس بجھ گئی، پھر میں نے موزہ کو کاٹا اور اس کے اوپری حصہ کو کنوئیں کی رسی اور ان چیتھڑوں سے جو مجھے وہاں ملے اپنے پیر میں باندھا اسی درمیان کہ میں اسے باندھ رہا ہوں اور اپنی حالت کے بارے میں سوچ رہا ہوں اچانک مجھے ایک شخص دکھائی دیا، تو میں نے اس کی طرف غور سے دیکھا وہ کالے رنگ کا آدمی تھا جس کے ہاتھ میں ایک لوٹا، ڈنڈا اور پیٹھ کے بالائی حصہ پر چمڑے کا ایک تھیلا تھا، اس نے مجھ سے کہا، السلام علیکم، اس کے جواب میں میں نے کہا "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" پھر اس نے مجھ سے فارسی زبان میں پوچھا، آپ کون ہیں؟ میں نے کہا: میں راستہ میں بھٹکا ہوا انسان ہوں، اس پر اس نے مجھ سے کہا، میں بھی ایسا ہی ہوں، پھر اس نے اپنے لوٹے کو اس رسی سے باندھا جو اس کے پاس تھی، اور پانی نکالا، میں نے چاہا کہ پانی پیو تو اس نے کہا، ذرا رک جائیے، پھر اس نے اپنا تھیلا کھولا اور اس سے مٹھی بھر بھنے ہوئے چنے کچھ چاول کے ساتھ نکالے، میں نے اسے کھایا اور پانی پیا، اس نے مجھ سے میرا نام پوچھا، تو میں نے کہا: "محمد" اور میں نے اس کا نام پوچھا، تو اس نے جواب دیا "دلشاد" چناں چہ میں نے اس سے اچھا شگون لیا، اور اس سے مجھے خوشی ہوئی، پھر اس نے مجھ سے کہا، اللہ کا نام لے کر میرے ساتھ چلیے، اس پر میں نے کہا، ٹھیک

ہے، پھر میں اس کے ساتھ تھوڑی دور چلا تو میں نے اپنے اعضا کی کمزوری محسوس کی، اور کھڑا رہنے کی طاقت نہ رہی، اس لیے میں بیٹھ گیا، اس پر اس نے کہا، تمھارا حال کیا ہے؟ میں نے کہا، آپ کی ملاقات سے پہلے میں چلنے پر قادر تھا، پھر جب آپ سے ملاقات ہوئی تو عاجز ہو گیا، اس پر اس نے کہا، سبحان اللہ! تم میری گردن پر سوار ہو جاؤ، میں نے کہا تم خود ہی کمزور ہو تمھیں اس کی طاقت نہیں، اس پر اس نے کہا، اللہ تعالیٰ مجھے طاقت عطا فرمائے گا، تمھارے لیے یہ (یعنی میری گردن پر سوار ہونا) ضروری ہے، چناں چہ میں اس کی گردن پر سوار ہو گیا، اس نے مجھ سے کہا کہ "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" (ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے) کہو، تو میں نے اس کلمہ کو کثرت سے کہا، اور مجھے نیند آگئی، پھر زمین پر گرنے کے وقت مجھے ہوش آیا تب میں جاگا اور اس آدمی کا کوئی نشان نہ دیکھا، اور اس وقت میں ایک آباد گاؤں میں تھا، اب میں اس میں داخل ہوا تو اسے قوم ہنود سے بھرا ہوا پایا، (یعنی اس میں ہندو زیادہ تھے، البتہ) اس کا حاکم مسلمان تھا، لوگوں نے اسے میرے بارے میں اطلاع دی تو وہ میرے پاس آیا، میں نے اس سے دریافت کیا کہ اس گاؤں کا نام کیا ہے؟ اس نے مجھ سے کہا: "تاجپورہ" اس گاؤں اور شہر کول کے درمیان جہاں ہمارے ساتھی تھے دو فرسخ کا فاصلہ تھا، وہ حاکم مجھے اپنے گھر لے گیا اور گرم گرم کھانا کھلایا، پھر میں نے غسل کیا، اس نے مجھ سے کہا، کہ میرے پاس ایک کپڑا اور صافہ ہے۔

ترجمہ:۔ ان دونوں چیزوں کو میرے پاس ایک عربی مصری آدمی امانت رکھ گیا ہے جو شہر کول کے ایک محلہ کا باشندہ ہے، اس پر میں نے اس سے کہا، ان دونوں کو لاؤ، میں انھیں محلہ میں پہنچنے تک پہنے رہوں گا، چناں چہ وہ ان دونوں چیزوں کو لایا تو وہ میرے ہی کپڑے تھے جو میں نے کول پہنچتے وقت اس عربی کو ہبہ کر دیے تھے، چناں چہ مجھے اس واقعہ سے بڑا تعجب ہوا اور اس آدمی کے بارے میں سوچنے لگا جس نے مجھے اپنی گردن پر سوار کیا تھا، پھر

مجھے وہ بات یاد آگئی جو مجھے میرے پیر، اللہ کے ولی ابو عبد اللہ نے بتائی تھی بالکل اسی کے مطابق جیسا کہ ہم نے اسے پچھلے سفر میں بیان کیا ہے، جب انہوں نے مجھ سے کہا تھا تم عنقریب ملک ہندوستان جاؤ گے اور وہاں میرے بھائی دلشاد سے ملاقات کرو گے اور وہ تمہیں اس مصیبت سے نجات دلائے گا جس میں تم پڑے ہو گے، اور مجھے ان کی (یعنی جو مجھے گردن پر سوار کر کے لائے تھے) بات یاد آئی جب میں نے ان کا نام پوچھا تو انہوں نے بتایا تھا "القلب الفارح" جس کا مطلب فارسی میں "دلشاد" ہے، اب میں نے جان لیا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی ملاقات کی خبر انہوں نے (مرشدی ابو عبد اللہ) مجھے دی تھی، اور یہ کہ وہ اولیائے کرام میں سے ہیں، اور مجھے ان کی اتنی ہی صحبت حاصل ہوئی جس کا میں نے تذکرہ کیا، اسی رات میں نے اپنے ساتھیوں کو جو کول میں تھے اپنی سلامتی کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا، تو وہ لوگ میرے پاس ایک گھوڑا اور کپڑا لے کر آئے اور مجھے دیکھ کر خوش ہوئے، (اس وقت) بادشاہ کا جواب بھی ملا جوان کے پاس پہنچ چکا تھا، اور شہید کافور کے بدلے میں ایک جوان کو بھیجا جس کا نام "سنبل جامدار" تھا، اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنا سفر جاری رکھیں، نیز ان سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے میرے حادثہ کے بارے میں بادشاہ کو لکھ دیا ہے، ان لوگوں نے اس سفر میں اس معاملہ سے جو میرے اور کافور کے ساتھ پیش آئے بدشگونی لی اور لوٹنے کا ارادہ کر رہے تھے، (لیکن) جب میں نے سفر کے متعلق بادشاہ کی تاکید دیکھی تو میں نے بھی ان لوگوں پر زور دیا (کہ سفر جاری رکھیں) اور میرے سفر کا ارادہ مضبوط ہو گیا، اس پر ان لوگوں نے کہا، کیا آپ اس حادثہ کو نہیں دیکھتے ہیں جو اس سفر کے شروع میں واقع ہوا؟ بادشاہ آپ کے عذر کو قبول کر لے گا، لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم اس کے پاس لوٹ چلیں یا ٹھہرے رہیں جب تک اس کا جواب نہ مل جائے، اس پر میں نے ان لوگوں سے کہا، ٹھہرنا میرے اختیار میں نہیں، ہم جہاں کہیں بھی ہوں گے جواب ہمیں مل جائے گا، چناں چہ ہم نے شہر کول سے کوچ کیا اور اپنا سفر چین تک مکمل کیا یہاں تک کہ ہم وہاں پہنچ گئے۔ (ابن بطوطہ)

مؤرخ مسعودی کی کتاب "مروج الذہب" کا ایک ٹکڑا اختصار کے ساتھ

(۳۱۵) ترجمہ۔ اس باب میں ہم کچھ ان خبروں کے بارے میں جو ہمیں بحر حبشی اور کئی ملکوں اور بادشاہوں کے متعلق اور کچھ ان کے انتظام کے بارے میں موصول ہوئیں نیز اس کے علاوہ قسم قسم کے عجائبات کا ذکر کریں گے، چناں چہ ہم کہتے ہیں، کہ بحر چین اور بحر ہند، بحر فارس بحر یمن ان سب کے پانی ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں، جدا نہیں ہیں مگر ان جوش اور ٹھہراؤ ہواؤں کے چلنے کی جگہ (کیوں کہ ہوائیں مختلف سمت سے چلتی ہیں) اور ان کے جوش میں آنے کے وقت میں اختلاف اور اس کے علاوہ دوسرے اسباب کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے، چناں چہ بحر فارس اس میں موجیں کثرت سے اٹھتی ہیں اور اس میں سفر دشوار ہوتا ہے، بحر ہند کی نرمی اور اس میں لہروں کی کمی اور سفر کے درست ہونے کے وقت (اسی طرح) بحر فارس نرم اور اس کی لہریں کم ہوتی ہیں اور اس میں سفر آسان ہوتا ہے بحر ہند کے موج مارنے اور اس کی موجوں کے جوش میں آنے اور اس کی تاریکی اور اس میں سفر دشوار ہونے کے وقت، بحر فارس میں موتی کی تلاش میں غوطہ لگانا شروع اپریل سے ستمبر کے آخر تک ہوتا ہے اور جو ان کے علاوہ سال کے دوسرے مہینے ہیں ان میں غوطہ نہیں لگایا جاتا ،اور بحر فارس سے بحر ثانی تک جہاز چلائے جاتے ہیں اور بحر ثانی "لاروی" کے نام سے مشہور ہے جس کی گہرائی ناقابل فہم اور اس کی آخری حد کی زیادتی ناقابل شمار ہے، نیز دریائے لاروی کے پانی کی زیادتی اور اس کی جہتوں کے وسیع ہونے کی وجہ سے اس کی حدوں کی تعیین نہیں کی جا سکتی ہے سمندر کے اکثر ماہرین کہتے ہیں کہ اس دریا کے شاخ در شاخ ہونے کی وجہ سے اس کے حدود اربعہ کو کوئی تعریف نہیں گھیر نہیں سکتی ہے (یعنی یہ نہیں بتایا جا سکتا ہے کہ اس کی چوہدی کہاں سے کہاں تک ہے) کشتیاں بسا اوقات دو اور تین مہینے میں اس کے فاصلے کو طے کرتی ہیں، ہوا موافق اور آفتوں سے محفوظ ہونے پر یہ مسافت کشتیاں ایک مہینے میں بھی

طے کر لیتی ہیں، ان سمندروں میں (یعنی وہ سمندر جن میں بحر حبشی شامل ہے) اس لاروی سمندر سے بڑا اور اس سے زیادہ دشوار گزار کوئی دوسرا سمندر نہیں ہے، اور اس کے سامنے بحر اسود اور حبشیوں کے شہر ہیں، اس سمندر میں عنبر مچھلی کی قلت ہے اور وہ اس لیے کہ عنبر مچھلی زیادہ تر افریقہ اور سرزمین عرب کے بطن وادی کے ساحل میں پائی جاتی ہے، بطن وادی کے لوگ قضاعہ بن حمیر کی اولاد ہیں، اور ان کے علاوہ عرب کی دوسری نسلوں سے ہیں، وہ لوگ جو اس شہر میں رہتے ہیں انہیں "عرب مہرہ" کہا جاتا ہے، یہ لوگ گھنے بالوں اور دراز زلفوں والے ہوتے ہیں، ان کی زبان عربی زبان سے مختلف ہے، اور وہ اس لیے کہ وہ لوگ کاف کی جگہ شین بولتے ہیں، اور اپنی گفتگو اور عجیب کلام میں اس کے علاوہ دوسری بہت سی تبدیلیاں کرتے ہیں، یہ فاقہ مست لوگ ہیں، (البتہ) ان کے پاس عمدہ قسم کے اونٹ ہیں جن پر یہ لوگ رات میں سوار ہوتے ہیں، یہ اونٹ "نجب مہریہ" کے نام سے جانے جاتے ہیں، اور تیز چلنے میں بجاوی اونٹوں کے مشابہ ہوتے ہیں، بلکہ ایک جماعت کے نزدیک یہ ان سے بھی تیز رفتار ہوتے ہیں، یہ لوگ ان پر سوار ہو کر اپنے دریا کے کنارے چلتے ہیں، عنبر کی سب سے عمدہ قسم اسی خطہ میں نیز افریقہ اور اس کے ساحل میں پائی جاتی ہے، عنبر مچھلی گول اور نیلگوں ہوتی ہے، جزائر افریقہ کے باشندے ایک بولی بولتے ہیں، ان کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا، نیز وہ عورت جو ان پر حکومت کرتی ہے اس کی فوج بے شمار ہے، (بحر اٹلانٹک کے مغربی حصہ میں چھ جزیرے ہیں) اور ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے کے درمیان تقریباً ایک میل یا ایک فرسخ یا دو فرسخ یا تین فرسخ ہے، (یعنی ہر دو جزیروں کا فاصلہ کم از کم ایک میل اور زیادہ سے زیادہ تین فرسخ ہے) سمندری جزیرے میں کپڑے آلات اور اس کے علاوہ دیگر کاموں اور صنعتوں میں ان جزیروں کے باشندوں سے زیادہ بہترین ہنر والا کوئی دوسرا نہیں ملتا ہے، اس سلطنت کے خزانے گھونگے ہیں، اور یہ سب جزیرے "ربعات" کے نام سے جانے جاتے ہیں، اور یہیں سے نارئیل

(دوسرے ملکوں میں) بھیجے جاتے ہیں،ان میں آخری جزیرہ جزیرۂ سراندیپ ہے ،اور سراندیپ سے ملا ہوا ایک دوسرا جزیرہ "رامنی" کے نام سے جانا جاتا ہے،جو تقریباً ہزار فرسخ کے رقبہ میں آباد ہے،اس میں کئی بادشاہ ہیں نیز اس میں بہت زیادہ سونے کے کان ہیں،اسی سے متصل "قیصور" شہر ہے(قیصور ایک شہر کا نام ہے جہاں عمدہ کافور پیدا ہوتا ہے)کافور قیصوری اسی شہر کی طرف منسوب ہے،ان جزیروں میں جن کا ہم نے ذکر کیا اکثر کی غذا ناریل ہے،ان جزیروں سے بقم(ایک قسم کی لکڑی جو کپڑے رنگنے میں کام آتی ہے) کی لکڑی اور بانس نیز سونا(دوسرے ملکوں میں)بھیجا جاتا ہے،ان جزیروں میں ہاتھی بہت ہیں،یہاں کے باشندوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو آدمیوں کا گوشت کھاتے ہیں،یہ جزیرے جزائر "نجبالوس" سے ملے ہوئے ہیں،اور یہ لوگ عجیب ہیں جو چھوٹی چھوٹی کشتیوں سے نکل پڑتے ہیں،جس وقت ان کے پاس سے جہاز گزرتے ہیں تو جو ان کے پاس عنبر اور ناریل اور ان کے علاوہ چیزیں ہوتی ہیں انہیں لوہے اور کپڑے کے بدلہ میں دیتے ہیں،انہیں دراہم ودنانیر سے نہیں بیچتے ہیں،انہیں سے قریب کچھ دوسرے جزیرے ہیں جنہیں ابرامان کہا جاتا ہے،اس میں سخت گھنگھریالے بال والے عجیب صورت کے کالے لوگ پائے جاتے ہیں،ان کے پاس کوئی سواری نہیں ہوتی،جب ان کے پاس کوئی ڈوبا ہوا آدمی ان میں سے جن کی کشتی سمندر میں ٹوٹ گئی ہو پہنچتا ہے تو یہ لوگ اسے کھا لیتے ہیں،نیز ان کامل (صحیح سالم)کشتیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہے جب وہ ان کے پاس پہنچ جائیں (یعنی یہ لوگ ان زندہ لوگوں کو بھی کھا لیتے ہیں جو ان میں سوار ہوتے ہیں)جہاز کے کپتانوں کی ایک جماعت نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے بسا اوقات اس سمندر میں سفید بادل چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں دیکھے ہیں جن میں سے ایک سفید لمبی زبان نکلتی ہے یہاں تک کہ سمندر کے پانی سے مل جاتی ہے،پھر جب وہ پانی سے مل جاتی ہے تو اس کی وجہ سے پانی ابلنے لگتا ہے اور اس سے بڑے بڑے بگولے اٹھتے ہیں،ان میں سے بگولے جس چیز کے پاس سے گزر جاتے ہیں اسے برباد کر دیتے

ہیں، لیکن چوتھا سمندر تو وہ مکمل سمندر ہے، اس میں پانی کم، جزیرے اور راستے بہت ہیں، جہاز والے دو خلیجوں کے درمیان جو راستہ ہوتا ہے اسے "صر" کہتے ہیں، (اور صرائر اسی صر کی جمع ہے اور یہ صرف جہاز والوں کی اصطلاح ہے) نیز اس سمندر میں قسم قسم کے جزیرے اور عجیب عجیب پہاڑ ہیں، (ان سمندروں کے ذکر سے) ہمارا مقصد ان کی خبروں کے بارے میں سرسری نظر سے اشارہ کرنا ہے تفصیلی گفتگو مقصود نہیں ہے، اور ایسا ہی پانچواں سمندر ہے جو "کردنج" کے نام سے مشہور ہے، اس میں بھی پہاڑ اور جزیرے کثرت سے ہیں، اور اس میں کافور بھی ہے۔

تعارف مترجم ایک نظر میں
(بقلم خود)

نام ونسب: محمد گل ربیع بن امیر دولھا بن وزیر خاں بن عجیب خاں۔ **وطن:** مدناپور، پوسٹ شیش گڑھ، بہیڑی، بریلی شریف یوپی۔ **تاریخ پیدائش:** ۱۰ر نومبر ۱۹۹۰ بروز ہفتہ

جن مدارس میں تعلیم حاصل کی:

(۱)—دارالعلوم غریب نواز مدناپور (پرائمری درجات)

(۲)—مدرسہ اشرف العلوم شیش گڑھ، رام پور (درجہ حفظ)

(۳)—مدرسہ عالیہ نعمانیہ غریب نواز شیش گڑھ، رام پور (درجہ اعدادیہ)

(۴)—الجامعۃ القادریہ رچھا اسٹیشن، بریلی شریف (درجہ اولی، ثانیہ)

(۵)—دارالعلوم علیمیہ جمداشاہی ضلع بستی یوپی (درجہ ثالثہ، رابعہ)

(۶)—دارالعلوم اہل سنت الجامعۃ الاشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور اعظم گڑھ (خامسہ، سادسہ، سابعہ، فضیلت، تحقیق فی الادب ومشق افتاء)

(۷)—جامعہ سعدیہ کاسرکوڈ کیرالا (ڈپلومہ عربی ایک سال)

فراغت: دار العلوم اہل سنت الجامعۃ الاشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور اعظم گڑھ یکم جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۲ مارچ ۲۰۱۵ء بروز اتوار

اسناد:

(۱) مولوی (۲) عالم (۳) کامل (مدرسہ تعلیمی بورڈ اتر پردیش)

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی:

(۱)—ایک سالہ کمپیوٹر کورس

(۲)—عربی ڈپلومہ کورس دو سالہ

(۳)—اردو ڈپلومہ کورس ایک سالہ

(۴)—انٹر، ہندی)

تدریسی خدمات: جامعۃ المدینہ فیضان عطار ناگ پور تا حال

شرف بیعت: پیر طریقت رہبر شریعت قاضی القضاۃ فی الھند حضور اختر رضا خاں صاحب قبلہ الملقب بہ تاج الشریعہ بریلی شریف۔

قلمی خدمات

(۱)—مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ اول (مطبوع)

(۲)—مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ دوم (مطبوع)

(۳)—مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ سوم (مطبوع)

(۴)—مشکوۃ العربیہ شرح مفتاح العربیہ اول (مطبوع)

(۵)—مشکوۃ العربیہ شرح مفتاح العربیہ دوم (مطبوع)

(۶)—مصباح الطالبین ترجمہ منہاج العابدین (مطبوع)

(۷)—علم صرف کے آسان قواعد (مطبوع)

(۸)۔۔اہم تراکیب اور ان کا حل (غیر مطبوع)

(۹)۔۔حیات خضر علیہ السلام (مطبوع)

(۱۰)۔۔مفتاح الانشاء شرح مصباح الانشاء اول (مطبوع)

(۱۱)۔۔روز مرہ کے شرعی مسائل (غیر مطبوع)

(۱۲)۔۔معارف الادب شرح مجانی الادب (مطبوع)

(۱۳)۔ مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ چہارم (غیر مطبوع)

(۱۴)۔ مصباح العربیہ شرح منہاج العربیہ پنجم (غیر مطبوع)

(۱۵)مفتاح الانشاء شرح مصباح الانشاء دوم (مطبوع)

(۱۶)۔ ضوء الادب فی ترکیب فیض الادب اول (مطبوع)

(۱۷)۔ ضوء الادب فی ترکیب فیض الادب دوم (غیر مطبوع)

اور ان کے علاوہ کچھ کتابوں پر کام جاری ہے۔

محمد گل ریز رضا مصباحی مدناپوری بریلی شریف یوپی
Mob:8057889427,9458201735

حکایۃ

حُكِيَ أَنَّ شَيْخًا رَأَى رَجُلًا يَحْمِلُ إِمْرَأَةً كَبِيْرَةً وَهُوَ يَطُوفُ بِهَا فَسَأَلَهُ لَهُ الشَّيْخُ عَنْهَا فَقَالَ لَهُ هِيَ أُمِّي وَأَنَا أَحْمِلُهَا مُدَّةَ سَبْعِ سِنِيْنَ فَهَلْ أَدَّيْتُ حَقَّهَا يَا سَيِّدِي فَقَالَ لَهُ لَا، وَلَوْ كَانَ عُمْرُكَ أَلْفَ سَنَةٍ لَا يُسَاوِي ذٰلِكَ قِيَامَهَا لَكَ لَيْلَةً مِنَ اللَّيَالِيْ وَسَقْيَهَا سَقْيًا مِنْ ثَدْيِهَا فَبَكَى الرَّجُلُ وَانْصَرَفَ .

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ .

(صحیح البخاری :ج:۱ ،ص:۲۴)

صَلّٰى آخَرُ خلف إمام فقرأ [فَلَنْ أَبْرَحَ الأَرْضَ حَتّٰى يَأْذَنَ لِي أَبِي] وَوَقَفَ وَجَعَلَ يُرَدِّدُهَا فَقَالَ الأعرابِيُّ يَا فَقِيْهُ إِذَا لَمْ يَأْذَنْ ذٰلِكَ أَبُوْكَ فِي هٰذِهِ اللَّيْلِ نَظَلُّ نَحْنُ وُقُوْفًا إِلَى الصَّبَاحِ ثُمَّ تَرَكَهُ وَانْصَرَفَ .

[المستطرف .۲ ،ص:۵۱۳)

حکایاتِ جحا

أَهْدىٰ رَجُلٌ لِجُحَا خَاتَمًا بِدُوْنِ فَصٍّ ،فَقَالَ لَهُ جُحَا : اَللّٰهُ يُعْطِيْكَ فِي الْجَنَّةِ بَيْتًا بِدُوْنِ سَقْفٍ .

سَئَلَ جُحَا شَخْصٌ إِذَا أَصْبَحَ الصُّبْحُ خَرَجَ النَّاسُ مِنْ بُيُوْتِهِمْ إِلٰى جِهَاتٍ شَتّٰى ،فَلِمَ لَا يَذْهَبُوْنَ إِلٰى جِهَةٍ وَاحِدَةٍ ؟

فَقَالَ لَهُ: إِنَّمَا يَذْهَبُ النَّاسُ إِلَى كُلِّ جِهَةٍ حَتَّى تَحْفَظَ الْأَرْضُ تَوَازُنَهَا أَمَّا لَوْ تَجَمَّعُوا فِي جِهَةٍ وَاحِدٍ فَسَيَخْتَلُّ تَوَازُنِ الْأَرْضِ، وَتَمِيلُ وَتَسْقُطُ.

يُحْكِي أَنَّ جَمَاعَةً جَاءُوا إِلَى أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ لِيُنَاظِرُوهُ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ وَ يُبَكِّتُوهُ وَ يُشَنِّعُوا عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُمْ لَا يُمْكِنُنِي مُنَاظَرَةُ الْجَمِيعِ فَفَوِّضُوا أَمْرَ الْمُنَاظَرَةِ إِلَى أَعْلَمِكُمْ لِأُنَاظِرَهُ، فَأَشَارُوا إِلَى أَحَدٍ، فَقَالَ هٰذَا أَعْلَمُكُمْ فَقَالُوا نَعَمْ، قَالَ وَالْمُنَاظَرَةُ مَعَهُ مُنَاظَرَةٌ لَكُمْ قَالُوا نَعَمْ، قَالَ وَالْإِلْزَامُ عَلَيْهِ كَالْإِلْزَامِ عَلَيْكُمْ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ وَإِنْ نَاظَرْتُهُ وَأَلْزَمْتُهُ الْحُجَّةَ فَقَدْ أَلْزَمْتُكُمُ الْحُجَّةَ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: وَكَيْفَ؟ قَالُوا لِأَنَّا رَضِينَا بِهِ إِمَامًا فَكَانَ قَوْلُهُ قَوْلَنَا، فَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ فَنَحْنُ لَمَّا اخْتَرْنَا الْإِمَامَ فِي الصَّلٰوةِ كَانَتْ قِرَاءَتُهُ قِرَاءَةً لَنَا وَهُوَ يَنُوبُ عَنَّا فَأَقَرُّوا لَهُ بِالْإِلْزَامِ. روح البيان.

وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ قَالَ مَاتَ لِي وَلَدٌ فَأَمَرْتُ مَنْ يَتَوَلَّى دَفْنَهُ وَلَمْ أَدَعْ مَجْلِسَ أَبِي حَنِيفَةَ خَوْفًا أَنْ يَفُوتَنِي مِنْهُ يَوْمٌ.

صَلَّى أَعْرَابِيٌّ خَلْفَ إِمَامٍ فَقَرَءَ [إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ] ثُمَّ وَقَفَ وَجَعَلَ يُرَدِّدُهَا فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ أَرْسِلْ غَيْرَهُ يَرْحَمُكَ اللهُ وَأَرِحْنَا وَأَرِحْ نَفْسَكَ.

يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَ يَبْقَى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيرِ أَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيهِمُ اللهُ بَالَةً. (صحیح البخاری. ۲۰، ص۳۲).